

کتابو حیدری
ر س ب

فغان ایران

(یورپین ساز و باز اور مشرقی سازش کی ایک دلچسپ داستان)

مترجمہ
أم الاعظم بلگرامی

۱۳۲۳ء

مطبوعہ

مطبع اخیر کنیر آباد مدینہ منجناوت علی گڑھ ہماچل جھیا

فغان ایران

(یورپین سازو باز اور شرقی سازش کی ایک لچپ داستان)

مترجمہ
ام الاعظم بلگرامی

۱۳۲۳ء

مطبوعہ

مطبع اختر کن جید ریاض الدین سینا و علی کے ہتھماکچھیا

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸	معاهده روس و انگلستان مورخہ ۱۹۰۷ء کا منشا اور مقصد چوتھا باب۔ محمد علی میرزا شاہ معزول کا تخت طہران حاصل کرنیکی کوشش کرنا۔ اس معاملہ میں روس کی چشم پوشی اور سازش۔ شاہ معزول اور اس کے بہائی کے مقابلہ کے لئے فوجی تیاریاں۔ دستوری حکومت کی فتح شاہ معزول کی شکست اور ارشد الدولہ کا قتل۔	۱۰۱ ۱۳۷
۹	پانچواں باب۔ سالار الدولہ کے مقابلہ کے لئے فوجی تیاریاں مہرکاری فوج سے اسکا شکست کھانا شعل الساطنہ کی جاہد اور ضبط کرتے وقت ایک واقعہ کا پیش آنا۔ میرا خط بنام اخبار لندن ٹائمز۔	۱۳۷ ۱۸۵
۱۰	چھٹا باب۔ گورنمنٹ ایران کے پاس روس کا پہلا الیمیٹم آنا۔ گورنمنٹ برطانیہ کا گورنمنٹ ایران کو الیمیٹم قبول کرنے کی صلاح دینا۔ گورنمنٹ ایران کا مغدرت کرنا۔ دوسرا الیمیٹم نازل ہونا۔	۱۸۵ ۲۰۷
۱۱	ساتواں باب۔ روٹی کا ہنگامہ۔ مجلس سے روسی الیمیٹم کی نامنطوی روسی فوج کا حملہ۔ ایران کی طرف سے اسکی مدافعت	۲۰۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲	ایرانی مستورات کی دلیری ۲۲۴ دسمبر کو مجلس کا برخاست ہونا آٹھواں باب - گورنمنٹ ایران کے ساتھ میرے تعلقات - تبصرہ رشت اور انزلی میں روسی فوج کے ہاتھوں قتل عام - طہران سے میری روانگی -	۲۲۱ ۲۶۰
۱۳	نواں باب - نائب سلطنت اور دوسرے مختلف عہدہ داران گورنمنٹ اور مجلس کے حضائل اہل ایران کی قابلیت انکی حضائل	۲۸۲
۱۴	دسواں باب - ۱۹۱۱ء میں یورپ کا میدان سیاست - برطانیہ اور روس کی حکمت عملیاں - معاہدہ پوٹسڈیم اور روسی وجہ منی کے درمیان ایک خفیہ سمجھوتہ - فوجی اغراض کے لئے ایران ہضم کرنے کا خیال صدر المہام خزائنہ پر سر ایڈورڈ گرے کے اعتراضات - معاہدہ روس و انگلستان -	۲۹۸
۱۵	گیارہواں باب - ایران میں محصول بندی کا طریقہ - اصلاح مال کے لئے میرے تجاویز - بعض یون کی تعمیر کا امکان - ایران میں دولت دزر خیری کے ذرائع -	۳۳۰
۱۶	بارہواں باب - ضمیمہ	۳۷۲

مبشمار

مضمون

صفی

فہرست تصاویر

صفحہ	تصویر	نمبر شمار
۸	سید جمال الدین افغانی (دیباچہ)	۱
۲۷	سید محمد طباطبائی و سید عبداللہ بیہبانی	۲
۱	مسٹر مارگن شوستر سابق صدر المہام خزانہ ایران (اصل کتاب)	۳
۷	ناصر الدین شاہ قاجار	۴
۱۳	مظفر الدین شاہ قاجار	۵
۳۱	محمد علی شاہ قاجار	۶
۴۷	یفرم خان کمشنر پولیس	۷
۷۹	سردار اسد	۸
۹۰	تقی زادہ (پارلیمنٹ کا مشہور رکن)	۹
۹۰	پرنس سلیمان میرزا (جمہوریت پسند گروہ کا سرغنہ)	۱۰
۹۵	پرنس سالار الدولہ	۱۱

نمبر	تصویر	صفحہ
۱۲	احمد شاہ (موجودہ شاہ ایران)	۹۹
۱۳	سپہدار اعظم	۱۰۸
۱۴	پرنس شعاع السلطنہ برادر محمد علی شاہ قاجار	۱۴۳
۱۵	نواب حسین قلی خان	۱۴۶
۱۶	صمصام السلطنہ	۱۴۹
۱۷	تین بڑے اسلامی مجتہد جو دستوری حکومت کے طرفدار تھے۔	۲۳۸
۱۸	ابوالقاسم خان ناصر الملک موجودہ نائب السلطنہ ایران۔	۲۸۲

————— • —————

تہذیب

میں یہ کتاب اپنی قومی بہنوں کے نام معنون کرتی ہوں اور امید ہے کہ فلاح قومین جو انھوں نے اپنے بھائیوں کا ہاتھ بٹایا ہے یہ کتاب کچھ معین و مفید ثابت ہوگی کسی قوم کو معراج کمال پر پہنچنے کیلئے یہ ضرور ہے کہ طبقہ انا بھی علم کے وسیع میدان میں مساوی درجہ حاصل کرے۔ یورپ کی ترقی کا بڑا راز یہی ہے کہ وہاں کی عورتیں بھی مثل مردوں کے زیور تعلیم سے آراستہ ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ایک بچہ کے لئے پہلا مدرسہ اسکے مان کی گود ہے۔ جس قوم میں یہ ابتدائی مدارس بچوں کی تعلیم و تادیب کے لئے مفقود ہوں وہ کیا خاک ترقی کر سکتی ہے۔ جو اصحاب تعلیم انسان کے مخالف ہیں اور خواتین اسلام کو جہالت کی تاریکی میں رکھنا پسند کرتے ہیں انکو چاہیے کہ چشم بصیرت سے ”طلب العلم فربضہ“

کی حدیث نبوی کو ملاحظہ فرمائیں۔ طبقہ نسوان کو کس نے اس حدیث سے
 مستثنیٰ کیا ہے۔ کیا اسلام میں عورتیں عالمہ فاضلہ شاعرہ نہیں گزری ہیں۔
 یہ ظاہر ہے کہ فی نفسہ بے حجابی تحصیل کمالات علمی کے لئے ضرور
 نہیں ہے۔ پھر نہ معلوم عقلا کو کس وجہ سے عورات کے جاہل و غافل
 بنانے پر اصرار ہو سکتا ہے۔ امید ہے کہ میری ناپسندیدہ تالیف اس حجاب
 تغافل قومی کے دور کرنے میں کم و بیش مدد دیگی اور ارباب عقول کی
 نظروں میں کچھ عزت قبول حاصل کریگی۔

ام الاعظم بلگرامی

۱۵۔ دسمبر ۱۹۱۳ء { حیدر آباد دکن
 خیریت آباد۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغَيِّرُ يَوْمَهُ حَتَّى يَغِيرَ وَأَمَّا بِأَنْفُسِهِمْ

دیکھا

مراکش جاچکا فارس گیا اب بیکھنا یہی

کہ جیتا یہی ٹرکی کا مریض ناتوان کتبک

مولانا شبلی کے قومی نوحہ کا یہ شعر سعدی شیراز کے مرثیہ کا ایک شعر یاد دلاتا ہے

آسمان راقع بود گر خون بیار و بر زمین

برزوال ملک متعصم امیر المومنین

فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں تاتاریوں نے عباسیوں کی حکومت کا خاتمہ کیا تھا اور یہاں روح اللہ کی اہمت نے اسلامی سلطنتوں کو خاک میں ملایا مگر جو اسباب خلافت کی تباہی کا باعث ہوئے وہی ان سلطنتوں کی بربادی کا سبب ٹھہرے۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ اُدھر یورپ میں زمین کی کروی اور سطح ہونے پر جھگڑے ہو رہے تھے اور اُدھر اندلس - بغداد - اور قاہرہ کے مدارس میں کرہ ارضی رکھا ہوا تھا اور جغرافیہ پڑھایا جاتا تھا۔ اگر محمد

فرغنی کی تصانیف کا یورپین زبان میں ترجمہ نہ کیا جاتا تو یورپ علم سمیت کی اشاعت سے محروم رہتا۔ یہ مسلمان ہی تھے جنھوں نے پہلے پہل یورپ میں رصد گاہیں بنائیں۔ ۱۱۹۶ء میں الہیثم کے اہتمام سے منارہ رصد گاہ تعمیر ہوا مگر اندلس سے مسلمانوں کے نکالے جانے کو بعد اہل اسپین کو اتنا شعور بھی نہ تھا کہ اُس منارہ کا مصرت سمجھتے۔ اُنھوں نے اُسے کلیسا کا گھنڈہ گھر قرار دیا۔ کیا نصیر الدین طوسی یا ابن یونس کے نام ہوئے نقشہ ہائے فلکیات مسلمانوں کی دماغی قابلیت کا ثبوت نہیں دیتے مسلمانوں ہی کی کوشش سے علم مثلث نے اپنی موجودہ شکل اختیار کی عملی علوم میں جن کا دار و مدار تجربہ پر ہے علم کیمیا کی ایجاد کا سہرا انہیں کے سر رہا۔ علاوہ سائنس کے مسلمانوں نے یورپ کو صنعت و حرفت کے فن۔ طرق معاشرت اور روزانہ زندگی کے آداب سکھائے۔ فن فلاحیت میں آبپاشی کے مختلف طریقے بتائے۔ چوپایوں کی افزائش نسل کے اصول تعلیم کئے۔ ریشم پیدا کرنے کے طریقے بتائے۔ یورپ میں چاول شکر اور روئی کی کاشت کی بنا ڈالی۔ غرض کہ جہاں پیاز تک نہ اُگتی تھی وہاں زعفران لہہا نے لگا۔ اس وقت یورپ میں جو عمدہ عمدہ بلوغ نظر آرہے ہیں وہ مسلمانوں ہی کی بدولت نصیب ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے یورپ پر وہ احسان کیا ہے کہ تاریخ کے صفحوں سے

کبھی ہنہیں سٹ سکتا۔ ہر قسم کی صنعت و حرفت انہیں نے تعلیم دی۔ بلکہ بارود اور توپ خانہ بھی انہیں نے ایجاد کیا۔ پہلی توپ جو بنائی گئی وہ ڈھلی ہوئی نہ تھی بلکہ موٹے آہنی پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ جہاز رانی کے لئے قطب نما ایجاد کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو جہاز رانی اور تجارت سے خاص دلچسپی تھی۔ تجارت کی ترقی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خلیفہ عبدالرحمن ثالث کے زمانہ میں جو محصول صرف تجارتی مال سے وصول ہوتا تھا اسکی تعداد (۸۳۵۰۰۰۰) آٹھ کروڑ پچیس لاکھ روپیہ سالانہ تھی جو اُس زمانہ میں یورپ کے کل سلاطین کی آمدنی سے بڑھی ہوئی تھی۔ ایک ہزار سے زیادہ تجارتی جہاز تھے اور تقریباً دنیا کے کل مشہور بندر گاہوں میں نیکٹریان قائم تھیں۔ قسطنطنیہ۔ بحر اسود۔ بحر قلزم۔ بلکہ ہندوستان۔ چین اور افریقہ کے سوا حل تک اُن کے جہاز جاتے تھے۔ تجارتی معاملات میں مسلمانوں کی قابلیت کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ دسویں صدی میں جب یورپ جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ ابوالقاسم نے اصول تجارت پر ایک بڑی مبسوط کتاب لکھی تھی۔ مختصر یہ ہے کہ مسلمانوں کی ترقی کا ایک وہ عالم تھا کہ :-

ہر گام فلاطین فتادہ

ہر کوچہ معلّم ستادہ

ہم عفت کشاد ہم سد بند

بازار گیان او خروست

ادبائش محبلی آفرینند اطفال شفا در آستینند

یا ایک زمانہ یہ آگاہ ہے کہ رینان صاحب اپنی کتاب اسلام و سائنس میں ایک نقل لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک فرینچ سیاح نے ایک اسلامی سلطنت کے وزیر اعظم سے پوچھا کہ اُس شہر کی آبادی کس قدر ہے تو اُس کا جواب یہ ارشاد ہوا کہ **وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ - ع**
 بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

سلمانوں نے اپنے ہاتھوں یہ گت بنائی۔ اُن کو چاہیے تھا کہ روس و جاپان کی لڑائی سے جو گویا یورپ اور ایشیا کا مقابلہ تھا ایک اچھا سبق لیتے سینکڑوں برس کے ادبار اور ناکامی کی وجہ سے ایشیا کو دنیا کی زندہ اقوام نے مرفوع القلم اور مردہ سمجھ لیا تھا مگر اس جنگ عظیم میں جاپان نے نمایان فتوح حاصل کر کے اس یورپین کلتیہ کی غلطی مثل روز روشن عالم پر ثابت کر دی جس سے تاریخ دنیا میں بعد صد ہا سال کے ایک جدید انقلاب پیدا ہوا۔ حقیقت میں وہ جلیل الشان فتحیابی جاپان کی نہ صرف اُس کے لئے سرمایہ افتخار تھی۔ بلکہ تمام ایشیائی حکمرانوں اور اقوام دنیا کی عزت و شوکت اور قوت و استعداد حکومت کا اُس نے اعادہ معدوم کیا۔ قطرہ کا دریا بن جانا یا ذرہ کا آفتاب ہو جانا جاپانی ترقی کی سچی مثال تھی۔ یہ لڑائی نہ صرف قومی جوش اور ہر قسم کے علوم و فنون جنگ کی ترقی کا ثبوت تھی بلکہ اور صد ہا مسائل مشکل

سیاستِ مدن اُس نے حل کر دئے۔ اس لڑائی نے مثلِ اُیمینہ یہ دکھا دیا کہ اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ ایک نیم وحشی قومِ قلیلِ عرصہ میں اپنے کو اپنی بیدار مغزنی اور کوشش سے اعلیٰ درجہ کی مہذب قوم کیوں کر بنا سکتی ہے تو اس کی صحیح معیار اس لڑائی کی تاریخ تھی۔ ہماری قوم اور ملک بلکہ دنیا کے تمام ممالک اور اقوام جو ترقی کرنا چاہتے ہیں بغور دیکھیں اور فکر کریں کہ خدا ایک ترقی خواہ قوم کو جبکہ وہ کوششِ انسانی کے فرائضِ کامل طور سے ادا کرے کس معراجِ کمال پر پہنچاتا ہے اور قومی جوش و اتحاد کا کیا ثمرہ ہوتا ہے۔ ہم مسلمانوں کی گزشتہ تاریخ اور پچھلے کارنامے۔ ہمارے رہبروں کے نقشِ قدمِ تقلید کے لئے کافی تھے۔ ہمارے یہاں جو کانسٹیٹوشنل گورنمنٹ قائم ہوئی اُس کا مقابلہ آج یورپ کی بہتر سے بہتر کانسٹیٹوشنل گورنمنٹ نہیں کر سکتی۔ جو انسانی آزادی پہنچنے سکھائی وہ آج فریچ زپلک کو بھی نصیب نہیں۔ یون کہنے کو یورپ کہا کرے کہ مساوات و حریت کا وہ معلم ہے مگر ہم اسکو تسلیم نہیں کر سکتے۔ اگر یورپ نے مساواتِ انسانی کا سرِ بستہ راز سمجھ لیا ہوتا تو آج بادشاہِ ورعیت کے حقوق و امتیازات میں اتنا فرق نہ ہوتا۔ یورپ کی مساوات تو یہیں تک محدود ہے کہ بادشاہ کے ہاتھ سے مطلق العنانی لے لی جائے مگر اسلامی مساوات اس سے کہیں بدرجہا بڑھی ہوئی ہے۔ اسلام تو یہ تلقین کرتا ہے کہ بادشاہوں کے سرِ دُن کو مرصعِ تاجوں سے مزین کرنے کی ضرورت نہیں۔ اُن کے نشست

کے لئے طلائی تخت بیکار ہیں۔ خدا کی مخلوق اس لئے نہیں خلق ہوئی ہے کہ
 اپنا خون پسینہ کر کے کسی ایک بندہ خدا کے لئے بڑے بڑے عظیم الشان
 قصر بنائے یا اسباب تعیش مہیا کرے۔ اس سے بڑا کے مساوات اور کیا ہو سکتی
 ہے لیکن افسوس ہے کہ آج بادشاہ تو ایک طرف اگر کسی کے پاس کچھ سکے جمع
 ہو جاتے ہیں تو اپنے تئیں فرعون یا سامان سمجھنے لگتا ہے۔ اسلام کی انگلی
 سادگی اور عظمت کا پتہ گزشتہ صدی کے بعض افراد میں ملتا ہے اسلام کے
 روز افزون عروج اور زوال پر جب عمیق نظر ڈالی جاتی ہے تو عقل پر ایک
 عجیب سکتہ کا عالم طاری ہوتا ہے اور بالآخر فکر انسانی اس نکتہ پر ششبی ہوتی ہے
 کہ جو اسباب و علل زوال اسلام کے روز اول تھے۔ وہی سات سو برس کے بعد
 اور وہی آج بھی عقلاً و وقت کے پیش نظر بین اگرچہ صورت اُن کی تبدیل
 ہو گئی اور نام مختلف ہو گئے ہیں مگر روح معنی ایک ہی ہے مثلاً زمانہ مستعصم
 آخر خلفاء بنی عباس میں علت زوال سلطنت کیا تھی۔ وہی افراط عیش پرستی
 اور بادشاہ و ارکان دولت کی غفلت اس کے ساتھ نفاق اور خود غرضی کی و بار
 عام۔ اختلافات باہمی کا زور و شور جو حکام و ارباب اقتدار میں ساری تھا اور
 سلطنت کے حق میں سم قاتل بن گیا تھا لہذا تاتاری وحشی قوم نے تحت
 خلافت کو تباہ اور بارگاہ حکومت کو خاک سیاہ کر دیا۔ وہی اسباب ہمارے
 زمانہ میں بھی مراکش۔ ترکی اور ایران کی بربادی کا سبب ہوئے۔ وہی ساز و

کی گرم بازاری اور سلاطین کی غفلت شعاری وہی نفاق و شقاق ارکان
 دولت کا اپنے مضبوط قدم جماے ہوئے ہے۔ ملک فروشی میں تو مسلمانوں
 کے مثل کوئی قوم یورپ میں نہیں مل سکتی۔ اغراض نفسانی پر ملک اسلام کو
 نثار کر دینا ان کا خاص دین و ایمان ہے۔ فرق یہ ہے کہ اُس زمانہ میں وحشت
 نے اسلام پر حملہ کیا تھا اور اسکو زیر و زبر کروا دیا۔ ہمارے زمانہ میں تہذیب
 نے ممالک اسلام کو ساحل فنا پر پہنچایا۔ اُس زمانہ میں ہم مہذب قوم دنیا
 میں شمار کئے جاتے تھے۔ اب اپنی غفلت و جہالت کی بدولت نیم وحشی
 کہلاتے ہیں۔ مہذب مسیحی قوم نے ایک طرف تو صد ہا آلات آتشی انسانی
 قربانی کے لئے ایجاد کئے دوسری طرف آلہ ڈپلومیسی کی خوش کن مہذب
 و باریک رفتار بقیۃ السیف ممالک اسلامی پر قبضہ کرنے میں آتش بار
 توپوں کا کام کر رہی ہے۔ اگر توپ و بندوق سے اس مظلوم و بیکیس کی
 جان بچی تو ڈپلومیسی کے ناز و کرشمے مار لیا۔ جب حکماء وقت و جان
 نثاران اسلام نے دیکھا کہ اسلام اب آخری منزل طے کر رہا ہے اور قریب
 ہے کہ تمام روے زمین سے اُس کا جنازہ نکلے اور کوئی اُسپر ماتم کر نیوالا
 نہ رہے تو انہوں نے نقد جان ہاتھ میں لیکر قومی و ملکی اصلاح پر کمر ہمت
 چست باندھی۔ پہلا مقابلہ ان بے بضاعت حکماء و عقلا را اسلام کا جنگجو
 پاس نہ مال و زر تھا نہ فوج نہ خزانہ یا رسے نہ مددگارے حکمرانان ممالک

اسلامی سے ہوا جن کے ظلم و ستم و عیش و غفلت و غرور و نخوت سے تمام رعایا جان بلب تھی۔ آباد ملک ویران ہوتے جاتے تھے۔ رعایا مسیحی ملکوں میں پناہ لیتی تھی۔ مسیحی شکاری جو کئی قرن سے اس دن کے تاک میں تھے انہوں نے اس کمزوری سلطنت اور طوفان بد نظمی سے پورا فائدہ اٹھایا اور رفتہ رفتہ اس جسم ناتوان سلطنت اسلامی کے اعضا کو کاٹ کاٹ کر ہضم کرنے لگے۔ فدا یان اسلام بڑی دلیری سے اس مقابلہ میں ثابت قدم رہے۔ اپنی جان عزیز کو خطرہ میں ڈالا اور ہر قسم کی مصیبت کو جھیلا اس طبقہ شہدائے ملت میں ہم پہلے سہنشاہ اقلیم حریت سید جلال الدین افغانی کے نام نامی کو اس دیباچہ کا زیور بناتے ہیں کیونکہ انہیں کے جد و جہد سے اولاً چراغ آزادی ایران میں روشن ہوا اور دستوری حکومت کی بنا پڑی۔ اصل الاصول انقلاب و اصلاح ترکی و ایران بھی شخص تھا جس کے اثرات حمیدہ کو بعض ظالم سلاطین یورپ نے بزدل شمشیر و قوت ڈپلومیسی پامال کر دیا غالباً ان کے حالات زندگی اس تفصیل سے دوسرے مقام پر مجموعاً نہ ملین گے۔ اگر اس سے بہت حریت میں مسلمانوں کے جنبش نہ ہوئی تو دین چھپی کا مزہ تو ضرور ہی حاصل کر لیں گے۔

یہ سرتاج مشاہیر اسلام انیسویں صدی میں پیدا ہوا۔ اُس نے یہ محسوس کیا کہ اسلامی سلطنتوں کا بقا اُسی وقت تک ممکن ہے جب تک کہ دول



Sayyid Jamálu'd-Dín "al-Afghán"
(died March 9, 1897)

یورپ متحد نہیں ہوتیں۔

چنانچہ اُس نے بحیال دور اندیشی اس بات کی سمت کوشش کی کہ مختلف اسلامی سلطنتوں میں اتحاد اور ایک جہتی پیدا ہو تاکہ اس سیلاب عظیم کا انسداد ہو سکے جو غرقِ یورپ سے اُٹھنے والا ہے۔ یہ اسی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ایرانیوں اور ترکوں میں اچھے تعلقات پیدا ہوئے اور علمائے عراق بھی سلطان المعظم کو خلیفۃ المسلمین ماننے لگے۔ اگر وہ شخص آج زندہ ہوتا تو غالباً اسلامی سلطنتیں اس طرح برباد نہ ہوئیں اور صلیب ہلال کی جگہ نہ پاتی۔ افسوس ہے کہ باہمی نفاق اور خود غرضیوں نے اُسے قبل از وقت طعمہ اجل بنا دیا۔ کسی قوم کا ادبار اس سے بڑھ کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو لوگ اُس کے بھی خواہ ہوں انہیں زہر دیا جائے یا زندان مصیبت میں طرح طرح کی اذیتوں سے ہلاک کئے جائیں۔

یہ امر بحث طلب ہے کہ آیا بڑے بڑے لوگ دنیا میں انقلابات کا باعث ہوتے ہیں یا انقلاب عالم ایسے لوگ پیدا کرتا ہے سید جمال الدین افغانی جنہوں نے مختلف اسلامی گروہوں میں اتحاد و اخوت کی روح پھونکی ۱۲۵۷ھ میں بپقام اسد آباد جو مصنفات کابل سے ہی پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام سید صفدر تھا اور وہ مشہور محدث سید علی ترمذی کی اولاد میں تھے۔ سید صفدر حسینی سید تھے۔ سید جمال الدین کے زمانہ طفولیت میں وہ

اسد آباد سے کابل آئے۔ بچپن ہی میں سید جمال الدین نے اپنی غیر معمولی ذہانت اور ذکاوت کا ثبوت دیا۔ جب وہ آٹھ برس کے ہوئے تو اُس کے والد نے انہیں خود پڑھانا شروع کیا۔ دس سال میں انہوں نے کل علوم میں تبحر حاصل کر لیا۔ علاوہ عربی صرف و نحو کے علم تحقیق۔ علم بدیع۔ علم تاریخ۔ فقہ۔ حدیث۔ علم تصوف۔ منطق۔ فلسفہ عملی و علمی علم طبعیات و موجودات عالم۔ علم ریاضی۔ علم ہیئت۔ علم طب۔ اور علم تشریحات وغیرہ ان سب علوم میں پورا عبور حاصل کیا۔

اٹھارہ برس کے سن میں وہ ہندوستان آئے اور یہاں ایک سال و چند مہینہ رہ کر یورپین سائنس اور اُس کے طرق سیکھ لئے۔ ہندوستان سے واپس جج مکہ معظمہ گئے اور وہاں سے واپسی کے بعد امیر دوست محمد خان کے ملازم ہو گئے۔ جب دوست محمد خان نے سلطان احمد شاہ کے خلاف ہرات پر فوج کشی کی تو یہ اُن کے ساتھ تھے۔ دوست محمد خان نے ۱۸۴۲ء میں انتقال کیا اور امیر شیر علی اُن کا جانشین ہوا۔ شیر علی نے اپنے وزیر محمد رفیق خان کے مشورہ سے اپنے تینوں بھائیوں کو جو کے نام محمد اعظم۔ محمد اسلم۔ اور محمد امین تھے قید کرنا چاہا سید جمال الدین محمد اعظم سے بہت بانوس تھے جب ان تینوں بھائیوں کو شیر علی کا ارادہ معلوم ہوا تو ہر ایک اپنے اپنے صوبہ کو بھاگ گیا اور خانہ جنگی شروع ہوئی۔ آخر کار محمد اعظم مع اپنے بھتیجے

بخارا میں پناہ لی۔ سید جمال الدین بوجہ اپنی سیادت اور ذاتی
 اثر کے شیر علی کے انتقام سے محفوظ رہے۔ لیکن چند روز بعد اٹھون نے
 وہاں سے چلا جانا مناسب خیال کیا اور امیر سے دوبارہ حج کے لئے بیت
 جانے کی اجازت چاہی۔ انہیں اجازت تو دی گئی مگر اس شرط پر کہ وہ ایران
 ہو کے نہ جائیں اسلئے کہ شیر علی کو اندیشہ تھا کہ یہ وہاں محمد اعظم سے کچھ ساز و باز
 کرینگے چنانچہ سید جمال الدین ۸۸۹ھ میں ہندوستان کے راستے سے مکہ
 معظمہ روانہ ہوئے۔

جب وہ ہندوستان آئے تو گورنمنٹ ہند نے اُن کی بڑی عزت کی
 مگر اٹھین سربراہ اور وہ مسلمانوں سے ملنے نہ دیا اور اگر وہ ملے بھی تو گورنمنٹ
 ہند نے اپنی پوری نگرانی رکھی۔ وہ یہاں ایک ماہ سے زیادہ نہ رہے۔ بعد ازاں
 گورنمنٹ ہند نے اٹھین اپنے ایک سرکاری جہاز پر سوار کر کے سوئز پہنچا دیا۔
 سوئز سے وہ پہلے دفعہ قاہرہ پہنچے اور وہاں چالیس روز رہے۔ اپنے اثنار
 قیام میں انہوں نے وہاں کی مشہور یونیورسٹی الازہر کا کئی مرتبہ معائنہ کیا اور
 وہاں کے اساتذہ اور طلباء کے ساتھ بحثیں کیں اور اپنے قیام گاہ پر کئی لکچر
 دئے۔ بجائے مکہ معظمہ جانے کے سید جمال الدین نے یہ قصد کیا کہ قسطنطنیہ
 جائیں چنانچہ وہاں گئے اور علی پاشا وزیر اعظم اور دوسرے مشاہیر دولت
 عثمانیہ نے اُن کا بڑا باستان استقبال کیا وہاں چھ مہینے کے بعد وہ انجمن

دانش کے ایک ممبر مقرر ہوئے اور ماہ رمضان ۱۲۸۷ھ میں تحسین افندی ناظم
یونیورسٹی دارالعلوم نے اُن کو مدعو کر کے یہ خواہش ظاہر کی کہ طلباء کے سامنے
لکچر دین اور انہوں نے عذر کیا اور یہ کہا کہ ترکی زبان سے وہ زیادہ واقف
نہیں ہیں مگر آخر کار راضی ہو گئے۔ انہوں نے اپنا لکچر ترکی زبان میں لکھ کر
صفوت پاشا وزیر تعلیمات عامہ اور شیروانی زادہ وزیر پولیس اور معین پاشا کو
دکھایا سب نے اس لکچر کو بہت پسند کیا۔ بد قسمتی سے شیخ الاسلام حسن فہمی فندی
سید صاحب سے بہت رشک و حسد کرنے لگے تھے اور اس کوشش میں
تھے کہ کسی طرح اُن کے اثر کو مٹائیں چنانچہ ایک بڑے جلسہ عام میں جہاں بہت
سے لائق ترکی مدبرین نامہ نگاران اخبار اور علما جمع تھے سید صاحب نے لکچر دیا۔
شیخ الاسلام ہتاک میں تھے کہ کوئی ایسا جلد سید صاحب کے منہ سے نکلے جس سے
وہ اُن کی نسبت کفر و الحاد کا فتویٰ دیسکیں۔ سید صاحب نے اپنے لکچر میں
ملک کو ایک پولیٹیکل مجسمہ قرار دیکر اُسے جسم انسانی سے تشبیہ دی اور یہ بیان
کیا کہ جس طرح انسان کے تمام اعضا دل و دماغ کے تابع ہیں اسی طرح ہر ملک
کے پولیٹیکل اجزاء ایک مرکزی حکومت یا بادشاہت کے زیر اثر ہیں۔ مختلف
صنعت و حرفت اور دستکار یا نملک کی جزو لائیفک ہیں۔ مرکزی حکومت
یا بادشاہت بمنزلہ دماغ کے ہے دستکار بمنزلہ ہاتھ پاؤں کے۔ کاشتکار
بمنزلہ جگر کے۔ جہاں ان بمنزلہ پاؤں کے اور اسی طرح دوسرے اجزاء۔ چنانچہ

انسانی سوسائٹی کا یہ مجسمہ اس طرح مرکب ہوا ہے جس طرح جسم بغیر روح کو زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح یہ مجسمہ بھی بغیر کسی رہبر کے باقی نہیں رہ سکتا۔ اب یہ روح یا رہبر خواہ ملکوئی یعنی نبوی ہو یا فلسفیانہ قوت کا نتیجہ۔ البتہ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر میں اللہ ہے جو کوشش سے نہیں حاصل ہو سکتی بلکہ خدا اپنے بندوں میں جیسر مہربان ہوتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور آخر الذکر مطالعہ اور مراقبہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ان دونوں میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ بنی سے کبھی غلطی اور خطا نہیں ہوتی مگر فلسفی اکثر بہک جاتا ہے اور غلطی کر بیٹھتا ہے۔

شیخ الاسلام حسن فہمی افندی تو اس تاک ہی میں لگے تھے کہ کوئی گرفت کا موقع ملے۔ سید صاحب کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ انہوں نے یہ الزام لگایا کہ یہ نبوت کو صنعت و حرفت سے تشبیہ دیتے ہیں اور بنی کو صنایع یا دستکار کہتے ہیں۔ پھر کیا تھا محراب و ممبر پر دونوں طرف سے مباحثے ہونے لگے اور اخباروں میں بھی خوب مضامین چھپے سید صاحب نے اپنے بیان کی تائید میں خوب بحثیں کیں اور آخر کار دولت عثمانیہ نے بحیال امن اُن سے کہا کہ قسطنطنیہ سے تھوڑے دنوں کے واسطے چلے جائیں۔ چنانچہ ۲۲ مارچ ۱۸۷۸ء میں وہ مصر چلے گئے۔

اول سید جمال الدین کا ارادہ یہ تھا کہ مصر میں صرف چند روز قیام کریں

لیکن جب ریاض پاشا اُن سے ملے تو اُن کی اعلیٰ قابلیت سے بہت متاثر ہوئے اور اُنہوں نے گورنمنٹ مصر سے ایک ہزار پیا سٹر ماہانہ اُن کے لئے الاؤنس مقرر کر دیا یہ الاؤنس کسی خاص خدمت کے لئے نہ تھا بلکہ محض اس خیال سے کہ سید صاحب ایک ایسے نامی زبردست عالم تھے کہ اُن کا مثل نہ تھا گورنمنٹ مصر نے اُن کی مہانداری کی۔ تمام طلباء اور دوسرے لوگ جن کو اُن کی شہرت کی خبر پہنچی سب اُن سے ملنے کے لئے آنا شروع ہوئے اور اُنہیں ترغیب دی کہ اپنے مکان میں کوئی لکچر دیں چنانچہ اُنہوں نے ان شائقین کے سامنے بعض اعلیٰ مضامین پر لکچر دیئے۔ الہیات۔ فلسفہ۔ علم اصول قوانین۔ علم ہیئت اور تصوف پر بڑی مدلل تقریریں کیں۔

اب مصر میں روز بروز اُن کا اثر اور اُن کی شہرت بڑھنے لگی اور اب اُنہوں نے تعلیم و تدریس بھی شروع کر دی اور اپنے شاگردوں کو علم ادب اور اظہار مطلب کی طرف بہت توجہ دلائی اور اُنہیں آمادہ کیا کہ تمدنی۔ مذہبی۔ فلسفہ اور ادب پر مضامین لکھیں۔ اب تک مصر میں زور اہل قلم بہت کم تھے صرف عبداللہ پاشا فخری۔ خیری پاشا۔ محمد پاشا مصطفیٰ پاشا دہبی اور چند اصحاب اور مشہور لکھنے والوں میں گنے جاتے تھے۔

۵۔ بڑی کا ایک تقری سک جو اسپین کے ڈار کے مساوی قیمت ہے۔

مگر سید کی کوششوں سے اب سیکڑوں زبردست اہل قلم پیدا ہو گئے۔ اسکا
 نتیجہ یہ ہوا کہ بعض لوگ سید کے دشمن ہو گئے اور اُن سے حد کرنے
 لگے۔ قدیم وضع کے علماء کو یہ پسند نہ تھا کہ مصر میں فلسفہ کی تعلیم پھیلے اور
 لارڈ وئیوین سفیر کبیر برطانیہ سید کی پولیٹیکل مستعدی سے بہت خائف
 ہوا اور توفیق پاشا سے کہہ کر جو اُس زمانہ میں خدیو ہوئے تھے مصر سے سید
 اور اُن کے شاگرد رشید ابو تراب کے اخراج کا حکم جاری کر دیا یہ واقعہ ماہ ستمبر
 ۱۸۶۹ء میں پیش آیا تب سید نے پھر ہندوستان کا رخ کیا اور یہاں آکر حیدر
 دکن میں سکونت اختیار کی جہاں انہوں نے منکرینِ روح کے رومین فارسی
 میں ایک رسالہ لکھا جو ۱۸۸۱ء میں طبع ہوا۔

۱۸۸۲ء میں مصری نوجوان کی تحریک جسکے بانی سیّد جمال الدین
 تھے اور جسکا مقصد تھا کہ خدیو کے اسراف اور اُن کے اختیارات محدود کر
 جائیں اور مصر میں اغیار کی دست اندازی کا اشداد ہو آخر کار ایک بغاوت
 کی صورت میں ظاہر ہوئی اور عربی پاشا سر غتا بنے مگر انجام یہ ہوا کہ اسکندریہ پر
 گولہ باری کی گئی۔ جنگِ ثل الکبیر واقع ہوئی اور مصر پر برطانیہ کا قبضہ ہو گیا۔
 قبل اس کے کہ یہ لڑائی شروع ہو گورنمنٹ ہند نے بہ نظر احتیاط سید
 جمال الدین کو حیدرآباد سے کلکتہ بلا لیا اور وہاں اُس وقت تک نظر بند
 رکھا جب تک کہ لڑائی ختم نہ ہوئی اور مصری فدائیوں کو شکست نہ ہوئی اس کے

بعد انھیں اجازت دی گئی کہ ہندوستان سے چلے جائیں۔ وہ یہاں سے
اول لندن گئے اور صرف چند روز وہاں ٹھہر کر پیرس چلے گئے جہاں تین
سال تک اُن کا قیام رہا۔

پیرس میں اُن کے دوست اور شاگرد رشید شیخ محمد عبدالمصغر کے مفتی
معزول اُن سے آکے ملے۔ شیخ محمد اس بنا پر اپنے وطن سے نکالے گئے
تھے کہ انہوں نے ۱۸۸۲ء کے قومی ہنگامہ میں شرکت کی تھی۔ اندونون
نے ملکہ ایک عربی اخبار العروۃ الوثقی جاری کیا جو ہفتہ میں ایک مرتبہ شائع
ہوتا تھا اور اُس میں زیادہ تر پولیٹیکل مضامین گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف
ہوتے تھے۔ گورنمنٹ برطانیہ اس اخبار سے بہت مخالفت ہوئی اُس نے
اول ہندوستان میں اُس کے آنے کی مخالفت کی بعد ازاں دوسرے فرانس
اُس اخبار کو موقوف کرادیا پیرس میں سید جمال الدین نے فرینچ
زبان بھی سیکھ لی اور یورپ کے اخباروں میں اپنے پولیٹیکل خیالات پر
مضامین لکھنے شروع کئے اور مراہضان کے ساتھ جو وہاں کا ایک
مشہور عالم تھا اسلام اور سائنس پر بڑی فلسفیانہ بحثیں کیں۔ جو پولیٹیکل مضامین
سید جمال الدین نے انگلستان۔ روس۔ ٹرکی اور مصر پر لکھے وہ انگریزوں
کے کل اخباروں نے شائع کئے۔ اُس زمانہ کے مشہور انگریز مدبرین سید
کے بے انتہا معترف تھے مگر انہیں ایک بہت خطرناک شخص سمجھتے تھے۔

باوجود اس مخالفت کے وہ شہنشاہِ مین پھر لندن آئے اور لارڈ رنڈلف چل
سر ڈرمینڈ ولف اور لارڈ سالسبری نے اُن سے ملاقات کی اور مہدی سودا
کے متعلق اُن کے خیالات دریافت کئے اور یہ کوشش کی کہ اُن کے
ذریعہ سے مہدی سے مصالحت کی جائے۔

جب اخبارِ عروۃ الوثقی کی اشاعت بند ہو گئی تو سید جمال الدین پیرس
سے ماسکو اور سینٹ پیٹرس برگ گئے اور وہاں اُن کا بڑا احترام کیا گیا۔ روس
میں سیل صاحب چار برس تک رہے اور اس عرصہ میں اُنہوں نے مسلمان
رعایا سے روس کی ایک بڑی خدمت یہ کی کہ زار کو ترغیب دیکر قرآن مجید اور
دوسری مذہبی کتابوں کے طبع کی اجازت دلائی اُس وقت تک روس میں
قرآن مجید یا کوئی مذہبی کتاب طبع نہ ہو سکتی تھی۔

جس وقت سید صاحب سینٹ پیٹرس برگ میں مقیم تھے شاہ ایران ناصر الدین
شاہ وہاں آئے اور سید صاحب سے ملنا چاہا مگر سید نے اس سے انکار کیا بعد ازاں
کچھ عرصہ بعد بمقام میونخ دونوں میں ملاقات ہوئی۔ شاہ نے بہ اصرار سید
کہا کہ اُن کے ساتھ ایران چلیں وہ اُنہیں اپنا وزیر اعظم بنائیں گے مگر سید نے
اول انکار کیا اور یہ عذر کیا کہ وہ پیرس کی نمائش جانا چاہتے ہیں مگر شاہ کے
متواتر اصرار نے انہیں راضی کر لیا گو اُن کے دوست شیخ عبدالقادر مغربی نے
انہیں متنبہ کیا اور یہ کہا کہ شاہ وزیر اعظم کس طرح بنا سکتے ہیں اس لئے کہ

سید صاحب سنی المذہب مہین - سید نے اس کا جواب دیا کہ یہ محض شاہ کا خیال ہے تاہم وہ شاہ کے ہمراہ ایران گئے اور کچھ عرصہ تک وہاں رہے۔ حبیب سید نے دیکھا کہ شاہ کا برتاؤ اُن کے ساتھ بدل چلا ہے تو اُنہوں نے پھر یورپ واپس جانے کی اجازت چاہی لیکن کج خلقی کے ساتھ اس سے انکار کیا گیا تب سید نے مزار شاہ عبدالعظیم مین پناہ لی اور وہاں سات ماہ تک رہے اب اُنہوں نے شاہ کی نسبت اپنا مخالفانہ خیال صاف ظاہر کر دیا اور تقریراً و تحریراً اُسے تخت کا نا اہل ثابت کیا اور یہ رائے دی کہ وہ تخت سے معزول کیا جائے۔ اُن کے شاگردوں اور مریدوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی انہیں بعض شخصوں کے نام قابل ذکر ہیں۔ شیخ علی قزوینی۔ یہ صاحب ایران کے پہلی پارلیمنٹ کے زمانہ میں عدالت قضا کے مہر مجلس مقرر ہوئے تھے اور باغ شاہ مین قید بھی کئے گئے اور مین پر شاہ معزول محل علی شاہ نے سخت ظلم کئے۔

میرزا آقاخان - ایرانی اخبارات کے نائب ایڈیٹر تھے جو سطنطنیہ سے شائع ہوتا تھا۔ جولائی ۱۸۹۶ء مین یہ بیمار ہے بھی شیخ احمد کرمانی کے ساتھ تبریز مین خفیہ طور سے ہلاک کئے گئے۔ میرزا رضا کرمانی۔ یہ وہ شخص ہے جس نے عرصہ ۱۸۹۶ء ناصر الدین شاہ کو گولی سے ہلاک کیا ۱۲ اگست کو طہران مین اُسے پھانسی دی گئی۔

میرزا محمد علیخان طهرانی۔ ان صاحب نے روزنامہ پرایک کتاب لکھی ہے۔ سنا جاتا ہے کہ سید جمال الدین مویدا الاسلام اوٹیر اخبار جبل المتین کلکتہ بھی سید صاحب کے تلامذہ میں ہیں۔

آخر کار شاہ نے یہ فیصلہ کیا کہ انہیں ملک سے نکال دینا چاہیے۔ مگر وقت یہ پیش آئی کہ انہوں نے ایسے متبرک اور مقدس مقام میں پناہ لی تھی کہ وہاں ان کو گرفتار کرنا بے ادبی تھا۔ آخر کار شاہ نے پانچ سو سواروں کو یہ حکم دیا کہ انہیں گرفتار کر کے ترکی سرحد تک پہنچا دیں۔ جو وقت یہ سوار گرفتار کرنے آئے پچارے سید صاحب بوجہ بیماری کے فریش تھے۔ شاہ کی اس حرکت سے سید کے شاگرد اور مرید بہت ناراض ہوئے چنانچہ یہی ایک خاص سبب تھا جو ۱۸۹۶ء میں ناصر الدین شاہ کی قتل کا باعث ہوا۔

ایران سے سید جمال الدین کا اخراج ۱۲۹۱ھ کے شروع میں ہوا اسی سال کے موسم خزان میں وہ لندن آئے اور پرنس میکم خان کے وہاں مہمان ہوئے۔ لندن میں انہوں نے ایران کے مظالم پر کئی اسپیچیں دیں اور مضامین لکھے۔

۱۲۹۲ھ میں سید پھر قطنطنیہ گئے اور وہاں پانچ برس تک رہے۔ سلطان عبدالحمید خان ان سے بہت خوش تھے اور ان سے کہا کہ شاہ ایران کے خلافت قلم روک لیں۔ سفیر ایران تین مرتبہ اس بارے میں

التجا کر چکا ہے اور گو دومرتبہ اس بارے میں دخل دینے سے انکار کیا گیا مگر جب تیسری دفعہ سفیر نے مجھ سے کہا کہ تو میں نے اس سے وعدہ کر لیا ہے کہ میں آپ سے کہوں گا کہ اس طرح کے حملوں سے باز آئیں۔ سید نے یہ جواب دیا کہ خلیفہ وقت کے حکم کی تعمیل بہر و چشم منظور ہے۔ میں نے اب شاہ ایران کو معاف کر دیا۔ تب سلطان نے کہا کہ غالباً شاہ ایران آپ سے بہت ڈرتے ہیں۔ بعد کے واقعات نے ثابت کیا کہ شاہ کا خوف بے بنیاد نہ تھا۔ جب غرہ مئی ۱۸۹۶ء کو ناصر الدین شاہ میرزا محمد رضا کرانی کے ہاتھ سے مارا گیا تو اول بابیوں پر اس قتل کا شبہ ہوا بعد ازاں سید جمال الدین اور ان کے بعض شاگرد میرزا آقاخان۔ شیخ احمد کرانی۔ حاجی میرزا حسن خان خیر الملک کو نسبت اس جرم کا گمان ہوا چنانچہ دولت عثمانیہ سے کہا گیا کہ یہ چاروں اشخاص گورنمنٹ ایران کے حوالہ کر دے جائیں۔ آخر الذکر تین شخص ایرانی عہدہ داروں کے حوالہ کر دے گئے اور وہ تینوں بیچارے تبریز میں خفیہ طور سے مار ڈالے گئے مگر سلطان نے سید جمال الدین کو دینے سے انکار کیا۔

۱۸۹۶ء کے آخر میں سید جمال الدین کے جڑے میں ایک مظلم نکلا جس کا زہر ان کی گردن تک پہنچ گیا اور آخر کار نوین مارچ ۱۸۹۷ء کو ان کی ہلاکت کا باعث ہوا۔ بڑی شان و شوکت کے ساتھ ان کی تجہیز و تکفین کی گئی اور قبرستان مشائخ میں دفن ہوئے۔ بعض ایرانیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ترک اس سے انکار

کرتے ہیں کہ سید کو زہر دیا گیا اور زہر اس طرح پرو دیا گیا کہ سلطان کے ایک صاحب
ڈاکٹر ابو الہدی نے اُن کے ہونٹ میں نشتر دیا تھا اور اس نشتر کے ذریعہ سے
زہر پھونچا گیا جو بطاہر ایک سلطان کی صورت میں نمودار ہوا۔

سلطان عبدالحمید خان سی چالاک اور شخصی حکومت کے
ولدادہ شخص سے اس فعل کا سرزد ہونا کوئی تعجب نہیں ہے۔ زمانہ قیام قسطنطنیہ
میں سید ایک قسم کی حراست اور قید محض میں بسر کرتے تھے اُن کو کہیں
باہر جانے کی اجازت نہ تھی اور نہ اُن کا قلم آزادی کی صورت دیکھ سکتا تھا
مگر آسائش و آرام کا جملہ سامان اُن کے لئے اس احاطہ میں حاضر تھا یہی وجہ
تھی کہ طول قیام قسطنطنیہ میں کوئی مصنونہ کوئی رسالہ اُن کا اسلامی دنیا کی
بیداری میں نہ نکل سکا۔ سلطان عبدالحمید خان کا جابرانہ حکم
سلب آزادی زبان و قلم میں ایسا تھا کہ کوئی اُس کی مخالفت میں دم مار سکتا
اور جن لوگوں نے ایسی بہادری کی وہ صفحہ ہستی سے مٹا دئے گئے سید اگر
ایسا کرتے تو جائے پناہ کہاں تھی ایران کا حال تو ظاہر تھا سلطان اس سے
زیادہ شخصی حکومت میں منہمک تھے کابل میں بھی شخصی حکومت کا دور دورہ تھا
پھر سوائے آزاد یورپ کے جاے پناہ کہاں تھی وہاں بھی پولیٹیکل چالون
نے اُن کو قرار نہ لینے دیا اور وہاں سے بھی نکلنا پڑا اُن کا رسالہ ممنوع ^{عیت} _{لا}
ہوا بالآخر ایسا شخص گوشہ تنہائی کو غنیمت نہ سمجھے تو کیا کرے لیکن

افسوس کہ گوشہ تنہائی میں بھی شخصی حکومت کے جادو نے اُنکو چین نہ لینے دیا اور بالآخر ان کی جان شیریں تلف ہوئی مگر حق یہ ہے کہ اُن کا نام نامی ممالک اسلامی میں اب تک زندہ ہے۔ اور جب تک ایک شخص بھی دستوری حکومت کا دم بھرتا رہے گا۔ سید کا کلمہ پڑھتا رہے گا۔

چنانچہ اس عجیب و غریب شخص سید جمال الدین کا یہ مختصر حال ہے جو ناظرین سے عرض کیا گیا۔ بیس سال میں اس شخص نے اسلامی دنیا میں ایک عجیب انقلاب پیدا کر دیا۔ اگر اُن کے پورے حالات لکھے جائیں۔ تو ایک بڑی ضخیم کتاب ہو جائے اب تک ترکی۔ مصر اور ایران میں اُن کا اثر موجود ہے میں نے جو واقعات بالا مختصار بیان کئے ہیں اُن سے اس شخص کی اصلی قدر و قیمت نہیں ظاہر ہوتی۔ اسلامی دنیا میں اس صدی میں ایسا فصیح البیان نہیں پیدا ہوا۔ سید کی روزانہ زندگی بالکل سادہ تھی۔ شب و روز میں صرف ایک دفعہ غذا کھاتے تھے اور وہ بھی بہت کم البتہ چائے کے بہت شائق تھے شب میں بہت کم سوتے تھے اور بہت سویرے اٹھ بیٹھتے تھے۔ جو کوئی اُن سے ملنے آتا تھا امیر ہو یا غریب سب سے ایک طرح پر نہایت خلق و مہربانی کے ساتھ پیش آتے تھے بڑے لوگوں سے بہت کم ملنے جاتے تھے دنیا کی چیز و نکو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے دلیری اور صاف باطنی صورت سے ٹپکتی تھی امرایا بادشاہوں

کے ساتھ نہایت جرأت و خود داری سے ملتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے جب وہ مہر سے نکالے گئے اور سویر پھونچے تو اُن کے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا جہاز پر سفیر ایران اور بعض ایرانی تاجر ہم سفر تھے اُن سب نے ملکر انہیں بہت سا روپیہ دینا چاہا مگر انہوں نے صاف انکار کیا اور یہ کہا کہ اس روپیہ کو آپ لوگ اپنے پاس رکھنے دیجئے آپ کے کام آئیگا مجھے اسکی ضرورت نہیں۔ خدا کا شیر جہان جانا ہے اللہ اُسے کھانے کو دیدیتا ہے اُن کی ذہانت۔ ذکاوت مشہور عالم تھی۔ اُن میں ایک مقناطیسی کشش تھی جو لوگوں کو ان کی طرف مائل کر دیتی تھی اُن کا علم اور تبحر نہایت وسیع تھا بالخصوص قدیم فلسفہ۔ فلسفہ تاریخ۔ تاریخ تمدن اسلام اور کل اسلامی علوم پر عبور تھا۔ قریب دنیا کی اکثر زبانیں جانتے تھے۔ کتب بینی کا اس درجہ شوق تھا کہ کسی وقت اُن کا ہاتھ کتاب سے خالی نہ رہتا تھا۔ اُنھوں نے کبھی شادی نہیں کی اور حُسن و عشقِ سوانہ کی طرف سے بالکل بے پرواہ تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا اصل مقصد یہ قرار دیا تھا کہ اسلام کے بکھرے ہوئے شیرازے کو مضبوط کر دین اور دنیا کی کل اسلامی سلطنتوں کو ایک خلیفہ وقت کے زیر اثر لے آئیں چنانچہ اسی لئے انہوں نے اپنی ساری عمر اس کوشش میں صرف کر دی۔ کل دنیوی لذات چھوڑ دے نہ شادی کی اور نہ کسبِ معاش کے لئے کوئی پیشہ اختیار کیا۔ افسوس یہ ہے کہ انہوں نے اپنے خیالات

اور ارادوں کی کوئی تار بچ نہ چھوڑی۔ اُن کی تصانیف میں صرف چند رسالہ یا بعض خطوط ہیں جن کا ذکر آچکا ہے۔ مگر انہوں نے اپنے احباب اور مریدوں کے دلوں میں ایک ایسی روح پیونگی جس نے مشرق کی اصلاح کیلئے انہیں کمر بستہ کر دیا۔

سید محمد رشید اوٹیر المنار نے تین مشہور خط چھاپے ہیں۔ جو سید جمال الدین نے لکھے تھے ان خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سید کے زور قلم نے ایران میں کیا کردکھایا۔ پہلا خط حاجی میرزا حسن شیرازی مجتہد سامرہ کے نام ہے۔ اس خط نے اپنا یہ اثر دکھایا کہ مجتہد صاحب نے فی الفور تمباکو کا اجارہ جو ناصر الدین شاہ نے ایک انگریزی کمپنی کو دیدیا تھا۔ منسوخ کر دیا۔ اور ایران کو تباہی کے پنجے سے بچایا۔ باقی دو خط گویا دو مضمون ہیں جو ماہ فروری یا مارچ ۱۸۹۲ء میں ایک عربی رسالہ (ضیاء الخافقین) میں شائع ہوئے ان دونوں مضامین میں ایران کی حالت کا ذکر ہے جو اُس وقت بھٹی دہ لکھتے ہیں کہ ایران میں سرکاری عہدہ داروں کی لوٹ۔ بد امنی اور ظلم کی یہ فزیت پہونچی ہے کہ ہزار ہا ایرانی اپنے پیارے وطن کو خیر باد کہہ کر ترکی اور روسی ملک میں بھاگ آئے ہیں اور سڑکوں پر مارے مارے پھرتے ہیں اکثروں نے مزدوری اختیار کر لی ہے۔ بعض خاکروب بن گئے ہیں۔ اور بعض ہشتی ہو گئے ہیں اُن کو دیکھ کر عبرت ہوتی ہے۔ خدا وہ دن جلد آئے گا

کہ ایران ان بے رحم ظالموں کے پنجہ سے نجات پائے۔

سید جمال الدین کو اسلام کے ساتھ ایک حقیقی عشق تھا اور اُس کی بربادی پر اُن کا دل خون روتا تھا۔ ساری اسلامی دنیا میں اُن کا رعب اور اثر ایسا پھیلا ہوا تھا کہ شاہان و قہتر کا نپتے تھے۔ مصر میں جو قومی بیداری شروع ہو گئی اُسکے بانی یہی تھے اور ایران میں جو دستوری حکومت کی بنا پڑی اُسکی اصل باعث یہی ہوئے اُنہوں نے کل خود مختار اسلامی سلطنتوں کو یورپین دول کی پیش قدمی اور ملک گیری کے خطرے سے متنبہ کیا بلکہ یہ کہنا بجا نہ ہو گا کہ سید جمال الدین اتحاد اسلام کی تحریک کے بانی تھے۔ اس میں شک نہیں کہ اگر اسلامی بادشاہوں میں اتنی عقل اور سمجھ ہوئی اور اُن کے خیالات کے مطابق چلتے تو وہ اسلامی دنیا میں بہت کچھ کر گزرتے۔ ایران میں صحتے دن وہ رہے اُنہوں نے دیکھا کہ ناصر الدین شاہ ایک خود غرض اور ظالم حکمران ہے اُسے بجز اپنے ذاتی تئیش کے اور کسی بات کی پرواہ نہیں۔ یہ جمال الدین کو اُس سے بہت مایوسی ہوئی۔ اُنہیں سلطان روم سے بڑے بڑے توقعات تھے چنانچہ جب وہ قسطنطنیہ پہونچے تو اُنہوں نے اس بات کی کوشش کی کہ ترکی سنیوں اور ایرانی شیعوں میں اتحاد ہو جاے ایرانی سلطان کو خلیفہ سمجھنے لگیں اور ترک شاہ ایران کو شیعوں کا بادشاہ تسلیم کریں اور ان دونوں فریق اسلام میں بعض رسم و رواج کی وجہ سے جو خصوصیات



The Mujtahid Sayyid Muḥammad-i-Ṭabāṭabā'ī



The Mujtahid Sayyid 'Abdu'llāh-i-Bahbahānī

TWO OF THE CHIEF ECCLESIASTICAL SUPPORTERS OF THE CONSTITUTION

پیدا ہو گئی ہے دفع ہو جائے۔ سید جمال الدین کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ دونوں سلطنتیں معرض خطر میں ہیں اور جب تک ان دونوں میں اتحاد نہ ہوگا ان دونوں کا بچنا محال ہے۔ بعض بڑے بڑے مجتہدین اور علماء بھی سید جمال الدین کے ہم خیال ہو گئے چنانچہ اسی کا نتیجہ تھا کہ جب ایران میں دستوری حکومت کے لئے انقلاب ہوا تو مجتہدین نے دستوری حکومت کا ساتھ دیا۔ سلطان عبدالحمید خان جن کے سامنے ماہ جولائی ۱۹۰۸ء تک کسی کی مجال نہ تھی کہ دستوری حکومت کا لفظ زبان سے نکالے انہوں نے جب یہ سنا کہ ایران میں دستوری حکومت قائم ہوئی ہے تو ایرانیوں سے اپنے تعلقات قطع کر لئے۔ بلکہ اپنی فوج کو ایران کے شمالی و مغربی سرحد کی طرف بڑھانے کا حکم دیا اور جو ظلم و ستم بے دست و پا عریض بے گناہ ایرانیوں پر ڈالا ہے گئے اُس زمانہ کے انگریزی و فارسی اخبارات شاہد ہیں افسوس ہے کہ آج سید جمال الدین زندہ نہیں در نہ ٹرکی میں اپنے خیالات کو عمل کی صورت میں آیا ہوا دیکھتے اور خوش ہوتے۔

ایران کو ہضم کرنے کے لئے روس نے جو بہانے ڈھونڈے ہیں اُسکی مثال اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی کہ کسی کے پاس ایک نہایت خوبصورت باغ ہو جس میں انواع و اقسام کے گلہاے رنگارنگ کھلے ہوں اور کوئی دوسرا مطلب پرست شخص آئے اور یہ کہے کہ ان پہولوں کو اکھاڑ کر پھینک دو اور انکی جگہ باغ میں آلو یا کوئی ایسی چیز لگاؤ جس سے آمدنی بڑھے۔ اہل یورپ یہ کہتے

ہیں کہ ایران ایک ایسا ملک ہے جو ترقی کے میدان سے بہت پیچھے ہٹا ہوا ہے اور جب تک یہ ملک ایرانیوں کے ہاتھ میں رہیگا ترقی نہ کر سکیگا۔ یا اگر کچھ ترقی کرے گا بھی تو بہت آہستہ پس بہتر یہ ہے کہ کوئی یورپین سلطنت انکاستان یا روس ایران میں دخل دیکے ترقی دے خواہ ایرانی اسے پسند کریں یا نہ کریں۔ اس کے جواب میں وہی باغ والی مثال پیش ہو سکتی ہے ایران میں ماڈی ترقی کیسی ہی کیوں نہ ہو یلین بنین کا نین کہو دسی جائیں تمام ملک میں گیس کی روشنی ہو حفظان صحت کے اصول بہتے جائیں مگر ایران جانے سے دنیا کو جو معنوی اور دماغی نقصان پہونچےگا اسکی تلافی ممکن نہیں۔ اگر یورپین سلطنتوں کا ایران پر زیادہ عرصہ تک قبضہ رہا تو اس کا نتیجہ یہی ہونا ہے۔ تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کمزور اقوام کے ملک پر بڑی یورپین سلطنتوں کا ہنگامی قبضہ محض لفظاً ہوتا ہے دراصل وہ مالک الملک بن جاتے ہیں۔ اب بحث یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کی قد و منزلت کرنا چاہیے یا نہیں۔ گو اس زمانہ میں اس خیال کے لوگ بہت پیدا ہو گئے ہیں کہ چھوٹی سلطنتوں کا وجود ہی بیکار ہے لیکن یہ ضرور تسلیم کرنا ہوگا کہ بعض چھوٹی سلطنتیں جیسے یونان جو یورپ میں واقع ہے اُسے قائم رکھنا ضرور ہے اس لئے کہ اُس نے ایک زمانہ میں بنی نوع انسان کے لئے اتنی معنوی حکمی اور صنعتی دولت مہیا کی ہے کہ آج دنیا اُس کی شرمندہ احسان ہے۔ ایسی سلطنت کو

مٹانا ایک مصیبت عظیم ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے یونان کی سلطنت اپنے
گزشتہ کارناموں کی بدولت اب تک بچی ہوئی ہے۔ ایران بھی مثل یونان
کے اس طرح کی عنایت کا مستحق ہے۔ قدیم سلطنتیں جن کے نام ہم کو یاد ہیں
اب ان میں صرف ایک ایران ہی چھوٹی سی خود مختار سلطنت باقی رہ گئی ہے
ایک زمانہ میں اس کے حدود ربع مسکون کو گھیرے ہوئے تھے۔ غصہ
کے پہاڑوں میں دارا نے یہ حدود کندہ کر دیے تھے وہ اب تک پڑے
جاتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنے صوبے ایران کے زیر نگین اور
باج گزار تھے۔ ایران میں ایک جلس کے لوگ آباد ہیں گو انہوں نے
بہت سے انقلابات دیکھے مگر اب تک ان میں وہ قدیم مشابہت باقی ہے
ایران پر بڑی بڑی فوج کشیاں ہوئیں۔ یونانیوں۔ کوشانیوں۔ عربوں۔
منگولیوں۔ تاتاریوں۔ ترکوں اور افغانوں نے پلے درپلے حملے کئے
اور سارے ملک کو تاخت و تاراج کر دیا مگر اہل ایران پھر ٹوٹ پوٹ کے
ایک قوم بن گئے اور ان میں وہی پرانے خصائص موجود تھے۔

ایران نے دنیا کی تاریخ میں جو پولیکل رتبہ پایا ہے اس کا ذکر یہاں
ضرور نہیں۔ صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اس نے اہل عالم پر اپنا معنوی
اثر کیسا ڈالا اگر مذہبی طبقہ کو لیجئے تو ایک زردشت ہی ایسا پیدا ہوا جس کے
اصول یہود و نصاریٰ کے لئے چراغ ہدایت بنے۔ مانی گو ایرانی النسل

نہ تھا صرف ایران کی رعایا تھا مگر اس نے ایران کو ایسے عجیب و غریب
 کا مرکز قرار دیا جو کئی صدی تک اسلام اور عیسائیت دونوں پر ایک حیرت انگیز
 اثر ڈالتا رہا۔ اُس کے حالات ابھی حال میں چینی ترکستان کے پتے ہوئے
 شہر دن کے کھدے سے ظاہر ہوئے ہیں جہاں سے علم ادب کا ایک
 حیرت انگیز خزانہ برآمد ہوا ہے۔ مصلح پہلا فلسفی حکیم بہین پیدا ہوا۔
 بابک المعروف بہ الخرمی جس نے برسوں خلفائے عباسیہ کی فوجوں کا
 مقابلہ کیا اسی ایران کی خاک سے تھا۔ المقتع خراسان کا نقاب پوش جس نے
 پیغمبری کا دعوے کیا تھا بہین سے نکلا۔ ابن مقفع کا ایک رسالہ ادب میں مصر
 سے چھپ کر شائع ہوا ہے جو اُس کی قدیم عربیۃ وادبیۃ کا ایک مختصر نمونہ ہے
 یہ شخص ادب میں یکتا کے زمانہ تھا۔ المختصر اور صدا ایسے خاک ایران نے
 پیدا کئے جن کا بے نظیر کمال اس بات کا شاہد ہے کہ ایران عجیب مرد خم سینہ
 ملک ہے۔ اسلام جتنا احسان منہ ایران کا ہے شاید ہی کسی اور قوم یا ملک
 کا ہو۔ حکما سے فارس قبل و بعد اسلام اس بات کا ثبوت دے رہے ہیں کہ
 اہل ایران علم موجودات عالم پر کیسے حاوی تھے۔ تمام اسلامی دنیا کی سیر
 کیجئے کوئی جگہ یا کوئی کونہ ایسا نہ ملے گا جہاں ایران کی تاریخ کا کچھ نہ کچھ لگاؤ
 نہ ہو اگر میونس مین جاے جو اب المہدیہ کے وقت کا ایک چھوٹا سا تباہ و برباد
 بندرگاہ باقی رہ گیا ہے تو ہمیں عبداللہ ابن میمون کا واقعہ یاد آئے ہے اگر

قاہرہ میں جائے تو ایک ہزار برس کی پرانی یونیورسٹی الازہر اس خواب کا پورا ہونا یاد دلاتی ہے جو عبداللہ ابن میمون نے دیکھا تھا۔ شام میں جائے تو پیر جبل (اسنان) کا قدیم قلعہ نظر آتا ہے جسکے کچھ پیر داب بھی باقی بچے ہیں۔ ترکی میں آئے اور پھر وہاں سے مشرق کی طرف سے ہندوستان اور ترکستان جائے غرضکہ ہر جگہ ایرانی اثرات کے آثار ملین گے۔ بلکہ ترکی اور ہندوستان کے مسلمانوں کی زبان اور خیالات تو بالکل ایران سے بسے ہوئے ہیں۔ ایران کی صنائع کا کیا ذکر ہے

از نقش و نگار درودیدار شکستہ آثار پدیدست صنایع عجم را

ان کا علم ادب تو صیغ کا محتاج نہیں جن لوگوں نے وہاں کے عمدہ قالین کاشی کا کام اور گلی ظروف دیکھے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان کی کیا قدر و قیمت ہے۔ اب رہا علم ادب گو بہت کم اہل یورپ نے اس وسیع میدان کو طے کیا ہے تاہم فردوسی۔ سعدی۔ حافظ اور عمر خیام کے نام سے ہر ملک کے اہل علم واقف ہیں اور دنیا کے بڑے نامی شعراء میں ان کا شمار ہے محض فارسی علم ادب ہی ایران کا منت کش نہیں بلکہ عربی علم ادب بھی بڑی حد تک ایران کا احسان مند ہے۔ امام ادب جاراقد ز منشری صاحب تفسیر کشف اور مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس کو اگر ہم صرف اس میدان میں لائیں تو ہم ان کو فخر عرب و آفتاب ادب کہنے میں تامل نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ ایرانی

اوبار متقدمین و متاخرین کی تعداد کا اب تک احصاء نہیں ہوا ہے امام نحو
سیبویہ کیا اصلاً ایرانی نہ تھا۔ ایرانیوں نے جو تصانیف عربی میں لکھی ہیں
اگر وہ خارج کر دی جائیں تو عربی زبان خود اپنے اوب سے بھی محروم ہو جائی
ہے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ موجودہ سائنس پر ایران کا بہت کم احسان ہے
تب بھی محض بوعلی سینا کا نام ہمیں یاد دلانے کے لئے کافی ہے کہ قرون
وسطیٰ میں یورپ اور ایشیا پر ایران نے کیسا احسان کیا۔ اس وقت فلسفہ
اور علم طب میں بوعلی سینا ہی نے یورپ اور ایشیا کو تعلیم دی۔ قصہ مختصر کل
علوم میں ایرانیوں کا کمال اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ آن حضرت پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک دفعہ یہ ارشاد فرمایا :-

لو کان العلم علی التریا لنالہ رجال من الفوس

(اگر تریا میں بھی علم ہو تو ایرانی وہاں بھی جا کے حاصل کرین گے)

خیر بہان تک تو ایرانیوں کی داعی اور صنعتی خوبیوں کا ذکر ہوا۔ اب انکے
دوسرے اوصاف دیکھنا چاہیے۔ اس کے متعلق رائیں مختلف ہیں جن
لوگوں کو اہل ایران سے سابقہ پڑا ہے وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ
ایرانی نہایت ظریف طبع۔ خوش خلق۔ شیرین زبان۔ مہمان نواز اور باوقار۔
لوگ ہیں۔ گو اُن پر یورپ نے یہ الزام لگایا ہے کہ وہ جھوٹے۔ دغا باز۔
بزول۔ ظالم۔ خوشامدی۔ مشکون۔ مرتشی۔ راشی۔ بد اخلاق اور بے اصول

اشخاص ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہاں کے اہل دربار میں اکثر اس طرح کے عیوب ہیں اور چونکہ اہل یورپ کو زیادہ تر انہیں لوگوں سے ملنے کا سابقہ ہوا ہے اسلئے انہوں نے کل ایرانیوں کی نسبت یہ غلط رائے قائم کر لی ہے۔ چند اہل یورپ جو کل حلقہ کے لوگوں سے ملے ہیں بالخصوص طبقہ اوسط کے لوگوں سے وہ غالباً اس بات کو تسلیم کریں گے کہ یہ برائیاں عام نہیں ہیں اور جہاں کہیں ہیں محض خراب اور ظالم گورنمنٹ کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں۔ دستوری حکومت انہیں باتوں کی اصلاح کے لئے قائم ہوئی تھی اب رہا معمولی جھوٹ جسے ”دروغ امض“ کہتے ہیں جس سے کسی کو نقصان نہیں پہنچتا وہ ایرانیوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر قوم میں ہے۔ کیا اہل یورپ اگر کوئی اُن سے ملنے جائے یہ نہیں کہتے کہ گھر میں نہیں ہیں حالانکہ گھر میں موجود ہوتے ہیں یا کہیں سے دعوت آئے تو جھوٹی معذرت کے ساتھ ٹال نہیں دیتے ایرانیوں کے نسبت کبھی بزدلی کا الزام نہیں لگایا جاسکتا ان مخالفین تک نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ایرانیوں میں جرأت کی کمی نہیں ہے۔ مسٹر والسٹن مصنف تاریخ ایران اپنے کتاب کے صفحہ (۱۰)، میں لکھتے ہیں کہ ایرانی ایسے نڈر سوار ہیں کہ بہت ہی خطرناک راہوں اور پہاڑوں کے دشوار گزار راستوں پر گھوڑوں کو ایسا سرپٹ لیجاتے ہیں کہ کوئی دوسرا نہیں جاسکتا۔ خوف کا تو وہ نام ہی نہیں جانتے اگر کسی موقع پر اُن کی جرأت

نے کمی کی ہے تو اس کے دوسرے اخلاقی باب تھے۔ پھر صفحہ ۲۲ میں
 وہ لکھتے ہیں کہ ایرانی سپاہی ہنایت مضبوط متحمل اور جفاکش ہوتے ہیں اُصفین
 زیادہ ساز و سامان کی ضرورت نہیں اور کئی دن تک متواتر روزانہ تیس تیس میل
 کوچ کر سکتے ہیں اور محض روٹی اور پیاز پر بسر کر سکتے ہیں۔ پھر ایک جگہ اپنی کتاب
 کے صفحہ (۲۰۰) میں لکھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی فوج اتنی محبت اور جفاکشی نہیں
 اٹھا سکتی جتنا کہ ایران کے بہادر سپاہی۔ پھر صفحہ (۲۱۸) میں جہان انہوں نے
 گنجہ کی لڑائی کا حال لکھا ہے جو ۱۸۲۶ء میں واقع ہوئی تھی اور جس لڑائی میں
 ایرانیوں نے روسیوں کے ہاتھ سے شکست کھائی۔ وہ لکھتے ہیں کہ کیا شاہ کو
 اس بات کا یقین ہو گیا یا نہیں کہ ان کی جفاکشی اور مطیع رعایا میں ایک ایسی فوج
 تیار ہونے کا مواد موجود ہے جو ان کے ملک کو ہر حملہ آور کے مقابلہ میں آسانی
 بچا سکیگی بشرطیکہ وہ فوج باقاعدہ قواعد و ان ہو۔ گنجہ کی شکست سے جو نقصان
 ہوا اس کی کوئی حقیقت نہ تھی اگر شاہ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا
 پھر صفحہ (۲۸۳) میں وہ لکھتے ہیں کہ بجز ایرانی فوج کے دنیا میں اور کوئی فوج
 اس طرح کا ڈبل کوچ نہیں کر سکتی۔ اس فوج نے ۱۸۳۵ء میں اسی میل کی مسافت
 تیس گھنٹہ میں طے کی۔ پھر صفحہ (۳۸۷) میں لکھتے ہیں کہ دنیا کی کوئی فوج جفاکشی
 اور تحمل میں ایرانی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور یہ لکھتے ہیں کہ اگر امیر نظام میرزا
 قلی خان کی وزارت کچھ دنوں اور قائم رہتی تو شاہ ایران کے پاس ایک لاکھ

سپاہیوں کی باقاعدہ قواعد و ان اور مسلح فوج تیار ہوئی۔ پھر صفحہ (۴۵۱) میں جنگِ محمرہ کا ذکر کیا ہے جو ۲۶ مارچ ۱۸۵۷ء میں واقع ہوئی تھی اس لڑائی میں ایرانیوں نے انگریزوں سے شکست کھائی وہ لکھتے ہیں کہ ایرانی توپخانہ اور ایرانی فوج جو توپ خانہ پر تعینات تھی اس نے بڑی بہادری دکھائی اور اپنی توپوں کو بہت اچھی طرح سے کام میں لائے اور غنیم کی گولہ باری کی بالکل پرواہ نہ کی۔

ایرانیوں کی یہ جرأت اور دلیری محض فوجی سپاہیوں تک محدود نہیں ہے بلکہ عموماً جب ایرانیوں کو کسی بات پر جوش آتا ہے تو اعلیٰ ترین درجے اُن سے ظاہر ہوتی ہے۔ دستوری حکومت کے عظیم فتنہ میں جو محل علی شاہ معزول کے ظالم ہاتھوں سے واقع ہوا اور جس نے ایران فروشی دروس پرستی و اسلام کشی و کفر والحاد میں صفحہ تاریخ پر اپنا نظیر ہی نہیں چھوڑا ایران کے مجتہدین و علماء و اخبار نویسوں نے جس جرأت و بہادری سے پرواہ دار اپنی روحوں کو فدائے آزادی ملکی کیا وہ ہمیشہ طلانی حروف سے صحیفہ عالم پر ثبت رہ گیا یا اس کے بعد ثقہ اسلام وغیرہ کا واقعہ شہادت جو بروز عاشورا بحکمِ روس پہانسی پر چڑھائے گئے اور جن کی ماتم خیز فوٹو یورپ اور ہندوستان میں شائع ہوئے استقلال و خودداری و حب وطن و حریت پرستی کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔ انہوں نے کم از کم دنیا کو یہ ضرور دکھا دیا کہ ایرانی

موت یا تکلیف سے نہیں ڈرتے بلکہ بہت خوشی اور اطمینان کے ساتھ موت کا سامنا کرتے ہیں۔

گو بی نو۔ کاظم بیگ اور دینان یا اور جس کسی نے ایران کے حالات پڑھے ہیں وہ سب ایرانیوں کی دلیری کے قائل ہیں۔ اگر ہم مردوں سے قطع نظر کر کے صرف ایک عورت حور و شقرۃ العین پر اس کے کفر و اسلام سے الگ ہو کر نظر کریں جسے طرح طرح کے مصائب گزرے مگر کبھی اس نے منہ سے اُن نہ نکالی تو حیرت ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ اور صد ہا ہیں جنہوں نے اسی طرح اپنی جان دی۔ یزید کے ایک پادری صاحب نے ایرانیوں کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ بڑے ثابت قدم اور وفادار ہیں۔ ایرانیوں میں جنگی قابلیت بھی ضرور ہے اگر کوئی اچھا رہنما پیدا ہو جائے تو ایک اعلیٰ درجہ کی فوج تیار ہو سکتی ہے۔ اکثر اہل یورپ جو ایران میں رہ چکے ہیں اُن کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ایرانیوں کے ساتھ انہیں کیسے اُنس ہو گیا۔ گو اُن میں بعض باتیں قابل افسوس ہیں مگر اکثر اوصاف قابل تعریف ہیں۔ جو لوگ ایسے مخیر نیک نفس متواضع اور خوش خلق ہوں یہ ممکن نہیں کہ اُن کے ساتھ ارتباط میں محبت نہ پیدا ہو جائے جو حضرات ایرانیوں کی تحقیر کرتے ہیں وہ عموماً طبقہ حکام سے ہیں جن کی آنکھوں پر سیاسی اغراض کے پردے پڑے ہیں یا دنیا کے وہ سیاح جو مرغانِ آبی کی طرح خلیج فارس سے بھر کسپین تک گزر جاتے ہیں

اور اثناءِ راہ میں یورپین باشندوں سے جو کچھ اُنہوں نے سُن لیا بس اُسی پر عوام کی دلچسپی کے لئے کوئی کتاب لکھ دیتے ہیں۔ یادہ لوگ ایرانیوں کو بُرا سمجھتا کہتے ہیں جنہیں ایران میں اجارے ملنے سے مایوسی ہوئی ہے۔ بحلاف اسکے جن اہل یورپ کو ایرانیوں کو ساتھ کارہے تعلقات کا موقع ملا ہے اور اُن کی زبان سے واقف ہیں جیسے کہ مسٹر ہینسٹر میلکم وغیرہ اُن کی یہ رائے ہے کہ ایرانیوں میں بہت قابلِ تعریف اوصاف ہیں اور یہ لوگ محبت کرنے کے قابل ہیں پروفیسر براؤن تو یہ لکھتے ہیں کہ اُسٹین ایرانیوں کے ساتھ ایک خاص محبت ہے اور اُن کی رائے میں ایرانیوں سے بہتر دلچسپ اور وفادار دوست نہیں مل سکتا۔

ایرانی بالطبع اپنے بادشاہ کے بڑے مطیع اور وفادار ہیں بلکہ اُن کو شاہ پرست کہنا چاہیئے اور اگر شاہانِ قاجار اُن کے ساتھ دُرازمی۔ انصاف اور دور اندیشی سے کام لیتے تو وہ کبھی دستورِ حکومت کے طالب نہ ہوتے اگر ایران میں شاہ اسماعیل۔ شاہ عباس۔ یا کریم خان ساداتشاہ ہوتا تو وہ کبھی بلوہ نہ کرتے۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ ہر جگہ اُن کا مالک نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور اُن کے حقوق و دود پیسے پر فروخت ہو رہے ہیں اور اُن کا مذہب اور اُن کی خود مختاری بہ حیثیت قوم معرضِ خطر میں ہے تب انہوں نے انتظامِ ملک میں حصہ لینا چاہا۔ یورپین نامہ نگاران اخبار

ایران کی پارلیمنٹ پر جیسا چاہیں مضحکہ اُڑائیں مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ ایران کی مجلس شوریٰ بہت مغرور مستقل اور قابل قدر جماعت تھی اس نے کوئی دقیقہ ایران کے بچانیکا اٹھانہ رکھا۔ ایک ہندو سی مثل سے جس کی تیغ اُسکی دیگ۔ گوبانیان ہیگ کا نفرنس یا مدعیان صلح خلائق عامہ لاکھ انکار کرین مگر دنیا دیکھ رہی ہے کہ سب کا طرز عمل اسی مثل پر ہے۔ بیچارے ایران نے آخر کیا خطا کی تھی جو روس اُسے ہضم کرنے پر تیار ہو گیا۔ محض اپنا گھر درست کرنا چاہتا تھا کسی کا اس میں کیا اجارہ تھا مگر اصل یہ ہے کہ زبردست کے سامنے دلیل و براہین پیش نہیں جاتے اُس کا جواب کرب کی زود فیر توہین یا سیگزمین راکفل خوب دیتے ہیں اور انہیں کی ایرانیوں کے پاس کمی تھی ورنہ دنیا دیکھتی کہ شیر ذہ ایران خرس روس کو کیسا ناچ نچا تا روس تے جاپان کے ہاتھوں کیسی منہ کی کھائی ابھی دنیا اُسے بھولی نہیں ہے افسوس کہ ایران کو سنبھلنے کا موقع نہ ملا ورنہ وسط ایشیا میں ایسی طاقت تیار ہوتی کہ برطانیہ بھی اُسکی دوستی پر فخر کرتا۔

روس مثل اور چند یورپین سلطنتوں کے مدت سے جوع الارض کے مرض میں مبتلا ہے اُسکا علاج جاپان نے خوب کر دیا تھا مگر افسوس ہے کہ مرض کا پورا استیصال نہ ہوا کچھ کسر باقی رہ گئی اور موقع پاتے ہی مرض پھر خود کرا یا۔ بیچارہ ایران۔ نوگی یا ٹوگو سے حاذق طبیب کہاں سے لاتا جو روس کا علاج

کرتے وہاں تو خود غرضوں کا مجمع تھا۔ اپنے قدح کی شیر منار ہے۔
 ایران جا سے یا رہے انہیں اپنی جیب بھرنے کی فکر تھی جس ملک میں ایسے
 وطن فروش ہوں تو اسکا خدا ہی حافظ ہے۔ گو ایران کے پاس کوئی باقاعدہ
 جرار فوج نہ تھی مگر مذاہن اور جان نثاران وطن کی قومی فوج اتنی تھی کہ اگر
 کوئی اوالا العزم جان فروش لیڈران کی رہنمائی کے لئے کھڑا ہو جاتا تو ایران یوں
 لقمہ شیریں نہ بن جاتا۔

ہیں یہ باتیں بھول جائیگی مگر کیونکر کوئی بھول جاوے رات کا سب صبح ہو چکی رہا
 بزم کو برہم ہو سے مدت نہیں گزرتی اٹھ رہا ہو گل سے شمع بزم کی اتناک ہوا
 (ایران کی حالت موجودہ) وزراء کے ملک غراض نفسانی میں مست ہیں۔ روس
 کی ہر بر باد کن شرط پر تسلیم خم کیا جاتا ہے۔ ملک فروشی کا بازار گرم ہوتا ہے
 ملک آخری دم توڑ رہا ہے اور ہر نائب السلطنہ وطن فروشی سے فارغ ہو کر
 یورپ میں عیش منا رہے ہیں اور خرس روس کی مہمانی کے مزے اڑا رہے
 ہیں۔ سارا ملک پولیٹکل چالون کا شکار گاہ بن گیا ہے مصر کی طرح قرصہ پر قرصہ
 دیکر اسکی آزادی کا خاتمہ کیا جا رہا ہے اور زر قرصہ یاران طریقت کے معا لہجہ
 وہوس میں صرف ہوتا ہے۔

نوٹ متعلق صفحہ ۳۸۔ ۱۵ جاپان کا مشہور جنرل جس نے پورٹ آرٹھر فتح کیا۔

۱۶ جاپان کا مشہور امیر البحر جس نے روسیوں کو بحری جنگ میں شکست دی۔

کچھ لوٹا باغبان نے تو کچھ لے گئی صبا

گلشن مین یون خراب میرا آشیان رہا

وزیر خزانہ بھی روس کا تعلیم یافتہ چیلہا سہتہ اور یارون کے زیر اثر کام کر رہا ہے
ع خود کوزہ و خود کوزہ گرد و خود گل کوزہ - اور اسی پر کیا موقوف ہے کل وزرا
و حکام یورپ کے اتحاد میں کٹھ پتلی کی طرح ناچ رہے ہیں - اب ایران برلین
نام خود مختار ہے - مسٹر شوستر امریکی کا بے قصور بہ زور سیاست ایران سے
نکالا جانا اور امید ازادی ایران کا دفن ہو جانا ایک ہی روز واقع ہوا -

(ایران کا آیندہ حشر کیا ہوگا) یون تو کسی ملک کے آیندہ قسمت کی نسبت
کوئی قطعی رائے دینا یا پیشین گوئی کرنا بہت دشوار ہے لیکن ظاہر اسباب یہ
کہہ رہے ہیں کہ ریل کی تعمیر و تکمیل پر ہر ایک حصہ دار اپنے اپنے حصے کے
الحاق کا اعلان دے دیکھا - اب پردہ غیب کا حال خدا ہی کو معلوم ہے -

وَمَا أَوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا

بہنیں دئے گئے تم کو علم کے حصے مگر نہایت کم

(مسٹر شوستر کی کتاب کا ترجمہ کیوں کیا گیا) ایک صدی کے قریب یا اس سے
بھی کچھ زیادہ زمانہ گزرا کہ ایک طرف تو یورپ کی سلطنتوں نے ملک گیر مین
حیرت انگیز ترقی کی اور گویا تمام ایشیا انکے زیر نگین ہو گیا - دوسری طرف
ساتھ ہی ساتھ ان کے مورخین اور اخبار نویسوں نے بھی دل فریب

پولٹیکل انشاپردازی و تادیات میں وہ کمال پیدا کیا کہ حقیقت واقعات کا پتہ لگانا مشکل ہو گیا اس وجہ سے صحیح صحیح واقعات تاریخ حالیہ ایران کا معلوم کرنا آگے چل کے بہت دشوار ہو گا۔ اسلئے میں نے مسٹر شوستر کی کتاب کو اپنا رہنما بنایا ہے اور اسی کا ترجمہ کیا ہے کیونکہ یہ شخص سیاسی اغراض سے پاک و صاف ہے اور حقیقی واقعات کو حوالہ قلم کرتا ہے۔ خود ایران میں رہ چکا ہے اکثر واقعات کا مشاہدہ کر چکا ہے۔ بحیثیت وزیر خزانہ ہونے کے معاملات حکومت میں داخل رہا لہذا اس پر جادو نگاری اور ہوابندی کا شبہ نہیں ہو سکتا۔

پروفیسر براؤن بھی حق پسندی کے مقابلہ میں قومی اغراض کو دخل نہیں دیتے لہذا میں نے اُن کی کتاب سے بھی مدد لی ہے۔

مجھے امید ہے کہ اسلامی گروہ میں یہ کتاب دلچسپی سے پڑھی جائیگی اور میری محنت کی قدر ہوگی۔

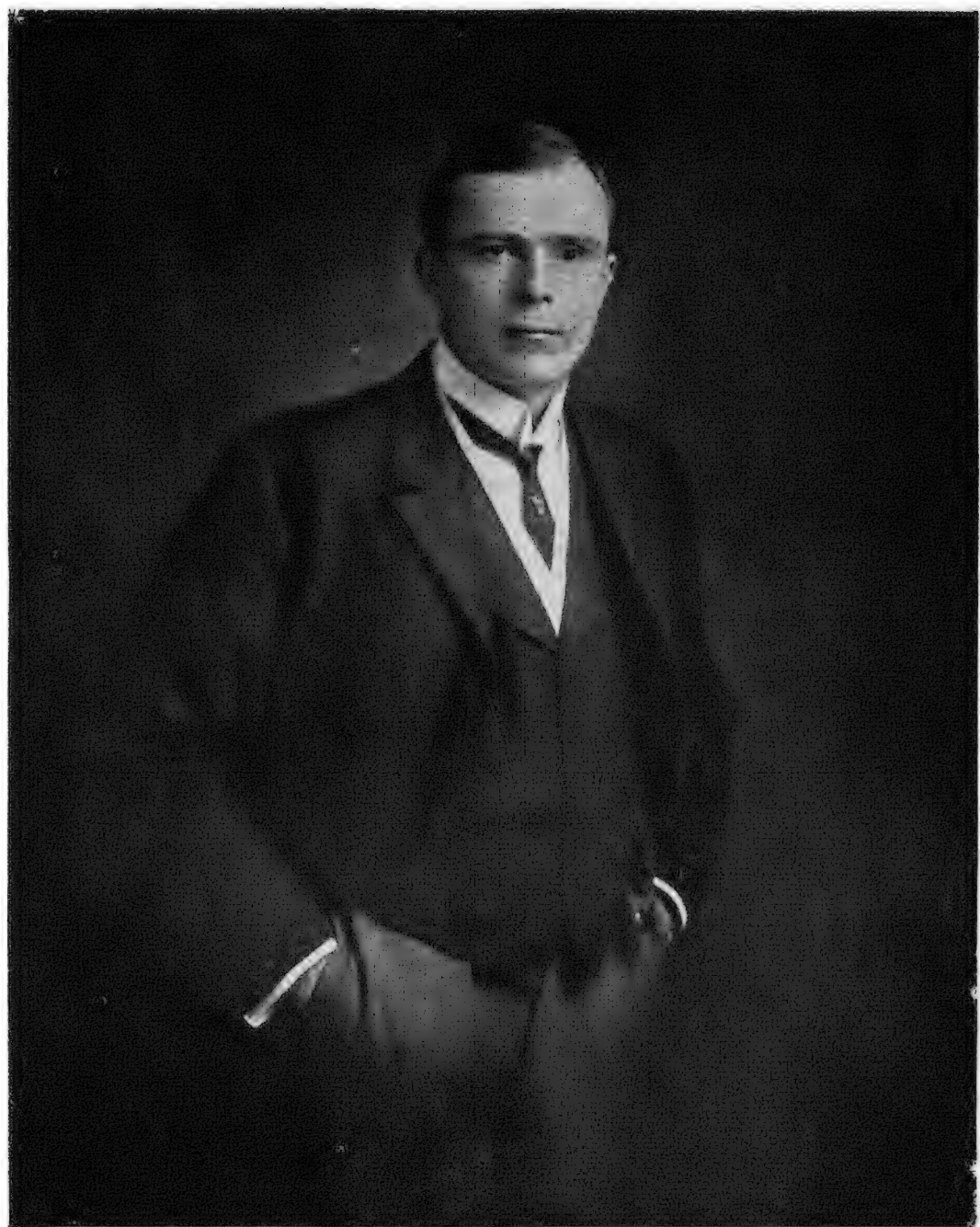
آخر میں یورپ کی سلطنتوں میں سلطنت برطانیہ کی مذہبی آزادی اور امن پسندی کی معترف ہوں۔ جو امن بہکونہدوستان میں حاصل ہے وہ مسلمانان روس کو نصیب نہیں۔ ہم کو چاہیئے کہ اس موقع کو غنیمت سمجھیں اور اپنے تئیں زیور تعلیم سے آراستہ کر کے ترقی کی دوڑ میں دوسرے اقوام کے دوش بدوش ہو جائیں۔ دنیا کے اسلام پراگر نظر ڈالی جائے تو موجودہ حالات کی رو سے صرف مسلمانان ہند کو زیر سایہ برطانیہ بام عروج پر پہنچنے کا موقع حاصل ہے اور وہ خواب ترقی جو کچھ عرصہ پہلے سرسبز

مہر و مہر نے دیکھا تھا کیا تعجب ہے کہ وہ اسی سرزمین میں پورا ہو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ہم علامانہ عادات کو ترک کر کے ان برکات سے جو ہمیں تیر حکومت برطانیہ عظمیٰ حاصل ہیں پورا فائدہ اٹھائیں۔ ہم اس شہنشاہ کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جو مشرق و مغرب میں شایع کیا گیا تھا۔ اگرچہ ہم اس کے قائل نہیں کہ دنیا میں کوئی ایسی سلطنت موجود ہے جس میں حقوق کے مراعات سے سرمو تبا و زنا ہو اور کہہ میں نکتہ چینی کی گنجائش ہی نہ ہو ایسی ذلیل خوشامد ہمارے قلم کا شیوہ نہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم نسبت اصنافی کے قیاسات و محاسن سے بھی چاہے کسی قدر ہون بالکل قطع نظر کریں اور اصل تو یہ ہے کہ ہمارا دل و دماغ نمک پروردہ ریاست خداوند نظام الملک آصفیاء ہے۔ لہذا پہلے ہم اس کے بقا و ترقی کا وظیفہ پر ہونا فرض انسانیت جانتے ہیں۔ جب تک چاند سورج آسمان پر چمکتے ہیں ہمارے اعلیٰ حضرت حضور نظام اپنی بیداری اور مضبوط حکومت و داد گستری و رعایا پروری کی داد دیتے ہیں۔ ع

این دعا از من و از بطن جہان آمین باد

اھم الاعظم

سورۃ ۱۶ - رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ { اہلیہ سید محمد حسن بلگرامی گورنمنٹ آؤٹسٹر
خیبر آباد - حیدر آباد دکن } ریلوے و معدنیات سرکار عالی



MR. W. MORGAN SHUSTER, LATE TREASURER-GENERAL OF PERSIA.

فغان ایران

مقدمہ

زینہارازدو گیتی و انقلاب روزگار در خیال کس نگشتی کا نچنان گرد چہنیں
 ایران کے تازہ واقعات کے ساتھ دنیا نے جو دلچسپی ظاہر کی وہ اس
 امر کی محرک ہوئی کہ یہ عجیب و غریب واقعات جنکی یاد ابھی لوگوں کے دلون میں
 تازہ ہے سلسلہ وار ایک کتاب کی صورت میں لکھے جائیں تاکہ ناظرین اس سے
 لطف اٹھائیں۔ چنانچہ جو واقعات ابتدا سے اب تک پیش آئے اس کتاب
 میں درج کئے گئے اسکے بعد تو خود مصنف کو خاک ایران سے الوداع کہنی
 پڑی۔ یہ واقعات مستند ذرائع سے بہم پہنچائے گئے ہیں۔ اسکے علاوہ مصنف
 نے اپنے زمانہ قیام میں ایک روز نامچہ رکھا تھا جس میں روزانہ سرگزشت درج
 ہوتی تھی۔ البتہ اس داستان میں بعض ایسے تاریخی حوالوں کی آمیزشیں بعض
 مطالب کی شرح شامل ہے جو ان واقعات کے چہرہ سے حجاب ڈیو میسی
 دور کرتی ہیں۔ ناظرین کے ذہن نشین کرانے کے لئے یہ دونوں باتیں

لازمی تھیں۔ اور اس کے ساتھ ہی بعض امور کے نسبت مصنف کی نگاہ چھینا
 بھی درج میں تاکہ شائقینِ کل مطالب اچھی طرح سمجھ سکیں۔ مجھے اس بات کا بہت
 افسوس ہے کہ میں مجبوراً وہاں سے ہٹایا گیا اور اپنے اُس فرض کو جس سے
 مجھے خاص دلچسپی تھی بخوبی انجام نہ دے سکا۔ گو اُس وقت میں نے اس مایوسی کو
 بہت محسوس کیا تھا مگر اب یقین دلاتا ہوں کہ میرے دل میں کچھ رنج و ملال
 باقی نہیں۔ اس لیے کہ گزشتہ فروری میں جب میں لندن گیا تو وہاں بڑے تپاک
 سے میری آؤ بھگت ہوئی اور اخباروں نے بھی خوب مدح سرائی کی۔ اسکے
 علاوہ خود میری اہل وطن نے ایسی ہمدردی ظاہر فرمائی کہ دو ماہ کے قیام طہران
 میں دشمنوں کی نیش زنی سے جو زخم لگے تھے سب مندمل ہو گئے۔ ناظرین
 کے سامنے ان واقعات کا نقش کھینچنا میرے قلم قدرت سے باہر ہے اسکے
 لئے مکالمے سا جادو نگار چاہیے یا ور سٹیگن سامصور۔ افسوس ہے
 کہ اس قدیم قوم کا زوال ہو پڑی زبردست اور تہذیب کی مدعی عیسائی سلطنتوں
 کے ہاتھ سے ظہور میں آیا۔ راستی، انسانیت اور قانون بین الاقوام کے
 پاک اصول پامال کر کے یہ غریب مظلوم قوم نیمجان کی گئی۔

مجبوراً یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ ایک سلطنت نے تو محض اپنے ذاتی فوائد
 اور تمدنی تفوق حاصل کرنے کے لئے ایسے ظلم ڈھائے کہ جن کی مثال
 تاریخِ عالم میں مشکل سے ملے گی اور بیچارے ایران کو بالکل لب گور کر دیا۔ چونکہ

بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی اور تعلقات بین الاقوام کی اصلاح اس امر پر
مجبور کرتی ہے کہ جو کچھ گزرا ہے صحیح صحیح بیان کر دیا جائے۔ لہذا یہ واقعات
بلا آمیزش مبالغہ سادہ الفاظ میں (خواہ کسی کو پہلے معلوم ہوں یا پھرے) صاف
صاف بیان کئے جاتے ہیں۔

ایران کی جدید دستوری حکومت اس طرح قائم ہوئی اگر وہان کی بادشاہت
کا زوال مہذب دنیا کے دندان طمع نیز نہ کرتا اور بین الاقوامی معاملات میں قزاقی
کی روح حلول نہ کر جاتی جیسا کہ ۱۹۱۱ء کے پولٹیکل مطلع سے ظاہر ہوا
ٹولبو۔ مارگن۔ شوستر

واشنگٹن۔ ۳۰ اپریل ۱۹۱۲ء

تہذیب

ایران کے جدید پولیٹیکل واقعات کی تفصیل میں بعض عجیب خصوصیات ہیں جن کی توضیح بہت ضرور ہے۔ منجملہ اُن کے پہلی بات یہ ہے کہ ایران کے پولیٹیکل معاملات جو اُس بیگناہ بد نصیب قوم کی تباہی کا باعث ہوئے اس طرح وقوع میں آئے جیسے کوئی پہلے سے تیار کیا ہوا کھیل تماشہ گاہ میں لایا جائے بلکہ میں نے اکثر لوگوں کو یہی کہتے سنا ہے۔ حیف ہے کہ جو چیز صد ہا بیگناہ مخلوق کی بربادی کا سبب ہو وہ دوسروں کی نظر میں ایک خوش کن بازیچہ ٹھہرے۔ ناظرین کو یہ خود معلوم ہو جائیگا کہ اس داستان میں وہی لوگ جو پیشتر گروہ وزرا میں شاہی ہوا خواہی کا دم بھرتے تھے دوسرے موقع پر حسبِ لوطنی کے بھیس میں نظر آئیں گے۔ مجالس و زرا قائم ہوئیں اور پھر بہت جلد بلا سبب برخاست ہو گئیں۔ جو لوگ کل قوم کی کونسل کے باقائدہ رکن تھے۔ آج فقر گمنامی میں پڑے ہیں۔ اُسکے بعد پھر جب سازش نے زور پکڑا وہ پھر اُبھر آئے۔ یہ لوگ عموماً اُس طبقہ کے رکن ہیں جسے ایران میں حکمران طبقہ کہتے ہیں۔ چند سال قبل یہ بات کسی ایرانی کے ذہن میں نہ آ سکتی تھی کہ کوئی معمولی

آدمی بھی جس کے آباؤ اجداد خطاب یافتہ ہوں کوئی ممتاز جگہ پاسکتا ہے چنانچہ
 کروڑ ہا بندگان خدا کی قسمت کا فیصلہ انہیں چند خود غرض عہدہ داروں
 گورنروں یا خود پرست خبروں کے ہاتھ میں تھا اور جو کچھ وہ چاہتے تھے
 کر گزرتے تھے۔ مزید برآں کسی بڑے عہدہ پر مقرر ہونے سے یہ عرض
 ہوئی تھی کہ جہاں تک ممکن ہو ملک کو لوٹ کر اپنی جیب بھری جاوے اور
 اپنے دوستوں کو مال مال کیا جاوے۔ ایران کی تاریخ کو اچھی طرح سمجھنے کے
 لئے ایسے لوگوں کے حقائق اور مقاصد پر غور کرنا ضرور ہے جن کی بدولت
 ایران کو یہ روز سیاہ دیکھنا پڑا۔ اسکے علاوہ ایک اور بات جو غیر ملک کے
 باشندوں کو مشکل سے سمجھ میں آتی ہے وہاں کے عجیب و غریب نام اور
 متعلق خطابات ہیں۔ وہاں کے عوام الناس تو صرف نام سے پہچانتے جاتے
 ہیں مگر مجھے بہت کم ایسے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا جن کے نام کے
 ساتھ کسی خطاب کی دُم نہ لگی ہو اور لطف یہ ہے کہ اگر سہواً کسی سے وہ خطاب
 فرو گزاشت ہو جائے تو وہ لوگ بہت بُرا مانتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ امریکی
 کوئی شخص سپریم کورٹ کے جج یا عین الدولہ کا خطاب
 اختیار کر لے۔ بعینہ یہی حالت ایران کی ہے۔ خطاب لینے کے بعد ملک کا
 پرست حاصل کیجاتی ہے بعد ازاں خطاب یافتہ شخص اپنا اصلی نام حذف کر دیتا
 ہے اور اُسی لقب چوڑے خطاب سے پکارا جاتا ہے۔ پس غیر ملک کے

باشندون کو ان خطابات میں امتیاز کرنا اور انہیں حافظہ میں محفوظ رکھنا بہت دشوار ہوتا ہے بالخصوص اسوجہ سے کہ یہ خطابات اکثر بدلتے رہتے ہیں۔ منجملہ ان خطابوں کے چار خطاب - صلاک دولہ - سلطنت اور سلطان بہت مشہور ہیں چنانچہ موجودہ ریخت اولاً ناصر المملک کے خطاب سے مشہور تھے مگر جب وہ خدمت ریختی پر مقرر ہوئے تو انکا خطاب نائب السلطنت قرار پایا۔ ایک اور وقت یہ ہے کہ ان ناموں اور خطابوں کو انگریزی زبان میں لکھنا بہت دشوار ہے۔ مختلف لوگوں نے مختلف رسم خط اختیار کئے ہیں۔ مثلاً مجلس وزراء کا ایک مقتدر رکن انگریزی میں اپنا نام وثوق الدولہ لکھتا ہے اور دوسرے لوگوں نے اسے وثق الدولہ لکھا ہے۔ لیکن مسٹر براؤن جو کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر اور فارسی زبان کے ایک عالم ہیں۔ انہوں نے اس خطاب کو وثوق الدولہ لکھا ہے۔ لہذا ان وقتوں کو دور کرنے کے لئے مصنف نے بھی حتی الامکان ان خطابوں کا وہی رسم الخط اختیار کیا ہے جو پروفسر براؤن نے اپنی تاریخ ایران میں قرار دیا ہے۔

اکثر ناظرین ایران کی قدیم تاریخ سے بخوبی واقف ہوں گے۔ مگر جدید واقعات جو اس عجیب و غریب ملک میں پیش آئے اُن سے بہت کم لوگ آگاہ ہیں لہذا اس کتاب میں بھی پچھلے تاریخی واقعات سے کچھ بحث نہیں



NASIRU'D-DIN SHAH.

He succeeded to the throne on September 17, 1848, and was assassinated on May 1, 1896, by Mirza Muhammad Riza, a fanatic of the town of Kirman.

کی گئی بلکہ بالاختصار وہی حالات قلم بند کئے گئے ہیں جن کی وجہ سے مظفر اللہ شاہ قاجار کے عہد میں پانچویں اگست ۱۹۰۶ء کو ایک دستوری حکومت کی بنا پڑی اور نیز بعد کے واقعات جن میں مصنف نے بھی ایک بڑا حصہ لیا سلسلہ وار درج ہیں تاکہ ناظرین کل واقعات بخوبی سمجھ سکیں۔ گذشتہ صدی میں اہل ایران کی قوت اور فلاح ملکی کی ایک نمایاں مثال وہ اتنا عی حکم ہے جو ۱۸۹۱ء میں تنباکو کے اجارہ کے متعلق مجتہدین اسلام نے جاری کیا تھا اس کا واقعہ یہ ہے کہ ۱۸۹۰ء میں ناصر الدین شاہ قاجار نے لندن میں ایک انگریزی کمپنی کو یہ اختیار دیا کہ جس قدر تنباکو ایران میں پیدا ہوا اسے خرید لے اور جس قیمت پر چاہے فروخت کرے۔ یہ کمپنی چھ لاکھ پچاس ہزار پاؤنڈ کے سرمایہ سے قائم ہوئی اور یہ امید رکھتی تھی کہ سالانہ پانچ لاکھ پاؤنڈ نفع اٹھائیگی اس نفع کا چوتھائی حصہ دولت ایران کو دیا جائیگا جس سے خود شاہ ایران اور اسکے وزراء مراد تھے باقی کل رقم منافع کمپنی کی ہوگی۔ اس طرح کی ملک فروشی سے بچارے مصیبت زدہ ایرانی تنگ آ گئے تھے۔

میرزا آقاخان کو صافی نے اپنی کتاب ”نامہ بستان“ میں ناصر الدین شاہ قاجار کو مخاطب کر کے جو اشعار لکھے ہیں وہ قابل دید ہیں۔ ناظرین پڑھ کر بہت لطف اٹھائیں گے۔

تو تاباشی اے خسرو نامور مرغبان کسے را کہ دار و نہر

بجان دوستدار نبی و علی	بو تیره که باشد ز روشن دلی
که خو کرده در جنگ شیران تنم	یکے نامدار سے ز ایران منم
نژاد بزرگان و فرہائے	تلم دارم و علم و فرهنگ و آسے
روانم بہ دانش بھی بد کلید	بجائے کہ آمد میزنم بدید
نگشتم بگر و کم و کاستی	ز گیتی خستہم بجز راستی
دلہ را بہ مینکی بیارستم	ہمہ خیر اسلامیان خواستم
بو حدت بندند یک رسمیان	ہمی خواستم تاکہ اسلامیان
زدل کین ویرینہ بیرون کنند	ہمہ دوستی با ہم فرو ن کنند
نفاق و جدائی شود بر طرف	مر اسلامیان را فراید شرف
یکے اتحاد سیاسی پدید	در اسلام آید بفرحمید
نماند دوی در شہان سترگ	شود ترک ایران و ایران جو ترک
بسلطان اعظم کنند اتفاق	ہمان نیز دانند گان عراق
نگویند سنی و شیعہ کہ بود	زدلہا ز دایند این کینہ زود
ز جان مخالف بر آزند شور	وزان پس بگیرند گیتی بزور
نہشیم بس نامہائے متین	اباچند آزادہ مرد گزین
کہ خیر شد از عالم دین نفاق	روانہ نمودیم سوے عراقی
ہمہ بر نہادند امضا برین	بہ نیردے داوار جان آفرین

پنجشید حسن اثر نامه ها
 سپاسم ز یزدان پیر و ز گمر
 نوشتند ز ایران و هم از عراق
 همه جان فدای شریعت کنیم
 گذاریم قانون بی گمانگی
 ازین پس همه کفر سازیم پست
 کس از سلاطین اسلامیان
 ز سامانی و غزنوی و دیلمی
 ز صده سلف تا بگاه خلف
 مگر اندر این عصر کامد پدید
 گرت زین بد آمد گناه مست
 برین زاده ام هم برین بگذرم
 اگر شاه را بود حستنهان
 دگر از مسلمانیش بودیم
 چو در خون او جوهر شرک بود
 مرا بیم دادی که در اردبیل
 ز کشتن من ترسم که آزاده ام
 که خام و نه پخت نه بد خامه ها
 که این نخل امید شد بارور
 که از دل بشستم گرد و نفاق
 بسطان اسلام بیعت کنیم
 بگیریم آئین سر زانگی
 بیاریم گیتی سر اسر بدست
 ز عباسیان تا پشیمانان
 ز سلجوق و خوارزمی و مناطمی
 موفق نگردید بر این شرف
 چنین طرح محکم ز راه سدید
 که این شیوه آئین و اهلست
 وزین فخر بر چرخ سایه رسم
 مرا ساخته بے نیاز از جهان
 به نیکی مرا شهره کردی به دهر
 ز تو میبدا سلام شمش فروز
 تنم را بزنجیر بندی چو پیل
 ز مادر همی مرگ زاده ام

کسے بے زمانہ بگیتی نہ مرد	بمرد آنکہ نام بزرگی نہ برد
منیرم ازین پس که من زنده ام	که این طرح توحید افکنده ام
بگوش از سر و شتم بے مشروط است	دلجم گنج گوهر قلم از دهاست
پس از مرد و نم هست پائیندگی	که جاوید با شد مرا زندگی
نصیب من آباد تحسین بود	ترا بهر همواره نفس دین بود
پس از من بگویند نام آوران	سرایند با یکدگر مهستان
که کرنامی را و پاکی نه باد	همه داد مردمی و دانش بداد
پس از سیزده قرن پراختلاف	منواری کرد او را و استلاف
بتوحید دعوات کرد از دوتی	په پیچید از کثری و جادوتی
مرا آید از مشتری آن بین	که بودم فدا کار دین مبین
در و دم زمینور مانند حور	هم از آسمانم نشانند نور
بدوزخ بمانی تو تیر روان	همت لغت آید ز پیرو جوان
نشینند و گویند پیران را و	پیشکی نیارند نام تو یاد
که شہ ناصرا الدین بدی یاکفر	از او گرم گردید باز کفر
کسانیکه توحید دین خواستند	بدین مقصد قدس برخاستند
بیاز و و انفس را از خود براند	بگیتی بجیند نام زشتی نخواند
تو اسے شہ چنین راه دین سد مکن	بخیره همی نام خود بد مکن

کہ ناگہ بر آرمی دلم راز جاے
 ہمہ دودمانت پر آرم زپاے
 بگویم سخنہائے ناگفتنی
 پس بنم گہرہائے ناسفتنی
 کہ چون بود بیخ و تبار فخر
 چگونہ بشام آورید مدسہ
 بہ تاتار بہرچہ آمیختند
 ز شام از ہر اے چہ بگریختند
 مرا بہت تاریخ اندر روپ
 بقوت فز و تترز توپ کروپ
 مباد کہ آن نامہ افشان شود
 کہ بیخ و تبارت پریشان شود
 ہمان بہ کہ خاموش سازی مرا
 ز کینہ فراموش سازی مرا

بالآخر ماہ دسمبر ۱۸۹۱ء عین ایک فتویٰ جاری ہوا جسکی رو سے کل تنباکو

فروشون نے اپنی دکانیں بند کر دیں۔ لوگوں نے اپنے قلیان اور پیچوان
 توڑ ڈالے اور ایک بہت ہی حیرت انگیز قلیل مدت میں کل ایران میں تنباکو
 کا استعمال یک قلم موقوف ہو گیا۔ رعایا کی یہ شورش اس وقت تک فرو نہ ہوئی
 جب تک کہ شاہ نے مجبور ہو کر اس اجارہ کو فسخ نہ کیا۔ گو اس معاملہ میں شاہ
 کو مجبوراً پانچ لاکھ پاؤنڈ تاوان اس کمپنی کو دینے ہوئے اور یہ رقم دولت
 ایران نے چھ فیصدی سود پر قرض لیکر ادا کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سالانہ بیس ہزار
 پاؤنڈ سود کا بار بیچاری مفلس رعایا کے سر گیا جسکا کوئی معاوضہ انہیں نہ ملا۔

ناصر الدین شاہ ۲۰ ستمبر ۱۸۴۸ء عین تخت نشین ہوا اور

غزہ مئی ۱۸۹۶ء کو اڑتالیس برس کی سلطنت کے بعد گولی سے مارا گیا

اوسکا قاتل ایک شخص میرزا محمد رضا نامی شہر کرمان کا باشندہ تھا اور
 گو اس قتل کا اصل سبب معلوم نہ ہوا مگر عام اعتقاد وہاں کا یہ ہے کہ محض
 ملک فروشی اس کی باعث ہوئی اہل ایران کو یہ امر محسوس ہو چلا تھا کہ اُن کا
 وطن بتدریج غیرون کے ہاتھ فروخت کیا جا رہا ہے۔ ناصر الدین
 مشاہ کے قتل کے بعد اُسکا ولی عہد مظفر الدین مشاہ قاجار
 ۸ جون ۱۸۹۶ء کو تخت نشین ہوا اور ۴ جنوری ۱۹۰۶ء تک حکومت کر کے
 اُس نے وفات پائی اُس کے انتقال سے چھ ماہ قبل اہل ایران جبکی بے ولی
 اپنے حکمرانوں کے ظلم و تعدی کی وجہ سے روز بروز بڑھ رہی تھی اب ایک
 علانیہ شورش کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ وہ دستوری حکومت کے طلبکار
 تھے۔ چنانچہ ماہ جولائی ۱۹۰۶ء میں بڑی کوشش کے بعد وہ اپنے مقصد
 میں اس طرح کامیاب ہوئے کہ سولہ ہزار طہرانی جن میں ہر طبقہ کے لوگ شریک
 تھے مجتہدین کی ترغیب سے دولت برطانیہ کے وسیع سفارت خانہ۔ مساجد
 اور دوسرے متبرک مقامات میں پناہ گزین ہوئے۔ یہ مجمع نہایت ہی باقاعدہ
 طور سے مرتب ہوا۔ ان لوگوں نے اپنا کمریٹ قائم کیا اور حفظانِ صحت
 کے اصول اختیار کئے چنانچہ رفتہ رفتہ ملائم اور معقول طریقہ سے انہوں نے
 شاہ کو مجبور کیا کہ اپنے نالایق حکمران وزیر عین الدولہ کو موقوف
 کر کے دستوری حکومت کی ایک سند عطا کرے۔ گو شاہ اور اُسکے وزرا

نے بہت پیچ و تاب کھایا اور کوششیں کیں کہ اس مجمع کو درہم برہم کر دین مگر
 ایک نہ چلی۔ آخر مجبور ہو کے انہیں رعایا کی درخواست منظور کرنی پڑی۔
 شاہ اور اس کے وزرا یہ سمجھتے تھے کہ رعایا کی یہ خواہش پوری
 کرنے میں ان کی بڑی سبکی ہے اور یہ ڈرتھا کہ آئندہ شاہی اختیارات سلب
 ہو جائیں گے مگر ان کی مخالفاۓ کوششیں رعایا کی ہولناک آواز کے سامنے
 پسپا ہوئیں اور بالآخر ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو جب دستوری حکومت قائم ہوئی
 تب لوگ اپنے اپنے گھر دن کو واپس گئے اور کاروبار میں مصروف ہوئے۔
 چنانچہ اس طرح بغیر کسی خونریز انقلاب کے ایران میں ایک دستوری
 حکومت کی بنا پڑی اور جو بادشاہت صدیوں سے خود مختاری کا ڈنکا بجاتی
 تھی اُسکو اصلاح کا سبق دیا گیا اور اُسکے اختیارات محدود کئے گئے۔ یہ
 دستوری حکومت گو بہت سی باتوں میں ابھی ناقص تھی لیکن جو چیز قابل غور
 ہے وہ یہ ہے کہ وہاں کے لوگ اپنے حقوق اور اختیارات کو سمجھنے لگے
 اور انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنے ملک کو اس تباہی اور بربادی کے
 پنجہ سے بچائیں جو خاندان قاجار کے ظلم و تعدی کی بدولت اس نوبت
 کو پہنچا ہے۔ شاہی اختیارات میں ایک بڑی اصلاح یہ کی گئی کہ رعایا
 ایک ایسی مجلس شوریٰ قائم کرنے کی مجاز ہوئی جو ان کے حقوق کی
 حفاظت کرے اور ملک کے تمام قوانین کا وضع و نفاذ اور وزرا کا انتخاب

اُسکی رائے سے ہو۔ ابتداءً اس بارہ میں بہت کچھ مباحثہ ہوئے مگر بالآخر اکتوبر ۱۹۰۶ء میں اراکین مجلس کا انتخاب شروع ہو گیا اور اسی مہینہ کی ساتویں تاریخ کو بلا انتظار ورود و کلا رصوبہ جات مجلس کا افتتاح طہران میں ہو گیا اور بادشاہ کی طرف سے ایک اسپچ پڑھی گئی۔ ۴ جنوری ۱۹۰۶ء کو مظفر الدین شاہ نے انتقال کیا اور اُس کا ولی عہد محل علی میرزا تخت پر بیٹھا جو اُس وقت تبریز میں زخیر صوبہ آذربائیجان کا گورنر مقرر تھا۔ جب مظفر الدین شاہ کی حالت غیر ہونے لگی یہ روسیہ ۱۴ دسمبر ۱۹۰۶ء کو طہران آیا اور ۱۹ جنوری ۱۹۰۷ء کو تخت نشین ہو گیا مگر قبل تخت نشینی کے اُسے حلف لینا پڑا کہ مثل اپنے باپ کے دستوری حکومت کا موید رہیگا اور جو حقوق شاہ سابق نے رعایا کو دئے ہیں وہ بدستور قائم رہیں گے۔ سیکڑوں برس ہوئے مگر کیا نیون کے قدیم تخت کو کسی بادشاہ نے ایسا ذلیل نہیں کیا جیسا کہ اس برگشتہ بزدل اور بدکار شیطان مجسم محمد علی شاہ قاجار نے۔ اُسکی ابتداء ہی سے اپنی رعایا کی طرف سے نفرت تھی اور جب سے ایک معاش روسی اتالیق اُسے مل گیا وہ باسانی گورنمنٹ روس کا ایک بندہ زرخیر بنکر اپنے لوگوں کے حقوق پامال کرنے پر مستعد ہو گیا۔

پشیزی بہ از بشہر مایہ چینین کہ نہ کیش دارد نہ آئین دین



Muzaffaru'd-Dín Sháh Qájár

Born March 25, 1853: crowned June 8, 1896: died January 4, 1907

اس منحوس محمد علی شاہ کی حکومت کچھ ایسی بُری ساعت سے شروع ہوئی کہ اُس نے ملک کو خاک میں ملا کر چھوڑا۔ وہ ابتدا ہی سے مجلس کو ناپسند کرتا تھا اور بالآخر علانیہ مخالفت نہو گیا۔ مجلس یہ چاہتی تھی کہ جو اختیار اسے ملے ہیں انہیں کام میں لائے اور شاہ مع اپنے رفقا اور نمکھرام وزراء کے یہ چاہتے تھے کہ حسب دستور قدیم کل اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھیں اور رعایا پر ظلم کریں جس کے لئے خاندان قاجار ہمیشہ سے بدنام تھا۔

محمد علی شاہ نے اپنی رعایا کے خلاف روسی مفندون سے ساز و باز شروع کیا اور بالآخر روس و انگلستان سے خفیہ طور پر چار لاکھ پانچ سو روپے ذاتی مصارف عیش کے لئے قرض ٹھہرائے مگر یہ راز بہت جلد افشا ہو گیا اور علماء و اراکین مجلس کی کوششوں سے وہ قرض لینا موقوف رہا اور محمد علی شاہ کو مایوس ہونا پڑا۔

اب اراکین مجلس کو بخوبی یقین ہو گیا کہ شاہ اور اُس کے وزراء کو مجلس کی تجاویز سے قطعی مخالفت ہے۔ لہذا انہوں نے اب مصمم ارادہ کر لیا کہ ملک کے انتظام میں جن اصلاحات کی سخت ضرورت تھی وہ عمل میں لائے جائیں۔ انہوں نے پہلا حکم یہ جاری کیا کہ آئندہ کسی قسم کا قرض روس اور انگلستان سے نہ لیا جائے کیونکہ اب اچھی طرح محسوس ہو گیا کہ غیر سلطنتوں سے قرض لیکر موجودہ قرض کی تعداد کو بڑھانا ایران کی خود مختاری اور حفاظت کو خطرے میں ڈالتا ہے۔

اول انہوں نے شاہ کے سہارن کو محدود کر دیا اور ملک کی آمدنی وصول کرنے کا جو خراب طریقہ اب تک جاری تھا جس کی وجہ سے شاہ کے رفقا و اپنی صحبین بھرا کرتے تھے اُس کی اصلاح کی اور ایک اہل بلجیم مسمی ناس مع اور بہت سے اہل بلجیم کے جو کئی سال سے ایران کے محکمہ جنگی کی اصلاح اور انتظام کے لئے مقرر تھا اور جس نے ناجائز طریقہ سے بہت سی دولت جمع کر لی تھی اور بڑا با اثر اور مقتدر شخص ہو گیا تھا اُسکے ہٹانے کی تجویز کی۔ اور اہل ملک کے سرمایہ سے ایک قومی بنک قائم کیا تاکہ غیر ممالک کی مالی مدد سے ملک کی خود مختاری میں فرق نہ آئے۔

۱۰ فروری ۱۹۰۷ء کو شاہ کو مجبوراً مسٹر ناس محکمہ جنگی کے افسر کو مقرر کرنا پڑا۔ اس کارروائی سے مجلس کی وقت لوگوں کے نظروں میں بہت بڑھ گئی۔ اب شاہ نے یہ ارادہ کیا کہ امین السلطان (المعروف بہ اقا باغ اعظم) کو بلا کر اپنا وزیر اعظم بنائے جو ایران کا ایک بہت بڑا امیر تھا۔ اس شخص کو یورپین تعلیم پائی تھی اور بہت سیاحت کر چکا تھا مگر باوجود ان حضایص کے بہت ظالم اور راشی تھا۔ علمائے وقت نے اُسکو بددیانتی اور خیانت کی وجہ سے ۱۹۰۳ء میں ملک سے جلا وطن کر دیا تھا۔ (۱۸۹۹ء - ۱۹۰۰ء - ۱۹۰۱ء میں جو معاملہ قرض روس و ایران کے درمیان طے ہوئے تھے اُن میں اُسکی خیانت شامل تھی) جب یہ معلوم ہوا کہ وہ ایران واپس آتا ہے تو گورنمنٹ روس نے اُسکے ساتھ

ساز و باز شروع کر دیا اور اُسے اپنے جہاز میں سوار کر کے بڑے اعزاز کے ساتھ
ایرانی بندرگاہ انزلی پر پہنچایا۔ جب اُس نے جہاز سے اتر کر آگے بڑھنا چاہا
تو رشت کے باشندوں نے اُس سے کہا کہ جب تک تم دستوری حکومت
کی تائید کا حلف نہ لو گے ہم تمہیں طہران نہ جانے دینگے چنانچہ اُس نے
قرآن پر قسم کھائی۔

۲۶۔ اپریل کو جب وہ طہران پہنچا تو ملک کے ہر صیغہ کو ابتر پایا۔ خزانہ لُٹ
خالی تھا اور کل ملک میں جا بجا شورش کے آہوار نمایاں تھے۔ گو مجلس کو بھی
ان سب باتوں کا علم تھا اور وہ جانتی تھی کہ کیا کرنا چاہیئے مگر شاہ اس بات پر
اڑے تھے کہ مجلس کے تجاویز بالاسے طاق رہیں اور اُن کے حکم کی تعمیل ہو
اصفہان کی رعایا شاہ کے چچا ذی السلطان کے خلاف علم بغاوت
بلند کر چکی تھی اور تبریز کے باشندے بلوہ پر آمادہ تھے اس پر طرہ یہ ہوا کہ
ماہ جون میں ایران کے اُس پاگل شاہزادے سالار الدولہ نے جو
شاہ کا بھائی تھا ہمدان میں علانیہ بغاوت شروع کی اور طہران کا تخت چھین
لینے کا اعلان دیا۔ چنانچہ تین روز تک بمقام ہنود شاہ کی فوج میں اور اُس میں
معرکہ جدال و قتال گرم رہا اور آخر کار جون شاہ میں اُس نے شکست کھائی
اور گرفتار ہو گیا۔

اب معاملات بجائے سدھرنے کے روز روز ابتر ہوتے گئے یہاں

تک کہ ماہ اگست میں گورنمنٹ روس نے جو ابتدا سے دستوری حکومت کی مخالفت تھی مجلس کو برخواست کرنے کی دہلی دسی۔ اس درمیان میں ترکی سے بھی کچھ تنازعہ ہو گیا اور چھ ہزار ترکی فوج شمالی و مغربی سرحد سے عبور کر کے بعض ایرانی مقامات پر قابض ہو گئی اور چاہا کہ شہر آرمیہ پر بھی قبضہ کر لے۔ اس اثنائے میں آناہک نے روس کے ساتھ پھر ایک قرض کی کارروائی شروع کی۔ گو اُسے یہ ڈرتھا کہ بغیر مجلس کی منظوری کے قرض ملنا دشوار ہے۔ اگست کے آخر تک اُس نے کوشش کر کے مجلس کے بعض اراکین کو ہموار کر لیا اور اب اُسے امید ہوئی کہ معاملہ طے ہو جائیگا۔ مگر

”مادرِ چہ خیا لیم و فلک در چہ خیال“

۲۱۔ اگست کو جب وہ مجلس سے اٹھ کر باہر آ رہا تھا ایک نوجوان شخص مسمی عباس آغا ساکن تبریز نے اُسے گولی سے مار دیا اور فوراً خودکشی کر لی۔ یہ شخص ایک خفیہ پولیٹیکل انجمن کا رکن تھا اور اُس نے محض حب الوطنی کے جوش میں اس وزیر اعظم کو قتل کیا تا کہ دستوری حکومت ایسے مکرم سازشی اور چالاک شخص کے ہاتھ سے محفوظ رہے۔

عباس آغا کے چہلم میں فدا یون کا جوش اور نوہ خوانی ایران کی تاریخ میں یادگار رہیگی اور دنیا کی قوموں کے لئے حب الوطنی کی ایک عمدہ مثال ثابت ہوگی۔ چہلم کے دن شہر کی بہت سی دوکانیں بند تھیں اور لوگ جوق کے جوق

سوار پیدل پہلون کے ہار لئے قبر کی طرف جا رہے تھے۔ گو قبرستان کا میدان وسیع تھا مگر اتنا مجمع ہوا کہ تل کہنے کو جگہ نہ تھی۔ ایک لاکھ آدمیوں کا تخمینہ کیا جاتا تھا جو وہاں جمع ہوئے تھے۔ کل انجنون کے لوگ طلباء اور اسکول کے بچے وہاں آئے تھے۔ بہت سے خیمے لگائے گئے تھے اور اکثر سیر چشم وطن دوست اصحاب نے چار و کافی اور فواکھات کا انتظام کیا تھا۔ بعض لوگ سینہ زنی میں مصروف تھے اور مہیکی مضامین کے اشعار پڑھتے تھے بعض خوش سخن شعرا نے اپنے تصنیف کردہ مرثیے پڑھے اور بعض واعظین نے پیچیدہ دین سٹھائی کی کشتیاں تقسیم ہوئیں۔ شجاع السلطنت بھی اپنے ساتھ گاڑی میں ایک بڑا سا گلہ تہ قبر پر چڑھانے کے لئے لائے تھے۔ فخر الواعظین نے جو مرثیہ کہا تھا اس کے چند اسطرحد یہ ناظرین ہیں:-

ایک ازین تو گل کہ خفت از تو شاؤ و غری	اے مزار محترم ہر چہ بزم ماتمی
عسیت خوابید در دامن تو مانا مرہمی	جائے دارد در تو آن کو عالمے را زندہ کرد
زخم قلب ملک ملت را تو شافی مرہمی	اے جہان غیرت اے عباس قاکر شرف
معلے فر فریدون مہمی تاج جمی	ترک ایرانی نثر اداے آنکہ ہچون تمہن
چون سکندر ساخت ز آہن بارہ بند محکم	در رہ یا جوج ظلم و فتنہ دست غیرت
کرد از ششش بول جیا علی را آدمی	گفت تاریخ عزایش را بہ زاری خوری

اس زمانہ میں ایران میں بہت سے اس قسم کے خفیہ پولیٹیکل انجمنیں

قائم ہو گئی تھیں جن کا مقصد محض ملک کی فلاح اور بہبود ہی تھا۔ ا تا بلکہ
کے قتل سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ ملک میں صد ہا آدمیوں نے اس بات کا حلف
لیا ہے کہ بطرح ہو سکے دستوری حکومت کی مدد کریں خواہ اس کو شش جہان
جاسے یا جلا وطنی نصیب ہو۔

اب ایک عجیب تہلکہ پایا تھا شاہ اور مجلس و زرا کسی طرح متفق نہ ہوتے تھے
آخر کار اکتوبر ۱۹۰۷ء میں ناصر الملک نے جو نائب السلطنت مقرر
ہوئے تھے بہ وقت دونوں میں اتفاق کرایا۔ اب جو مجلس و زرا قائم ہوئی اسکو
اکثر رکن حکومت دستوری کے موید تھے مگر یہ لوگ صرف دسمبر تک اپنی خدمتوں
پر رہے بعد ازاں مستعفی ہو گئے۔

۳۱ اگست ۱۹۰۷ء کو بمقام سینٹ پیٹرس برگ دولت روس و انگلستان
کے درمیان اس مشہور و معروف معاہدہ پر دستخط ہوئے جو انگریز شین کنولشن
(معاہدہ روس و انگلستان) کے نام سے مشہور ہے۔ ۴ ستمبر کو طہران میں
اس معاہدے کی بڑی شہرت ہوئی اور باوجود اُن محتاط الفاظ کے جن سے
ایران کی خود مختاری اور تحفظ کا یقین دلایا گیا تھا اہل ایران کے دل پر اس کا بہت
برا اثر ہوا۔

چونکہ اس معاہدے کو ایران کے مابعد وافعات کے ساتھ ایک خاص
تعلق ہے اسلئے لفظ بہ لفظ اس مقام پر نقل کر دینا ضرور ہے۔

عہد نامہ

اعلیٰ حضرت ملک معظم بادشاہ برطانیہ اعظم وائرلینڈ و جمیع مقبوضات
دولت برطانیہ و شہنشاہ ہندوستان اور شہنشاہ سلطنت روس نے آپس میں
نیک نیتی کے ساتھ اس معاہدہ کی خواہش ظاہر کی تاکہ مختلف معاملات جو دونوں
سلطنتوں کو براعظم ایشیا میں اپنے اپنے مقبوضات کے متعلق پیش آیا کرتے
ہیں ان میں آئندہ کوئی غلط فہمی یا شکر بچی نہ واقع ہو اور اسلئے دونوں شہنشاہوں
نے اس کام کے لئے اپنے اپنے سفیر کبیر معین کئے چنانچہ اعلیٰ حضرت
ملک معظم دولت برطانیہ اعظم وائرلینڈ و جمیع مقبوضات دولت برطانیہ و شہنشاہ
ہندوستان نے رائٹ آرمیل سر آر تھرس نکلسن جو سلطنت روس
میں اعلیٰ حضرت کی طرف سے سفیر کبیر تھے اس معاہدہ کی تکمیل کے لئے معین
ہوئے اور شہنشاہ روس کی طرف سے انکے دربار کے ایک معزز رکن ایلگزنڈر
آئی سویس کی وزیر امور خارجہ اس کام پر تعینات ہوئے۔ دونوں نے
اپنے اپنے اختیارات ایک دوسرے پر ظاہر کئے اُسکے بعد حسب ذیل شرائط
پیش ہوئے۔

شرائط متعلق ایران

گورنمنٹ برطانیہ اعظم و گورنمنٹ روس ہر دو اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ

ایران کی خود مختاری اور تحفظ کا لحاظ رکھیں گے اور دونوں کی دلی خواہش یہ ہے کہ اُس ملک میں امن مسلط ہو اور اس امن کے ساتھ ملک ترقی کرے اور نیز تجارت و صنعت و حرفت قائم ہوتا کہ کل اقوام اس سے مساوی فائدہ اٹھائیں۔
 باین خیال کہ ہر دو سلطنتوں کو جغرافیائی اور تمدنی وجوہ کے لحاظ سے ایران میں صلح اور امن قائم رکھنے میں ایک خاص دلچسپی ہے اسلئے کہ بعض صوبہ جات روس کی سرحد پر واقع ہیں اور بعض افغانستان و بلوچستان کی سرحد پر پس باین غرض کہ آئندہ ایران کے ایسے صوبہ جات کے متعلق جو اوپر بیان کئے گئے ہیں ان دونوں سلطنتوں میں کوئی جھگڑا نہ واقع ہو۔ حسب ذیل شرائط منظور کئے گئے۔

شرط اوّل

برطانیہ اعظم عہد کرتا ہے کہ جو حد قصر شیرین سے لیکر روس و افغانستان کی سرحد تک قرار دی گئی ہے اور اسکے لئے جو فرضی خط ڈالا گیا ہے اور جو اصفہان یزد اور کاخ سے گزرتا ہوا اُس مقام پر جاملتا ہے جہاں روس و افغانستان کے قریب ایران کی سرحد ختم ہوتی ہے اس حصہ ملک میں نہ اپنے لئے نہ اپنی کسی رعایا کے لئے کسی قسم کا پولیسکل یا تجارتی اجارہ مثل اس کے کہ ریلوں کا بنانا بنک کا قائم کرنا برقی تار لگانا سڑکوں کی تعمیر نقل و حرکت کے ذرائع میں وغیرہ حاصل نہ کرے گا اور اگر گورنمنٹ روس اُس ملک میں اس قسم کے اجارہ

حاصل کرے گی تو اُس کا مخالفت نہ ہوگا۔ یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ مندرجہ بالا مقامات اُس حصہ ملک میں شامل ہیں جہاں دولت برطانیہ اجارہ جات متذکرہ بالا حاصل کرنے سے اپنے تئیں باز رکھے گی۔

شرط دوم

دولت روس اپنی طرف سے یہ عہد کرنی ہے کہ جو حد افغانستان سے لیکر بندر عباس تک قرار دی گئی ہے اور اُس کے لئے جو فرضی خط ڈالا گیا ہے اور جو گازک برچند اور کرمان سے گزرتا ہوا بندر عباس سے جالما ہے اس حد میں نہ اپنے لئے اور نہ اپنی کسی رعایا کے لئے اور نہ کسی تیسری سلطنت کی رعایا کے لئے کسی قسم کا پولیٹیکل یا تجارتی اجارہ مثل اس کے کہ ریلوین کا بنانا یا بینک کا قائم کرنا برقی تار کا لگانا سڑکوں کی تعمیر نقل و حرکت کے ذرائع بیمہ وغیرہ حاصل نہ کرے گی۔ اور اگر گورنمنٹ برطانیہ اعظم اُس ملک میں اس قسم کے اجارے حاصل کر گئی تو اُسکی مخالفت نہ ہوگی۔

یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ مندرجہ بالا مقامات اُس حصہ ملک میں شامل ہیں جہاں دولت روس اجارہ جات متذکرہ بالا حاصل کرنے سے اپنے تئیں باز رکھے گی۔

شرط سوم

اب رہا ملک ایران کا وہ حصہ جو ان دونوں حدود متذکرہ بالا کے درمیان میں واقع ہے وہاں اگر دولت برطانیہ کی رعایا کوئی اجارہ حاصل کرے گی تو

روس بلا اطلاع و اتفاق دولت برطانیہ مانع و مزاحم نہ ہوگا۔ اسی طرح دولت برطانیہ اقرار کرتی ہے کہ اس حصہ ملک میں اگر دولت روس کی رعایا کوئی اجارہ حاصل کرے گی تو دولت برطانیہ بلا اطلاع و اتفاق دولت روس مانع و مزاحم نہ ہوگی۔ البتہ جو اجارے اس حصہ ملک میں موجود ہیں وہ علی حالہ قائم رہیں گے۔

شرط چہارم

یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ شاہ کی گورنمنٹ نے اب تک بینک پیرس سے جو رقم قرض لئے ہیں اسکے سود کی ادائیگی میں کل جنگ کی آمدنی باستثنائے فارستان و خلیج فارس بیچ و مکفول سمجھی جائے گی اور بدستور سابق اس مدینہ ادا ہوتی رہے گی اور نیز یہ امر بھی باہمی تسلیم شدہ ہے کہ فارستان اور خلیج فارس کی جنگ کی آمدنی اور نیز سواحل ایران جو بحر ہند سے ملحق ہیں وہ ان ماہی گیری کی آمدنی اسکے علاوہ پوسٹ آفس اور تار کی آمدنی حسب دستور سابق اس قرض کی ادائیگی میں دی جائے گی جو دولت ایران نے اب تک امپیریل بینک پریشیا سے قرض لیا ہے۔

شرط پنجم

اگر ان قرضوں کی ادائیگی میں جواب تک بینک پیرس و امپیریل بینک پریشیا سے لئے گئے ہیں کوئی بد معاملگی یا بے صوابی ظاہر ہوگی یا کوئی ایسی وجہ پیش آئے گی جس کے سبب سے اسکو اختیار ہوگا کہ قرض اول الذکر کی ادائیگی کیلئے

آمدنی پر اپنا انتظام قائم کرے یا برطانیہ اعظم کو اسی طرح کے انتظام کی ضرورت پیش آئے تو ہر دو گورنمنٹ اول آپس میں تجویز کر لیں گے کہ کیا سبیل اختیار کرنا چاہیئے تاکہ اس معاہدہ کی رو سے آپس میں کوئی خلاف ورزی نہ ہو۔ اس عہد نامہ کے دوسرے شرائط افغانستان اور تبت سے متعلق ہیں۔

یہ عہد نامہ محض روس اور انگلستان نے آپس میں طے کیا اور بظاہر اپنے اپنے ذاتی اغراض کے لئے تھا جو ایران اور دوسرے ممالک سے متعلق ہیں۔ دولت ایران کو اس معاہدہ کی اطلاع بھی نہ دی اور نہ اُسے کسی طرح اس راز میں شریک کیا یہاں تک کہ مجلس کو بھی اس معاہدہ کا علم نہ تھا بلکہ مجلس کو اُس وقت معلوم ہوا جبکہ ۴ ستمبر کو طهران میں اسکی اشاعت ہوئی۔ اہل ایران کو جب یہ معلوم ہوا کہ اُن کا ملک ان دونوں سلطنتوں نے راٹوں رات آپس میں اس طرح تقسیم کر لیا ہے تو انہوں نے اس کی سخت مخالفت کی اور انکا مخالفت کرنا بالکل سجا تھا اسلئے کہ یہ دونوں سلطنتیں بچاے خود ایران کی دوستی کا دم بھرتی تھیں بلکہ اس بات کا اعلان کیا تھا کہ وہ ایران کی خود مختاری اور تحفظ ہمیشہ مدنظر رکھیں گے اور تمام ملک میں صلح اور امن مسلط کرنے کی بے لوث خواہش ظاہر کی تھی اور یہ کہا تھا کہ ملک کئی ترقی دینے میں ہر طرح پرستین ہوں گے۔ اس معاہدے کی اشاعت سے طهران میں بڑا جوش پھیلا اور جا بجا بازاروں اور شاہراہوں میں اس جوش کے آثار نمایان ہونے لگے۔ دوسرے روز

سریسیل اسپرنٹ رائس نے جو طہران میں برطانیہ کے
سفیر تھے گورنمنٹ ایران کو سرکاری طور پر ایک تحریر بھیجی جس میں اس معاہدے
کے اصلی معنی اور مقصد بیان کئے۔ یہ تحریر فارسی زبان میں تھی جس کا ترجمہ درج
ذیل ہے۔

ترجمہ مراسلہ سرکاری منجانب سفیر دولت برطانیہ متعینہ

طہران بنام وزیر امور خارجہ ایران مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۰۷ء

(اس مراسلہ میں عہد نامہ کے مقاصد ظاہر کئے گئے ہیں اور اسکی نوعیت بتائی گئی ہے)
مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ ایران میں یہ مشہور ہے کہ انگلستان اور روس کے

درمیان جو معاہدہ ہوا ہے اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ دونوں سلطنتیں ایران میں دخل
دہنگی اور ملک کو آپس میں تقسیم کر لیں گی۔ جناب کو معلوم ہے کہ روس اور انگلستان
کے درمیان جو امور طے ہوئے ہیں اُن کا اور ہی مقصد ہے اس لئے کہ

نواب مشیر الملک ابھی حال میں سینٹ پیٹرس برگ اور لندن
دونوں جگہ تشریف لے گئے تھے اور دونوں سلطنتوں کے وزراء امور خارجہ

سے اس بارہ میں گفتگو کی دونوں نے صاف صاف الفاظ میں اس معاہدے

کے اغراض اُن سے بیان کئے اور انہیں یقین دلایا کہ اہل ایران نے جو

بات بچائے خود سمجھ لی ہے وہ صحیح نہیں ہے غالباً مشیر الملک نے

اس امر کو ظاہر کر دیا ہوگا۔

سرایڈ ورڈ گریس اور مشیر الملک مین جو گفتگو ہوئی
اُس کا خلاصہ اور نیز موسیو آئی سولسکی کے بیان کا خلاصہ میرے
پاس پہنچا گیا ہے۔

سرایڈ ورڈ گریس لکھتے ہیں کہ مین نے اور موسیو آئی
سولسکی نے مشیر الملک سے یہ بیان کیا کہ ہم دونوں دو اصلی امور
کے نسبت متفق ہیں۔

اول یہ کہ ہم دونوں مین سے کوئی سلطنت ایران کے معاملات مین
داخل نہ دے گی۔ البتہ اُس صورت مین کہ ہماری رعایا پر ظلم ہو یا اُن کو کوئی مالی
لفضان پہنچے۔

دوم۔ یہ کہ اس معاہدے کی شرائط کی رو سے ایران کی خود مختاری اور
حفاظت معرض خطر میں نہیں پڑتی۔

سرایڈ ورڈ گریس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اب تک روس
اور انگلستان مین مخالفت تھی اور ہر ایک یہی کوشش کرتا تھا کہ دوسرے کو
ایران مین نہ رہنے دے۔ اگر یہ مخالفت ایران کے موجودہ نازک وقت مین
قائم رہتی تو یہ دونوں سلطنتیں یا اُن مین ایک ایران کے اندرونی معاملات
مین ضرور دخل دیتیں تاکہ دوسری سلطنت موجودہ حالت سے فائدہ اٹھا سکے

یا دونوں مل کے دخل دیتین اور دوسری سلطنتوں کو فائدہ اٹھانے سے محروم رکھتین پس جو معاہدہ اس وقت روس اور انگلستان میں ہوا ہے اس کا منشا یہ ہے کہ آئندہ دونوں میں اس قسم کی وقتیں نہ پیش آئیں اور اس معاہدے کے شرائط ہرگز ایران کے مخالف نہیں جیسا کہ موسیو آئی سولسکی نے صاف صاف مستحیر الممالک سے بیان کیا ہے۔ یعنی ہم دونوں سلطنتوں میں کوئی ایران سے کچھ نہیں چاہتی پس ایران کو چاہیے کہ اپنی سامری قوت اور توجہ اپنے اندرونی معاملات کی اصلاح میں صرف کرے۔ دونوں وزراء اس بات پر متفق ہیں کہ ایران کے معاملات میں دخل نہ دیا جائے۔ پس اب کوئی جاے شک باقی نہیں رہی۔ موسیو آئی سولسکی کے الفاظ جس میں انگلستان کا منشا بھی شامل ہے حسب ذیل ہیں۔

روس کا عام اصول یہ ہوگا کہ دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں ہر قسم کا دخل دینے سے احتراز کرے البتہ اُس صورت میں کہ اُس کے اغراض کو ضرر پہونچا یا جائے۔ موجودہ صورت میں یہ بالکل غیر ممکن ہے کہ روس اس اصول سے انحراف کرے۔

اب رہی یہ افواہ کہ روس اور انگلستان ایران کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اُسکے تعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان دونوں سلطنتوں نے اپنے اپنے لئے دائرہ اقتدار قرار دے دیں۔ سر ایڈورڈ کرے اور

موسیو آئی سولسکی صاف صاف یہ لکھتے ہیں کہ یہ افواہ محض

بے بنیاد ہیں۔ دراصل ان دونوں سلطنتوں کا جو منشاء ہے وہ یہ ہے کہ
 کہ آپس میں ایک سمجھوتہ کر لیں جس سے آئندہ کوئی جنگ نہ پیدا ہو اور اس
 امر کا غہد کر لیں کہ ان دونوں میں کوئی سلطنت ایران کے ان مقامات میں
 اپنا اختیار نہ بڑھائے گی جو اسکی سرحدوں سے ملے ہوئے ہیں۔ پس صاف
 ظاہر ہے کہ یہ معاہدہ نہ ایران کے حق میں مضرب ہے نہ کسی اور سلطنت کے
 لئے۔ اسلئے کہ اس معاہدے کی پابندی صرف انگلستان اور روس پر لازم
 ہے جسکا منشاء یہ ہے کہ ایران میں کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے آپس میں
 نفیض پیدا ہو اور آئندہ کے لئے ایران کو ان مطالبات سے بریت حاصل
 ہو جائے جو زمانہ قدیم میں اس کی تمدنی ترقی میں اس قدر مانع اور حائل ہوئے
 ہیں موسیو آئی سولسکی کے الفاظ سمجھئے یہ ہیں:-

یہ معاہدہ جو دو ایسی یورپین سلطنتوں کے درمیان ہوا ہے جنہیں ایران
 سے خاص تعلق ہے اس امر پر مبنی ہے کہ دونوں سلطنتیں ایران کی خود مختاری
 اور تحفظ کی عناصر برائیگی اور ایران کے فوائد کو بڑھائیں گی اور ترقی دیں گی۔
 اب ایران اگر چاہے تو ان دو قومی مہمایہ سلطنتوں کی مدد سے اپنا مذہبی
 اصلاحات میں بہت کچھ ترقی کر سکتا ہے۔

مندرجہ بالا بیانات سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ جو افواہ ایران میں

روس و انگلستان کے پولیٹیکل اغراض کے متعلق پھیلی ہے کس قدر جھوٹ اور بے بنیاد ہے۔ اس معاہدہ سے دونوں سلطنتوں کا یہ منشا نہیں ہے کہ ایران کی خود مختاری پر حملہ کریں بلکہ ہمیشہ کے لئے اُسکے تحفظ کے ضامن ہو جائیں۔ وہ یہ نہیں چاہتے کہ کسی قسم کی دخل دہی کا بہانہ ڈھونڈیں بلکہ ان دوستانہ شرائط سے یہ غرض ہے کہ آپس میں کسی کو اپنے حقوق کی حفاظت کے بہانہ سے بھی دخل دہی کا موقع نہ ملے۔ دونوں سلطنتیں امید کرتی ہیں کہ آئندہ سے ایران بیرونی دخل دہی کا خیال بالکل دل سے نکال ڈالے گا۔ اور بہت آزادی کے ساتھ اپنے معاملات کا انتظام کرے گا۔ جسکی وجہ سے نہ صرف ایران بلکہ سارے عالم کو فائدہ پہونچے گا۔

برطانیہ کی کتاب آبی مین ڈسمبر ۱۹۱۱ء تک اس ضروری سرکاری کاغذ کا کہیں پتہ نہ تھا جب ہاؤس آف کامنز میں سکرٹری آف اسٹیٹ امور خارجہ سے بہت کچھ سوالات کئے گئے تب انھوں نے اس کے وجود کا اقرار کیا اور کہا کہ ہاں ۵ ستمبر ۱۹۰۸ء کو سفیر دولت برطانیہ متعینہ طہران نے گورنمنٹ ایران کو اس مضمون کا مراسلہ بھیجا تھا۔ ایران کی ابتر حالت بدستور قائم تھی اور دسمبر میں طہران کے اخباروں نے شاہ کی نسبت سخت مین لکھے جنکی عبارت ایسی تحقیر آمیز الفاظ اور دھمکیوں سے بھری تھی کہ کسی کو یقین نہ آسکتا تھا۔ ۴ نومبر کو شاہ بڑے جاہ و حشم کے ساتھ مجلس میں شرکت



Muhammad 'Alí Sháh Qájár

Born 1872: crowned January 19, 1907: deposed July 16, 1909

لائے۔ اور چونکہ دفع قرآن پر یہ قسم کھائی کہ دستورِ حکومت کی حمایت کریں گے۔ شروع و سبیر میں یہ صاف ظاہر ہوا کہ **فوج علی شہ** نے مجلسِ شوریٰ کو روکنا کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ چنانچہ اس غرض کی تکمیل کے لئے اُس نے دو فوجیں تیار کیں۔ ایک **فوج قزاق بریگیڈ** کے نام سے موسوم تھی جس میں بارہ سو سے اٹھارہ سو تک ایرانی تھے مگر اُن کے افسر روسی تھے جنکو گورنمنٹ روس نے اس کام کے لئے شاہ کو دیا تھا۔ اور اُن کی تنخواہیں بھی ایران کے خزانہ سے دی جاتی تھیں۔ دوسری ایک بے قاعدہ فوج تھی جس میں خود شاہ کے خدمت گار سائیس خچر بانکنے والے اور شہر کے کچھ اور اوباش شریک تھے۔ ایران کی مکی فوج کچھ ایسی حقیر کس پیرس حالت میں پڑی ہوئی تھی کہ کوئی اُسکی چنداں پر واکرتا تھا اور نہ کسی کو اوسکا ڈر تھا۔

۱۵ نومبر کو شاہ نے ناصر الملائک کی کبٹ کے کل اراکین کو طلب کیا جو ابھی حال میں مستعفی ہو چکے تھے اور انھیں بہ جبر معہ وزیر اعظم کے حراست میں لے لیا۔ اسثناء میں شاہ کی اوباش فوج نے طہران میں ہنگامہ شروع کیا اور مجلس کے خلاف شورش پیدا کی۔ مگر ابھی کسی اتنی جرات نہیں ہوئی کہ بھارستان پر قبضہ کر لے۔ بہارستان اُس عمارت کا نام تھا جہاں کل اراکین مجلس شوریٰ جمع ہو کے ملکی معاملات میں مشورہ

لائے۔ اور چونکہ دفع قرآن پر یہ قسم کھائی کہ دستوری حکومت کی حمایت کریں گے۔ شروع دسمبر میں یہ صاف ظاہر ہوا کہ محمد علی شاہ نے مجلس شوریٰ کو اپنے کام مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ چنانچہ اس غرض کی تکمیل کے لئے اُس نے دو فوجیں تیار کیں۔ ایک فوج قزاق بریگیڈ کے نام سے موسوم تھی جس میں بارہ سو سے اٹھارہ سو تک ایرانی تھے مگر اُن کے افسر روسی تھے جنکو گورنمنٹ روس نے اس کام کے لئے شاہ کو دیا تھا۔ اور اُن کی نتواہیں بھی ایران کے خزانہ سے دی جاتی تھیں۔ دوسری ایک بے قاعدہ فوج تھی جس میں خود شاہ کے خدمت گار سائیں خیر مانکنے والے اور شہر کے کچھ اور اوباش شریک تھے۔ ایران کی ملکی فوج کچھ ایسی حقیر کس پیرس حالت میں پڑی ہوئی تھی کہ کوئی اُسکی چنداں پروا نہ کرتا تھا اور نہ کسی کو اوسکا ڈر تھا۔

۱۵ نومبر کو شاہ نے ناصر الملائک کی کبٹ کے کل اراکین کو طلب کیا جو ابھی حال میں مستعفی ہو چکے تھے اور انھیں بہ جبر معہ وزیر اعظم کے حراست میں لے لیا۔ اس اثنا میں شاہ کی اوباش فوج نے طہران میں ہنگامہ شروع کیا اور مجلس کے خلاف شورش پیدا کی۔ مگر ابھی کسی اتنی جرات نہیں ہوئی کہ بھارستان پر قبضہ کر لے۔ بہارستان اُس عمارت کا نام تھا جہاں کل اراکین مجلس شوریٰ جمع ہو کے ملکی معاملات میں مشورہ

کرتے تھے۔ چنانچہ وہ حسب معمول دوسرے روز وہاں جمع ہوئے مگر چونکہ رعایا کو اس ہنگامہ کی اطلاع ہو چکی تھی اُنھوں نے بہ نظر احتیاط ہر طبقہ سے چن چن کر مسلح لوگ بھیج دیئے تاکہ بہارستان کی حفاظت کریں اور دستوری مجلس کے اراکین کو ان بد معاشوں کے ہاتھ سے بچائیں۔ جب شاہ نے یہ دیکھا تو نہ قزاق بریگیڈ کو جرارت ہوئی اور نہ اُن اوباشوں کی ہمت بڑھی کہ مجلس پر حملہ کریں۔ بالآخر صلح ہو گئی اور شاہ نے اقرار کیا کہ بعض رفقا اور وزرا نکال دے جائیں گے اور اُن اوباشوں کو سزا دی جائے گی جنھوں نے طہران میں ہنگامہ کر کے لوٹ مار شروع کر دی تھی اور آسائش خلایق عامہ میں مغل ہوئے تھے اور یہ اقرار کیا کہ قزاق بریگیڈ اور دوسری شاہی فوج ملک کے محکمہ جنگ کے تحت میں دیبہ سجائے گی اور مجلس کے پاس ایک تحریری حلیفہ اقرار نامہ سرمبھہ لفافہ میں رکھ کر بھیجا جسکا مضمون یہ تھا کہ شاہ دستوری حکومت کا تابع رہیگا۔ اس درمیان میں جب مجلس کے توڑے جانے کی خبر دور و دور از صوبہ جات میں پہنچی تو وہاں سے رعایا اور مشاہیر نے مجلس کے پاس اپنی حمایت کے تار بھیجے۔ بلکہ بعض مقامات سے مجلس کی کمک کیلئے فوجیں آنا شروع ہو گئیں۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۰۷ء میں جب ہنگامہ رفع ہو کے تسلط ہو گیا تو شاہ نے ایک نئی کابینہ وزرا تجویز کی اور نظام السلطنت

کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ مجلس نے اپنا طریقہ شاہ کے ساتھ صلح اور آشتی کا جاری رکھا لیکن پھر نئے نئے واقعات پیش آنے لگے۔ آخر فروری ۱۹۰۸ء میں ایک دن شاہ کی سواری طہران میں جاری تھی کہ کسی نے شاہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا وہ اپنی موٹر میں بیٹھے ہوئے جارہے تھے کہ کسی نے ایک بام کا گولہ پھینکا جسکے پھٹنے سے موٹر چلا۔ اے والا مسمی وارنٹ جو ایک فرانسیسی تھا خفیف سازحی ہوا مگر محمد علی شاہ بالکل بچ گیا البتہ خفیف سا چھپلنا ہوا زخم لگا۔ اب شاہ کو پھر یہ شبہ پیدا ہوا کہ دستور میں حکومت والوں کی یہ شرارت تھی اور اس وقت سے شاہ کے تعلقات مجلس کے ساتھ پھر برے ہونے لگے۔

آخر مئی ۱۹۰۸ء میں ہر ایک فریق نے دوسرے پر بعض مطالبات پیش کئے اور یہ طے پایا کہ شاہ کے ہوا خواہ اور دستوری حکومت کے مویدین دونوں ایک ساتھ اسپر عمل کریں۔ چنانچہ شاہ نے پہلی جون کو اپنی مرضی کے خلاف بعض اہل ورہار کو موقوفہ کر دیا ان میں سے ایک شخص امیر بہادر جنگ تھا جس سے لوگ بہت نفرت کرتے تھے۔ اس شخص نے یہاں سے نکل کر روسی سفارت خانہ میں پناہ لی۔ دوسرے روز روس اور برطانیہ کی طرف سے علانیہ مداخلت شروع ہوئی جس نے بالآخر مجلس کو توڑا اور تین ہفتہ کے بعد اسی قزاق بریگیڈ کے ہاتھوں سے

بہارستان پر گولہ باری کرائی۔

فی الحقیقت سفیر روس مسٹر ڈی ہارٹوک اور سفیر برطانیہ
مسٹر مارلنگ دو لون وزیر امور خارجہ دولت ایران کے پاس آئے
اور یہ دہکی دمی کہ اگر شاہ کے منصوبوں اور خواہشوں کی مخالفت سے باز
نہ آئیں گے تو گورنمنٹ روس دخل دیگی۔ روسی سفیر نے اس معاملہ میں پیش
قدمی کی اور سفیر برطانیہ نے اُس میں مین بان مین بان ملائی۔

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ عہد نامہ متذکرہ بالا کے شرائط اور نیز ساری سسل
اسپرنک رائٹس کے مراسلہ کا مضمون جو گورنمنٹ ایران کو بھیجا گیا
اُس کے روس اور انگلستان ایران کے اندرونی معاملات میں دخل
دینے کے کہان تک مجاز تھے۔ اس میں شک نہیں کہ اس سے پردہ کے
بد عہد می اور خلاف ورزی اور کیا ہو سکتی ہے۔

دو لون سفارت خانوں سے فوراً مجلس کے پاس ایک تحکم نامہ تحریر آئی
اور اُس نے حسب خواہش اپنا اثر دکھایا۔ اور یہی دو لون کی غرض تھی مجلس
میں سے ان دو لون سلطنتوں کی طرف سے بدگمان تھی اور اس کو یہ اندیشہ
تھا کہ ایک نہ ایک دن یہ ضرور دخل دیگی۔ مجلس کے اراکین نے ایک
ایسے جھوٹے دغا باز بادشاہ کو مجبور کر کے قانون کا پابند بنایا اور اب
یہ دو لون سفارتیں مجلس کے ممبروں کو مجبور کر رہی تھیں کہ اب تک جو

کچھ اصلاح ہوئی وہ رائیگان جائے۔ ان دونوں سلطنتوں کی یہی غرض تھی کہ ملک میں بدعقلی پھیلی رہی تاکہ انہیں دخل دہی کا موقع ملے اور ان کے اغراض پورے ہوں

دوسرے دن تیسری جون ۱۹۰۵ء کو شاہ نے مارے ڈر کے شہر جموڑویا اور شہر کے باہر باغ شاہ میں رہنا اختیار کیا۔ شہر سے روانگی کے وقت شاہ کو یہ اندیشہ ہوا کہ جن راستوں سے گزرے گا وہاں کوئی مزاحم نہ اٹھ سکے گا۔ لہذا حفظاً قدم کے خیال سے اسے دوہرا گارڈ کے سپاہی اور تین سو توپ خانوں کے جوائن کو ح توپ خانہ کے یہ حکم دیا کہ شہر میں خوب ہنگامہ بپا کریں۔ ادھر یہ ہنگامہ شروع ہوا اور شاہ چپکے سے کرنل لیاخوف کو ساتھ لیکر باغ شاہ کو چل دیا۔

دوسرے دن اہل شہر یہ سمجھ گئے کہ شاہ مجلس پر پھر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہے ایک گروہ کثیرین جمع ہوئے اور محل شاہ کے معزولی کے طالب ہوئے۔ پانچوین جون کو شاہ نے دستوری حکومت کے بہت سے اراکین کو مشورہ کرنے کے بہانہ سے باغ شاہ میں بلوایا اور جب وہ وہاں آئے تو انکو قید کر لیا۔ ان میں سے ایک شخص کسی طور سے بچ کر نکل گیا۔ اور اس نے فوراً مجلس کو اس واقعہ کی اطلاع کر دی۔ اس خبر سے تمام شہر میں ہل چل مچ گئی چھٹی جون سے ۲۳ جون تک شاہ دستوری حکومت کے خلاف علانیہ تیاریاں

کرتار ہا۔ فوج جمع کی۔ ہتیار فراہم کئے سامان حرب ہتیا کیا تار آفسون پر قبضہ کر لیا اور جا بجا تاروں کو کاٹ دیا تاکہ مجلس دوسرے صوبہ جات سے بذریعہ تار مراسلت نہ کر سکے۔ اور دستوری حکومت کے عہدہ داروں کو ہٹا کر ان کی جگہ اپنے ہوا خواہوں کو مقرر کیا اور دستوری حکومت کے عہدہ داروں کو جو اپنی خدمتوں سے علیحدہ کئے گئے تھے قید کر لیا اور سارے شہر میں فوجی قانون جاری کر کے روسی کرنل لیا خوف کو افسر اعلیٰ مقرر کیا۔ بعد ازاں قزاقوں کے ہاتھ مجلس کو پائیس ایک الٹیمٹم (اعلان حرب) بھیج کر یہ دہکی دی کہ اگر لوگ مسجد کو چھوڑ کر (جہاں وہ جمع ہوئے ہیں) منتشر نہ ہو جائیں گے تو مسجد توپ سے اڑا دی جائے گی اور یہ کہلا بھیجا کہ دستوری حکومت کے بعض مویدین مثل واعظ، اڈیٹر اخبارات فوراً نکال دے جائیں۔ اسکے بعد ۲۲ جون کو رعایا اور مجلس کو یہ دہوکا دیا کہ آئندہ سے کل معاملات متنازعہ ایک ایسی کمیٹی سے طے ہوا کریں جو دستوری پسند اور بادشاہ دوست اراکین سے مرکب ہو۔

۲۳ جون کو آفتاب طلوع ہونے سے پہلے ایک ہزار قزاق اور دوسری فوج نے مجلس کی عمارت کا محاصرہ کر لیا اور کل راسخون پر فوجی پہرے بٹھا دیے۔ اب اراکین مجلس کی آمد شروع ہوئی۔ جو شخص آتا تھا اسے مکان میں جانے دیتے تھے مگر پھر باہر آنے کی اجازت نہ تھی۔ ایک گھنٹہ کے

بعد کرنل لیا خوف مع چھ روسی افسروں کے وہاں آیا اور فوج اور چھ توپوں کو اس طرح تقسیم کیا کہ اس مقام پر وہ پوری طور پر حادی رہیں بعد ازان کرنل لیا خوف گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گیا اور اسکے جانے کے ساتھ ہی فوج نے باقی روسی افسروں کے حکم سے مجلس کی عمارت پر گولہ باری شروع کی۔ پہلی ہی بارہ مین بہت سے فدائی مارے گئے۔

کم و بیش سو فدائی جو وہاں موجود تھے انھوں نے اس حملہ کا جواب دیا اور قزاقوں کی تین توپوں کو بیکار کر دیا اس عرصہ میں قزاق کی اور تازہ دم فوج آگئی مگر باوجود اسکے کہ یہ فدائی مجلس کے محافظین تعداد میں کم تھے مگر سات آٹھ گھنٹہ تک برابر جی توڑ کے لڑا کئے یہاں تک کہ مجلس کی عمارت گولوں کی ضرب سے بالکل مسمار ہو گئی اور جو اراکین مجلس اُس میں تھے وہ بیچارے شہید ہوئے، گرفتار کر لئے گئے یا بعض بچ کر نکل گئے۔ بہت سے مشہور قومی فدائی گرفتار کئے گئے جن میں بعض کو پہانسی دی گئی اور بعض کو قید خانہ نصیب ہوا۔ چند لوگ کوشش سے بچ کر نکل گئے۔ کئی دن تک کرنل لیا خوف نے مع اپنی فوج کے اُن لوگوں کے گھروں کو خوب لوٹا اور سمار کیا جن سے شاہ ناخوش تھا۔ مجلس کا تمام دفتر برباد کر دیا گیا اور واصل کرنل لیا خوف سارے طہران کا حقیقی حاکم بن گیا۔ گو یہ شخص ایک روسی افسر تھا اور روس کی فوجی وردی پہنے ہوئے تھا۔ مگر جب اہل یورپ کی

طرف سے اس بارہ میں اعتراضات کئے گئے تو روسی کابینہ نے صاف انکار کر دیا کہ گورنمنٹ روس اس واقعہ کی ذمہ دار نہیں ہے اور نہ اس کو ان باتوں کا علم تھا۔ کرنل لیاخوف کی نسبت یہ بیان کیا گیا کہ وہ بالکل شاہ کے حکم کے تابع تھا حالانکہ بہت کافی شہادت اس امر کے ثبوت کے لئے موجود ہے کہ مجلس کی تباہی اور دستوری حکومت کی بربادی جو لیاخوف کے ہاتھوں ظہور میں آئی وہ انھیں وزراء کے اشارے سے ہوئی جو سینٹ پیٹریس برگ میں زار روس کے مشیر تھے۔ موسیو ہارٹ وکھ سفیر دولت روس متعینہ ایران اسی گروہ کا ایک نمایان رکن تھا۔ لیاخوف نے جو کچھ کیا وہ صرف ان کے احکام بجالایا۔

اس اثنا میں ایران کے صوبہ جات میں جا بجا بلوے شروع ہو گئے۔ بالخصوص مرشد، کرمان، اصفہان اور تبریز میں۔ تبریز کے باشندوں نے شاہ کی معزولی کا اعلان دیدیا اور تین سو سواروں کا ایک رسالہ دستوری حکومت کی حمایت کے لئے طہران روانہ کیا۔ گو اس وقت اس امر کی بہت کم امید تھی کہ دستوری حکومت ایران میں پھر مسلط ہوگی اور اہل طہران کا اس بات پر یاس ہوگا کہ اب ان کی ایک آخری امید کا بھی خاتمہ ہوا چاہتا ہے۔ یہ جانہ تھا۔ تبریز جو پانچ تحت کے بعد ایران میں دوسرا مشہور شہر ہے وہاں فداہنوں اور شاہی ہوا خواہوں میں خانہ جنگی شروع

ہو گئی بلکہ جس روز طہران میں کرنل لیاخوف نے مجلس کی عمارت پر گولے
برسانے شروع کئے ہیں اسی روز وہاں بھی ان دونوں فریق میں تلوار چلگئی
تبریز کے باشندوں کو محمد علی شالا سے نفرت تھی کیونکہ وہ اسے
خوب جانتے تھے یہ وہاں عرصہ تک گورنر رہ چکا تھا۔ طہران میں مجلس کی تباہی
کے بعد تبریز میں دستوری حکومت کے مؤیدین دس مہینہ تک برابر لڑتے
رہے اول شاہی ہوا خواہوں سے جنگ ہوئی جن کو انہوں نے مار کے
نکال دیا۔ بعد ازاں قحط کا مقابلہ کرنا پڑا اسلئے کہ سرکین سب بند تھیں اور
شہر محصور تھا۔

اکتوبر ۱۹۰۸ء میں یہ افواہ اڑی کہ روس اپنی فوج اس بنا پر تبریز کو بھیجنے
والا ہے کہ روسی سفیر کو یورپین رعایا کے جان و مال کا خطرہ ہے۔ اس درمیان
میں یہ راز کھل گیا کہ روسی سفیر موسیو پونچی تانوف شاہ کے حمایتوں
کے ساتھ ساز و باز کر رہا ہے اور ان کے لئے اسلحہ جنگ مہیا کئے ہیں
یہ محض ایک بہانہ تھا ورنہ دستوری فوج کو خود یورپین کی جان و مال کا بے انتہا
خیال تھا جس امر کی تصدیق خود یورپین نے کی ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ
مقامی دستوری حکومت نے تمام شہر میں بہت امن قائم رکھا۔ ۱۱۔ اکتوبر کو
چار سو ایرانی قزاقوں کی فوج مع چار توپوں کے بسر کر دگی افسران روس
طہران سے تبریز کی طرف روانہ ہوئی کہ دستوری حکومت کے مؤیدین کا قلع و

کرے۔ مگر تیریز میں ۱۲ اکتوبر تک دستوری حکومت والے سارے
شہر پر قابض تھے۔ نومبر کے آخر میں باوجود قزاقوں کی فوج اور توپوں کے
جو شہر کے محاصرین کی امداد کے لئے آئی تھی تیریز کی دستوری حکومت کے
اُن پر برابر فتیاب ہے اس سے اتنا فائدہ ہوا کہ دوسرے شہروں کے
دستوری حکومت والے اپنی تجاویز کو پورا کر سکے اور چار مہینے کے عرصہ
میں وہ رشت، اصفہان، لار، شیراز، ہمدان، مشهد
استرا آباد، بندرعباس، اور بوشہر پر بخوبی حاوی ہو گئے۔

۵۔ جنوری ۱۹۰۹ء کو بختیاری قبائل کے دوسرے دار صمصام اول
وضرغام السلطنت مدد اپنے ہزار آدمیوں کے شہر اصفہان
پر قابض ہو گئے اور باو شاہی فوج کو مار کے منتشر کر دیا۔ بختیاریوں نے
دستوری حکومت کی حمایت کا بیڑا اٹھایا تھا۔

رشت کے شمال میں دستوری حکومت کی مدد کو وہ عجیب و غریب
شخص سپہ سالار اعظم پشت پناہ بنگیا جو چند مہینے پہلے شاہ کی فوج
کا افسر تھا جو تیریز کا محاصرہ کر رہی تھی۔

جنوری کا مہینہ اہل تیریز پر بہت سخت گزرا سیکڑوں بہوک سے مر گئے
گھاس تک کہانے کو میسر نہ آتی تھی۔ رحیم خان کے وحشی قبائل اور
شاہ کی فوجیں لوٹ کی امید میں شہر کا محاصرہ کئے پڑی تھیں محصورین فدائیوں

نے کئی دفعہ دہاوا کر کے شہر مین غلہ اور حبس لانے کی کوشش کی۔ اس مہم میں دو غیر ملک کے باشندوں نے ہاتھ بٹایا۔ ایک انگریز مسٹر ہور جو بعض انگریزی اخباروں کی نامہ نگاری کی غرض سے ایران آئے تھے اور دوسرے ایک امریکن مسٹر باسکرویل جو تبریز میں ایک مشن اسکول کے معلم تھے۔ ۲۱ اپریل کو جو دہاوا ہوا اُس میں یہ امریکن صاحب مارے گئے۔

جب تبریز میں کھانے کی بہت ہی قلت ہوئی تب یہ تجویز ہوئی کہ کل غیر ملک کے اشخاص جو دہان سکونت پذیر ہیں ان کو باہر جانے کی اجازت دی جائے اور شاہ کی فوج کے افسر کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ انہیں باسن کل جانے دے۔ مگر کل غیر ملک والوں نے اس طرح اپنا کاروبار چھوڑ کر جانے سے انکار کیا۔ ۲۱ اپریل کو روس نے شہر میں اپنی فوج بھیجنے کا ارادہ کیا تاکہ غلہ وغیرہ کے لانے میں مدد دے اور غیر ملک کے باشندوں اور سفارت خانوں کی حفاظت کرے اور اگر کوئی شہر سے باہر جانا چاہے تو اُسکو مدد دے۔

۲۹ اپریل کو روسی فوج جس میں قزاقوں کے چار اسکوادرن پیدلوں کی تین لپٹین دو توپ خانے سفرینا کی ایک کمپنی شامل تھی دہان آئی اور دوسرے دن شہر میں داخل ہوئی۔ روسی گورنمنٹ نے صاف صاف الفاظ میں یہ یقین دلایا کہ یہ فوج صرف اُس وقت تک دہان رہے گی جب تک کہ سفارت خانوں اور غیر ملک کے باشندوں کے جان و مال کی حفاظت کی ضرورت لاحق ہوگی اور یہ فوج

پولیسکل جھگڑوں سے احتراز کرے گی۔ مگر یہ بھی ایک حیلہ سازی تھی۔ چار ہزار روسی فوج تمبریزمین پڑاؤ ڈالے پڑی رہی اور وہاں کے باشندوں سے کچھ تنازعہ نہ ہو یہ امر محال تھا گو شہر میں بالکل امن قائم ہو گیا مگر روسیوں نے باوجود وعدے کے اپنی فوج وہاں سے نہ ہٹائی۔ مارچ میں رشت کے فدائیوں نے اس سڑک پر جو بحر سپین سے قزوین اور طہران کو جاتی تھی کچھ قبضہ کر لیا مگر وہ بختیاری فوجوں کے منتظر تھے جو اصفہان اور جنوب سے آرہی تھیں اس درمیان میں ۲۲ اپریل کو روس اور برطانیہ کی سفارت کی طرف سے ایک زوردار مراسلہ شاہ کے پاس بھیجا گیا اور شاہ نے ۱۰ اپریل کو حلفاً پھر یہ قرار کیا کہ دستوری حکومت کو بحال رکھے گا اور اس کا حامی رہے گا۔ مگر اب دستوری حکومت کے سرگروہ کو اسکی بات کا کچھ اعتبار نہ رہا تھا۔

اس اثناء میں دستوری حکومت کی فوجیں دارالسلطنت کی طرف بڑھنا شروع ہوئیں۔ جو فوج اصفہان سے آئی تھی اس کا افسر بختیاری سردار صمصام السلطنہ تھا۔ ساتویں مئی کو سردار اسد بھی جو ابھی حال میں یورپ سے خلیج فارس کی طرف سے واپس آیا تھا اُس سے آملہ شاہ نے اس فوج کے مقابلہ کے لئے بعض شاہی سپاہی روانہ کئے۔

اس درمیان میں دستوری حکومت کی فوج جو رشت سے آئی تھی اُس نے قزوین پر قبضہ کر لیا۔ یہ شہر طہران کے شمال میں ۹۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے

اس فوج کا افسر سپہ سالار اعظم تھا۔ گو کہا جاتا ہے کہ ایک ارمنی شخص یفرم خان اس فوج کا روح روان تھا۔ ۵ مئی کو قزوین فتح ہو گیا اور ۶ مئی کو ایرانی قزاقوں کی ایک فوج مع دو سیگیزین توپوں کے بسرکردگی روسی افسر کپتان ذاپولسکی طہران سے بھیجی گئی تاکہ پارہ تخت کے شمال و مغرب کی طرف ۳۰ میل کے فاصلہ پر چویل کراج پر واقع ہے اسکی حفاظت کرے اور راستہ کو روکے ہے۔ دستوریوں کی فوج کی تعداد چھ سو سے کم تھی۔ اس وقت روسی سفارت نے پھر دخل دیا اور ایک حکمائہ مراسلہ سپہ سالار کے پاس بھیجا کہ طہران پر جو پیش قدمی کی جا رہی ہے موقوف رہے۔

۱۶ جون کو بختیاری فوجین جن میں ۸۰ آدمی تھے طہران کی طرف روانہ ہوئیں اور تھوڑے عرصہ میں قزوین کی دستوری فوج سے جا ملیں۔ اس عرصہ میں برطانیہ اور روسی سفارت نے کوئی حقیقہ کوشش کا اٹھانہ رکھا کہ بختیاری سردار ونگو اپنے ارادے سے باز رکھیں مگر ایک نہ چلی ۲۳ جون کو اس فوج کا ہرادل قم تک پہنچ گیا جو طہران کے جنوب میں ۸۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ باوجود اُن تمام دہمکیوں کے جو سفارت روس و برطانیہ کی طرف سے ہوئیں سردار اسمل نے یہ کہلا بھیجا کہ میں خود شاد سے بعض امور کا استفسار کرونگا اور فوج برابر بڑھتی گئی۔ روسی گورنمنٹ اس پر بھی اپنے ارادے سے باز نہ آئی اور دستوری فوج کو ڈرانے کے لئے بالکونین

ایک روسی فوج اسلئے جمع کی کہ شمالی ایران پر حملہ آور ہو۔ اس وقت شاہ کی فوج پانچ ہزار سلطنت آباد میں تعینات تھی اور قزاق بریگیڈ کے (۳۵۰) سپاہیوں میں سے (۸۰۰) کرنل لیاخوف کی ماتحتی میں دئے گئے تھے جن میں سے ۳۵۰ سپاہی طہران کے شمالی حصہ کی حفاظت کر رہے تھے اور (۲۰۰) جنوبی حصہ کی۔ یہ سب بختیاری فوج کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ ۳ جولائی کو کرج پر جو فوج تعینات تھی وہ وہاں سے ہٹ کے شاہ آباد میں آرہی جو طہران سے صرف ۳۰ میل کے فاصلہ پر تھا۔ اور دوسرے دن اس فوج سے اور دستوری فوج کے ہراول سے مٹھ بھیڑ ہو گئی ایرانی قزاق جو کپتان زاپولسکی اور دو اور روسی افسروں کے زیرِ کمان تھے اور اُن کے پاس تین توپیں بھی تھیں اُن میں ایک ایرانی افسر اور تین سپاہی مارے گئے اور دوزخمی ہوئے دستوری فوج میں ۱۲ آدمی مارے گئے۔

اس عرصہ میں روس نے اپنی فوج باکو سے روانہ کی اور ۸ جولائی تک دو ہزار سپاہی ایران پہنچ گئے۔

۱۱- جولائی کو وہ قزوین پہنچے سفارت نے دستوریوں کو متنبہ کیا کہ اگر اور آگے قدم بڑھاؤ گے تو ہم مارنے ہونگے اسکے علاوہ دستوریوں کو ڈرانے اور دھمکانے میں اور بہت سی کوششیں کی گئیں مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر کار ۱۱ جولائی کو طہران سے ۵۰ میل کے فاصلے پر مغرب کی طرف بمقام بادامک

بختیار یون اور قزاق بریگیڈ میں ایک جنگ ہوئی جس کا نتیجہ فیصلہ کن نہ تھا۔ اسکے بعد پھر دو دن تک متفرق لڑائیاں ہوتی رہیں۔ تاہم ۱۳ جولائی کو دستوریوں کی دو فوجیں ایسی ہوشیاری کے ساتھ دشمن کی فوجوں میں سے گزر کر ۶ بجے صبح کو چپ چاپ طہران میں داخل ہو گئیں کہ وہ سب منہ دیکھتے رہ گئے یہ چالاکی اسی افسر لیفرم خان کی تھی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اب طہران کی گلیوں اور سڑکوں پر لڑائی شروع ہوئی اور تمام دن جاری رہی۔ طہران کے باشندوں نے نہایت جوش کے ساتھ دستوری فوجوں کا خیر مقدم کیا اور ۱۳ جولائی کو انہوں نے اپنا یومِ نجات قرار دیا۔ دوسرے دن قزاقوں کا بریگیڈ سے کسٹل لیا خوف کے اپنی بارک میں محصور ہو گیا۔ اور آخر کار روسی کرنل نے مجبور ہو کے سپہدار کے پاس صلح کا پیام بھیجا اور ہتھیار رکھ دے۔ دستوری فوج نے شہر میں داخل ہو کے بڑی جوان مردی دکھائی تمام اہل شہر کے ساتھ بہت ہی اچھا برتاؤ کیا۔ ۱۵ جولائی کو وہ شہر پر پورے قابض ہو گئے۔

۱۶ جولائی کو ۸ بجے صبح شاہ نے مع ایک کثیر التعداد فوج اور مصائبین وغیرہ کے شہر سے بہاگ کر روسی سفارت خانہ میں پناہ لی جو بمقام زرگندہ شہر سے چند میل کے فاصلہ پر واقع تھا اور اس طرح تخت سے دست بردار ہوا بھاگنے سے پہلے اُس نے روسی سفیر کی اجازت حاصل کر لی تھی کہ بہاگ کے وہاں تھیرے گا چون ہی یہ وہاں پہنچا سفارت خانہ کی عمارت پر روسی انگریزی جھنڈے

چڑھا دے گئے اس عرصہ میں کرنل لیاخوف نے دستور یون کی اطاعت قبول کر لی اور اُن کے ملازمت میں داخل ہو گیا اور یہ اقرار کیا کہ اب وزیر جنگ کے احکامات کی تعمیل کرے گا۔ اُسی دن شام کو بہارستان کی زمین پر ایک غیر معمولی جلسہ ہوا جس میں شاہ کی معزولی کا باقاعدہ اعلان کیا گیا اور اس کا بیٹا سلطان احمد میرزا جسکا ہن بارہ برس کا تھا بادشاہ بنایا گیا اور خاندان قاجار کا ایک بہت ہی ہن رسیدہ بزرگ شخص آزاد الملک نائب السلطنت مقرر ہوا۔

چنانچہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۹ء کو دستوری حکومت ایران میں ارنسٹ نو قائم ہوئی اور محض اہل ملک کی غیر معمولی دلیری حب الوطنی اور ہوشیاری کی بدولت یہ دن دیکھت نصیب ہوا اور نہ روس اور برطانیہ تو اس کا خاتمہ کر چکے تھے۔

اس کے بعد دستوری حکومت نے ایک ضروری کمیٹی قائم کی جس سے برطانیہ اور روس کے سفارت کے درمیان گفتگو شروع ہوئی کہ شاہ معزول محمد علی شاہ کن شرائط پر ایران سے باہر کیا جائے۔ ملک کے جواہرات جو اُس کے پاس ہیں سب لے لئے جائیں وہ اپنا کل قرض ادا کرے اور اُس کی ذاتی جائداد جہان کہیں رہیں ہے اُسے نیک رہیں کرے (تاکہ وہ روسیوں کے ہاتھ میں نہ پڑے) اور اُس کے گزائے



EPHRAIM KHAN, CHIEF OF THE POLICE AND GENDARMERIE OF TEHERAN.
He did more than any other to defeat Muhammad Ali.

کے لئے کیا پٹن مقرر کیا ہے۔ چنانچہ ۷ ستمبر کو یہ طے پایا کہ ایک اقرار نامہ مرتب ہوا اور اُس پر روس اور برطانیہ کے سفرا اور نیز دوسرے فریق اپنے اپنے دستخط کریں۔ چنانچہ اقرار نامہ مرتب ہوا اور اُس پر دستخط ہو گئے۔ اور شاہ معزول کی پیشکش سولہ ہزار چھ سو چھیاسٹھ پونڈ سالانہ قرار پائی۔ ۹ ستمبر کو وہ مع اپنے بیگمات اور ہمراہین کے روسی سفارت خانہ سے بحر کسپین کو روانہ ہوا تاکہ وہاں سے اڈسا کو جائے۔ پہلی اکتوبر کو اُس نے ساحل ایران چھوڑا اور باکو پہنچا جہاں سے ایک اسپیشل ٹرین میں ٹھیکہ اڈسا پہنچ گیا۔ یہ اسپیشل ٹرین گورنمنٹ روس نے اُس کے لئے فراہم کی تھی۔ ۱۸ جولائی کو سلطنت آباد میں شاہ معزول کے سرزند احمد میرزا کے بادشاہ ہونے کا اعلان کیا گیا۔

۲۰ جولائی کو وہ پایہ تخت میں داخل ہوا اور اُس کے آمد کی خوشی میں تمام شہر میں روشنی کی گئی۔ اس کے بعد روس و انگلستان نے نئی دستوری حکومت کو تسلیم کیا۔ اس قومی مجلس نے اب ایک کابینٹ نامزد کی اور بیفوم خان کو شہر کا کوآل مقرر کیا۔ جو اخبارات پہلی مجلس کے زمانہ میں نکلے تھے اب پھر جاری ہوئے اور اُن کو ہر طرح کی آزادی دی گئی۔ اکتوبر کے مہینے میں مجلس کے ممبروں کا انتخاب شروع ہوا اور ۲۸ اکتوبر تک ۶۴ ممبران کے مختلف مقامات سے انتخاب ہو کر طہران میں جمع ہو گئے۔

۱۵۔ نومبر ۱۹۰۹ء کو مجلس کا باقاعدہ افتتاح ہوا جس میں ہر طبقہ کے
 وکلاء شریک تھے۔ سپہمدار وزیر اعظم اور وزیر صیغہ جنگ مقرر ہوئے
 اور انہوں نے بادشاہ کی طرف سے اسٹیج دی۔
 یہاں یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور اُدھر تبریذ۔ قزوین۔ رشت
 اور دوسرے متفرق مقامات پر روسی فوج بدستور اپنے پنجے جمائے ہوئے
 تھی جسکی وجہ سے روس کی نیت کی نسبت دستور ہی حکومت والوں کی گمانی
 بڑھتی جاتی تھی۔ باوجود ان ساری دقتوں اور پریشانیوں کے نئی مجلس اور
 کبنت نے بڑی جرأت کے ساتھ انتظام ملک میں اصلاح شروع کی بدینی
 کو دور کیا۔ ملک میں پولیس قائم کی مالگزاری تحصیل کرنے کے ذرائع معین کئے
 اور رعایا کی جان و مال کی حفاظت کا انتظام کیا۔ تمام ملک ایک نہایت ابتری
 کی حالت میں تھا اُسے طرہ یہ کہ خزانہ بالکل خالی اور اغیار کا قرض جسکا بار ایران
 کو پیسے ڈالنا تھا۔

ایک فرانسیسی موسیو بینا و مقرر کیا گیا کہ دستوری حکومت کو
 مالی اصلاحات میں مدد دے۔ دو برس تک وہ رہا مگر اُس نے کچھ نہ کیا اور
 حالت روز بروز ابتر ہوتی گئی ایران کی بدقسمتی سے اُس کے بہادر سپوت
 جنہوں نے ظالم بادشاہ کو تخت سے اُتارا اور فتح مندی کے وقت اپنے
 تئیں باستقلال رکھا افسوس ہے کہ اُن میں بہت ایسے نکلے جو سودہ جانتے

سے اپنے ذاتی فائدے اٹھانے میں مصروف ہو گئے۔ ایک طرف تو خزانہ کی یہ حالت تھی اور دوسری طرف مالی انتظام میں رشوت اور غابازی کا بازار گرم تھا اسپر بیرونی قرضہ کا بار اور روزانہ اخراجات کی زیادتی غرضکہ ہر طرف تباہی کے آثار نمایان تھے ایسی حالت میں حقیقت یہ ہے کہ اُسی مجلس کے ممبروں کا کام تھا کہ اُنکے قدم نہڑ گئے اور اُنھوں نے یہ طے کیا کہ اگر ملک کو تباہی سے بچانا اور دستوری حکومت کو قائم رکھنا ہے تو کوئی جدید طریقہ انتظام جلد جاری کرنا چاہیئے۔

باوجود اس نمایان کامیابی کے جو دستوری حکومت کو حاصل ہوئی یعنی شاہ کو ملک سے نکال باہر کیا اور اُس نے اپنے کئے کی سزا پائی۔ ملک کچھ ایسی بہتر حالت میں تھا کہ ایک عمدہ اور باقاعدہ گورنمنٹ قائم ہونے کی امید بہت کم تھی۔ ایسی گورنمنٹ کا قائم ہونا جسکی وقعت لوگوں کے دلوں میں ہو اور جو ہمسایہ سلطنتیں دوستی کا دم بھرتی ہیں اُنہیں ملک میں دخل دہی کا کوئی موقع نہ ملے بہت شواہد تھا۔ ملک کا انتظام بالخصوص وہ محکمہ جات جو مال سے متعلق تھے شاہان مابقی کے وقت میں کچھ ایسے بہتر ہو گئے تھے جن کی وجہ سے ایران کی ساکھ نہ اپنے لوگوں میں رہی تھی اور نہ غیر ملک والوں میں ایسی حالت میں اُسے اس تباہی کے پنجہ سے بچانا بڑا ہی دشوار کام تھا اور اس کے لئے کمال جرات استقلال ہو شیارسی اور حسب الوطنی درکار تھی۔ اندرونی دشواریاں کیا کم تھیں کہ اُس پُر طرفہ

یہ ہوا کہ روس کی علاقہ مخالف اور انگلستان کے بودے پن نے اور سونے
 میں سہاگ ملا دیا روس اسی فکر میں تھا کہ ایران میں دستوری حکومت نہ چھپنے پائے
 انگلستان کو لازم تھا کہ روس کو اس معاملہ میں روکتا مگر وہ اسے ڈر کے اس بارہ
 میں اور روس کا دمساز بنا ہوا تھا۔ پس جدید دستوری حکومت کو ابتداء ہی سے ایسے
 غیر معمولی اور عجیب تعلقات کا سامنا کرنا پڑا جو ان دو سلطنتوں نے بالحاظ ایران
 کے خود مختار سلطنت ہونے کے خواہ مخواہ اس کے سر منڈ ہے تھے۔

صوبہ جات کی غریب رعایا کو ہر عہد میں ٹیکس دینا ہوتے تھے جبکہ کوئی جز
 اُن کی فلاح میں صرف نہ کیا جاتا تھا اور وہ بچارے ہمیشہ اُن سرکاری لیٹرون اور
 قزاقوں کا شکار ہوتے تھے جنہیں قسمت اُن پر حاکم مقرر کرتی تھی۔ گو دستوری
 حکومت اب قائم ہو گئی تھی مگر وہ ان کے عوام الناس بالکل جاہل تھے اور ایسی
 حکومت میں رعایا کے جو حقوق اور ذمہ داریاں ہوتی ہیں اُن سے بالکل لاعلم
 تھے۔ اب یہ موقع نہ تھا کہ وہ کافی تعلیم حاصل کر کے اپنے تئیں ان باتوں کا
 اہل بنائیں اسلئے کہ ملک ایک عجیب خطرے میں پڑا تھا جسکی وجہ سے یہ اندیشہ
 تھا کہ جب تک وہ قابلیت حاصل کر کے اہل بنیں خود ملک کا وجود بحیثیت
 ایک خود مختار سلطنت کے نقشہ عالم سے مٹ جائے گا اور ملک ہی اُنکے
 پاس نہ رہے گا۔ لہذا جو لوگ صاحب فہم تھے اور بادشاہ کے معزول ہونے
 کے بعد اس نئی حکومت میں اٹھارہ مہینے تک باختیار رہے انہیں بڑی ذمہ داری کا

سامنا ہوا چونکہ یہ لوگ ہمیشہ سے ایک راشی اور خراب حکومت کے عادی تھے اُنھوں نے باختیار ہوتے ہی اپنی جیبیں بھرنی شروع کیں اور مطلق اسبات کا خیال نہ کیا کہ وہ رعایا کے امین ہین اور اسلئے مقرر کئے گئے ہین کہ رعایا کے حقوق کی حفاظت کریں۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے ایک کثیر التعداد روسی فوج شمالی ایران میں موجود تھی گو سفر اسے روس و برطانیہ نے یہ بیان کیا تھا کہ یہ فوج صرف یورپین باشندوں کے جان و مال اور حقوق کی حفاظت کے لئے بھیجی گئی ہے۔ اور جب اس کی ضرورت نہ رہے گی تب وہاں سے ہٹالی جائے گی۔

کچھ تو اس فوج کی موجودگی اور کچھ مقامی شور و شبن کی وجہ سے جو عموماً ایسے ممالک میں کسی بڑے انقلاب کے وقت ظہور میں آتی ہین دستور میں حکومت کو روز افزون دشواریوں کا سامنا ہا ^{۱۹۰۹ء} ستمبر میں ایک مشہور ڈاکو رحیم خان نے شہر اردبیل پر جو شمالی ایران میں واقع ہے حملہ کر دیا اب روسی گورنمنٹ کو اور فوج بھیجنے کا بہانہ مل گیا اور بجائے اسکے کہ جو روسی فوج ایران میں موجود تھی وہ ہٹائی جاتی اور بہت سی فوج وہاں بھیج دی گئی۔ گورنمنٹ ایران کو مجبوراً اس حملہ کا تدارک کرنا پڑا اور ایک زر کثیر صرف کر کے فوج تیار کی جو رحیم خان کی سرکوبی کے لئے روانہ کی گئی مگر ۲۴ جنوری ۱۹۱۰ء کو یفر خان نے اُسے ایسا گھیر لیا کہ اب بجز بھاگنے کے کوئی چارہ نہ رہا

اور بھاگنے کے لئے بھی صرف روسی سرحد کا ایک راستہ خالی تھا۔ گورمنٹ
 روس نے بخلاف شرط دفعہ ۱۴ مندرجہ معاہدہ ترکمانچن اُسے اپنے ملک میں
 آنے دیا اور وہ وہاں پہنچ کے بالکل امن میں ہو گیا۔ اسلئے کہ کوئی اُس کا تعاقب
 نہ کر سکا وہاں وہ جنوری ۱۹۰۷ء تک رہا بعد ازاں پھر تبریز کو واپس آیا اور دستوری
 حکومت کو پھر ستانا شروع کیا۔ مئی ۱۹۰۷ء میں ایک ایرانی شاہزادہ داراب
 ہمیرزا جو عرصہ سے گورمنٹ روس کی رعایا ہو گیا تھا اور روسی قزاقوں کی فوج
 میں جو قزوین میں تعینات تھی افسر مقرر تھا اُس نے یہ کوشش کی کہ دستوری
 حکومت کو توردوسے اور اس غرض سے اُس نے ایک بلوہ کیا۔ گو اہل ایران
 نے اس بلوہ کا تدارک کرنا چاہا اور روسی فوج کو اس معاملہ میں دخل دینے سے
 روکا مگر روسیوں نے یہ بہانہ کیا کہ ہم داراب میرزا کو گرفتار کر دین گے یہ ممکن
 اُن کا ایک حیلہ تھا اسلئے کہ جب داراب ہمیرزا ان کے ساتھ قزوین
 کو واپس جا رہا تھا تو ایک ایرانی فوج سے جو اُسکی گرفتاری کے لئے بھیجی
 گئی تھی ٹھٹھ پڑھ پڑھائی اور روسیوں نے ایرانی فوج پر حملہ کیا اور ایرانی فوج کا
 افسر مارا گیا۔ گرجہ کوروسیوں نے صاف انکار کیا کہ اس خانہ جنگی میں ان کا
 کچھ تعلق نہ تھا مگر آخر میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس معاملہ میں اُن کی پوری
 سازش تھی۔ ایک روسی کرنل نے داراب ہمیرزا کے حمایتیوں
 کو اپنے دستخط سے اس مضمون کے خطوط لکھائے تھے کہ یہ لوگ شہنشاہ

روس کی پناہ میں ہیں اگر کوئی ایرانی ان سے کچھ مواخذہ کرے گا سخت سزا پائے گا۔
 فروری ۱۹۱۱ء میں روسی فوج نے بمقام وادھنی سامٹھ بے گناہ
 قصبہاتیوں کو جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے ذبح کر ڈالا۔ یہ مقام ایران میں
 قصبہ استازان کے قریب واقع ہے۔

اس درمیان میں گورنمنٹ ایران نے دسمبر ۱۹۰۹ء کو گورنمنٹ روس
 و برطانیہ سے پچیس لاکھ پونڈ قرض لینے کی تجویز کی مگر ان دونوں سلطنتوں نے
 ایسے سخت شرائط پیش کئے کہ مجلس نے مجبوراً یہ معاملہ کرنا نا منظور کیا اسلئے کہ ان
 شرائط سے ایران کی خود مختاری کا خاتمہ ہو جائے مگر بھٹوڑے عرصہ کے بعد مجلس
 نے لندن میں ایک ساہوکار سے معقول شرائط پر قرض کا معاملہ ٹھہرایا اور قریب
 تھاکہ طے ہو جائے لیکن گورنمنٹ برطانیہ بشورہ روس اس میں مغل ہوئی اور
 بالآخر معاملہ نہ ہوا حالانکہ گورنمنٹ ایران شاہی جوہرات رہن رکھ کر قرض لیتی
 تھی اس ہا میں روس علاوہ یہ کوشش کر رہا تھا کہ مجلس سے بہت سے
 فائدہ مند اجارے حاصل کرے اور وعدہ یہ کیا تھا کہ اگر اجارے مل جائیں گے
 تو روس اپنی فوج شمالی حصہ ایران سے ہٹائے گا۔ المختصر ان دونوں سلطنتوں
 کا برتاؤ ایران کے ساتھ برابر مخالفاۓ اور منافقانہ رہا۔ گورنمنٹ روس
 اس وقت ایسے ذرا کے زیر اثر تھی جن کا اصول پیش قدمی اور ہلک گیری تھا
 ایسی حالت میں مسٹر پوخی تانوف جیسے شخص کا سفیر مقرر ہو کر پھر

آنا گویا یہ صاف دلیل تھا کہ روس نے ایران کو ہضم کرنے کا مصمم ارادہ کیا ہے۔ یہ وہی حضرت ہین جو اول تہرہ زمین روسی سفیر تھے اور وہاں دستوری حکومت کے خلاف خوب سازشیں کی تھیں ۱۹۱۱ء اکتوبر ۱۹ء کو گورنمنٹ برطانیہ نے اپنا مشہور المٹیم ایران کے پاس بھیجا جس میں یہ شکایت کی کہ جنوبی ملک ایران کی سڑکیں بہت مخدوش ہیں جبکہ وجہ سے تجارت کو نقصان پہنچتا ہے لہذا ہندوستان کی فوج میں سے چند افسر تعینات کئے جائیں جو ان سڑکوں کی حفاظت کا انتظام کریں اور یہ انتظام گورنمنٹ برطانیہ کے نگرانی میں رہے اور جو کچھ اُس کا خرچ ہو وہ خزانہ ایران سے دلایا جائے۔ اس المٹیم نے ایران اور ٹرکی دونوں ملک میں بڑا جوش پیدا کیا اور بعض مسلمانوں نے شہنشاہ جرمن کو اس مصنون کا تار دیا کہ وہ ایسے آڑے وقت میں اہل اسلام کی مدد کریں۔ اس تار کا مقصد تو یہ تھا کہ ایران کے پولیٹیکل معاملات میں جرمنی بھی شریک ہو کر اسکا نتیجہ صرف یہ ہو کہ پولسڈیم کے معاہدے میں عجلت کی گئی اور ۵ نومبر کو وہ طے ہو گیا جبکہ وقوع برطانیہ اور فرانس کے لئے بہت تعجب خیز تھا۔ روس اور جرمن میں اخلاص اور آشتی پیدا ہونے سے یہ معلوم ہو گیا کہ اس ٹھنڈے کے شرائط کیا ہیں اور جب روس کو یقین ہو گیا کہ اب کوئی دخل نہ دیگا۔ تب اُس نے ایران کے ساتھ سمٹ برتاؤ شروع کیا۔

۲۹۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء میں حسین قلی خان نے جو اس وقت ایران

مین وزیر امور خارجہ تھے روس اور برطانیہ کی سفارت کو یہ اطلاع کی کہ شاہ معزول بعض ترکمانی قبائل کے ساتھ ساز و باز کر رہا ہے لہذا حسب معاہدہ مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۰۹ء اُس کا وظیفہ موقوف کر دیا جائے۔ دونوں سفارتوں نے نہ صرف اس معاملہ میں بالکل بے اعتنائی کی بلکہ اپنے نوکروں کو دروسی پہنچا کر بھیجا کہ اُسکی ہتک عزت کریں اور اُسکے پیچھے پیچھے لگے رہیں بلکہ اُسکے مکان کے دروازے پر جم جائیں اور جب تک شاہ معزول کے وظیفہ کی رقم نہ وصول ہو لے اُس جگہ سے نہ ہٹیں۔ یہ برتاؤ دھڑکتے ہوئے افسانہ اور ہتک آمینہ تھا بلکہ اس قسم کی حرکت کبھی اس سے پہلے کسی سفارت کی طرف سے ظہور میں نہیں آئی ایک مہینے کے بعد روسی سفیر نے اس وزیر کو مجبور کیا کہ وہ معافی مانگے اور یہ کہا گیا کہ کما نشان میں کسی روسی سفارتی ایجنٹ کے ساتھ کچھ گستاخانہ برتاؤ کیا گیا تھا حالانکہ اسکی کچھ اصل نہ تھی۔ یہ روسی ایجنٹ دراصل ایک بدعاش مشہور ایرانی النسل شخص تھا جسکی نسبت گورنمنٹ ایران نے سخت مخالفت کی تھی کہ روسی سفارت خانہ میں اس کا تقریر ہو اس معافی نامہ کی ذلت اُٹھانے کے بعد اب حسین قلی خان کو ظاہر ہو گیا کہ یہ دونوں سلطنتیں اُسکے ہٹانے کے درپے ہیں چنانچہ اُس نے استعفیٰ دے دیا اس درمیان میں شاہ معزول اس بہانہ سے اڈسا کو چھوڑ کے یورپ کو روانہ ہوا کہ اپنی صحت کے لئے تبدیل آب و ہوا کی ضرورت ہے

مگر دراصل غرض یہ تھی کہ دستوری حکومت کو توڑنے کے لئے ساز و باز کرے
 پینانچہ ایسا ہی ہوا اور دوسرے سال ماہ جولائی میں ایک مسلح فوج کے ساتھ
 ایران کی سرزمین پر آپہونچا۔ پہلی فروری کو شہر اصفہان میں پولیس کے
 ایک معزول افسر نے وہاں کے گورنر کو دستوری حکومت کی طرف سے مقرر
 تھا زخمی کیا اور اس کے ایک چچا زاد بھائی کو مار ڈالا بعد ازاں بھاگ کے
 روسی سفارت خانہ میں پناہ لی۔ پانچ روز کے بعد ایران کے وزیر مال صنیع الدین کو
 طهران کی سڑک پر دو گرجیوں نے گولی سے مار ڈالا۔ اسکے بعد پولیس کے چار
 آدمیوں کو زخمی کیا۔ اور جب ایران کی پولیس نے اُن کو گرفتار کرنا چاہا تو روسی سفیر
 ماریج ہوا اور یہ کہا کہ یہ دونوں روسی گورنمنٹ کی پناہ میں ہیں اور روسی گورنمنٹ
 اس معاملہ کی تحقیقات کر کے ان کو سزا دیگی۔ ۸ فروری کو ناصر الملک
 نائب السلطنت مقرر ہوئے ان سے پہلے آزاد الملک نائب السلطنت
 تھے۔ جب ۲۲ ستمبر ۱۹۰۷ء کو انکا انتقال ہو گیا تو یہ نائب السلطنت مقرر ہو کے
 طهران پہونچے اور ان کی خاطر سے قزوین میں جو روسی گارو تعمیرات تھیں
 باستثناء وہ قزاقوں کے وہاں سے اُٹھالیا گیا۔
 یہ سلسلہ واقعات اب ختم ہوتا ہے اسکے بعد مالی اصلاح اور انتظام ملک
 کے لئے امریکن منتظمین بلائے جاتے ہیں۔

پہلا باب

(ایران اب یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ اصلاح و تہذیب صیفہ مال اور انتظام ملک کے لیے امریکہ سے تجربہ کار لوگ بلائے جائیں۔ چنانچہ امریکن طہران میں داخل ہوتے ہیں)

وکلار مجلس نے ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۱۱ء میں اس مسئلہ پر بحث کی کہ مالی حالت کی اصلاح کے لئے امریکہ سے تجربہ کار قسطنطینیہ بلائے جائیں اسلئے کہ وہ لوگ یورپین اثر سے مبرا ہو سکیں۔ بلا در رعایت اپنے فرائض انجام دیں گے اور ایران کے خزانے کی وقفا بھی بہتر حالت کو درست کر سکیں گے۔ چنانچہ مجلس وزیرانے ۲۵ دسمبر ۱۹۱۱ء کو بوسطت وزیر امور خارجہ حسین قلی خان سفارت ایران متعینہ واشنگٹن (امریکہ) کو بذریعہ تار یہ مراسلہ بھیجا۔

سفارت خانہ ایران واشنگٹن۔

سکرٹری آف اسٹیٹ (دولت امریکہ) سے فوراً درخواست کیجئے کہ وہ آپ کو وہاں کے سربراہ اور وہ ماہرین فن مالی سے مراسلت کی اجازت دیں اور آپ ایک بے لوث تجربہ کار شخص کو یہ پابندی تصدیق تقرر و متابعت مجلس تین سال کے لئے صدر المہام خزانہ کی خدمت کے لئے مقرر کر لیجئے جو ملک کی مالگزاری و اخراجات کی اصلاح کرے۔ اس کی بددکاری کے لئے ایک تجربہ کار محاسب

اور صوبہ جات کی تحصیل وصول کی نگرانی کے لئے ایک انسپٹر اور تشخیص محمول وغیرہ کے لئے ایک ڈائریکٹر جس کی مددگاری میں ایک اور انسپٹر غرضکہ بالکل چار صاحبزادوں کو مقرر کر لیجئے۔

امریکن منسٹر ہمکو اطلاع دیتے ہیں کہ سکرٹری آف اسٹیٹ بالکل راضی اور آمادہ ہیں لہذا اب کسی دوسرے طرز عمل کی ضرورت نہیں اور نہ کسی اور سے اس بارہ میں گفتگو کی جائے اسلئے کہ اکثر غیر ذمہ دار لوگ نوکری کے لئے خواہشمند ہونگے۔ اسکی ایک نقل سکرٹری آف اسٹیٹ کی خدمت میں پہنچ دیجئے اور جیسا وہ کہیں اسکی تعمیل کیجئے اور بالا اختصار اُس کی اطلاع دیجئے۔ نمبر ۶۷۸۷
حسین قلی

چنانچہ سفیر ایران متعینہ واشنگٹن و امریکن اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی باہمی دوستانہ کارروائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مین صدر المہام خزانہ کی خدمت کے لئے منتخب کیا گیا اور گورنمنٹ ایران نے باہم شرط تین سال کے معاہدہ پر مجھے مقرر کیا کہ میں ایران کی مالگزاری کو ترتیب دوں اور اسکے وصول کرنے کے عہدہ پر بناؤں۔ اس کام میں مجھے مدد دینے کے لئے چار اور امریکن مقرر ہوئے جو میری ماتحتی میں دے گئے۔

میرے اس تقرر سے پہلے کبھی یہ بات میرے خواب خیال میں بھی نہ آئی تھی کہ مجھے ایران جانا ہوگا۔ یہ محض میرزا علی قلی خان سفیر ایران متعینہ

واشنگٹن کی سحر بانی تھی جس نے میرے سارے شکوک رفع کر دیے اور مجھے وہاں جانے پر آمادہ کر دیا۔ اب میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ حتی الوسع اہل ایران کو جنھیں ہم پر ایسا بھروسہ اور اعتبار ہے ان کے ملک کے انتظام میں پوری مدد دینی چاہیے۔ پہلا کام میں نے یہ کیا کہ پروفیسر براؤن کی کتاب تاریخ انقلاب ایران پڑھ ڈالی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی عالی خیالی اور منصف مزاجی نے میرے ارادے کو مضبوط کر دیا۔ اس روانگی سے پہلے میں نے اس معاملہ میں امریکن اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ سے سرکاری تعلقات کی نسبت صفائی کر لی اور اب مجھے معلوم ہو گیا کہ میں ایران کسی سرکاری حیثیت سے نہیں جا رہا ہوں۔ میں نے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ سے درخواست کی کہ اس بارہ میں اگر کوئی تحریری وضاحت ہو جائے تو مناسب ہے چنانچہ میرے خط کا جواب جو سرکاری طور پر مجھے ملا وہ ذیل میں درج ہے۔

۲۴ فروری ۱۹۷۶ء

بخدمت مسٹر ڈبلیو۔ مارگن شوشر

یونین ٹرسٹ بلڈنگ - واشنگٹن - ڈی۔ سی

جناب عالی !

آپ کا خط مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۷۶ء متعلق تقریباً بیچ امریکن شیرمال من جانب دولت ایران اس ڈیپارٹمنٹ کو پہونچا جس میں آپ نے دریافت کیا ہے کہ دولت ایران نے کن وجوہ سے آپ کو خدمت صدر المہام خزانہ کے لئے

منتخب کیا۔

جواباً نگارش ہے کہ گذشتہ ماہ دسمبر میں سفیر ایران متعینہ شہر ہذا نے حسب ہدایت گورنمنٹ ایران اس ویپارمنٹ سے درخواست کی کہ انہیں امریکن تجربہ کاران امور مال کے ساتھ مراسلت کرنے میں مدد دیجائے تاکہ وہ پانچ امریکن مدوکار مال دولت ایران کی طرف سے منتخب اور مقرر کر سکیں لہذا تعمیل درخواست سفیر ایران اس ویپارمنٹ نے ایک فہرست چند اصحاب کی ان کے پاس یہ سجدی جس میں آپ کا نام بھی شامل تھا اور ان سے کہا گیا کہ وہ اس بارہ میں مراست کر کے طے کر لیں۔ اب اس ویپارمنٹ کو آپ کے خط سے اور نیز سفارت ایران کے مراسلہ مورخہ ۱۷- ماہ حال سے یہ معلوم ہو کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ صدر المہام خزانہ کی خدمت کے لئے منتخب ہوئے ہیں۔

میں ہوں آپ کا تابعدار

ہٹنگٹن ولسن

منجانب

مسٹر ناکس سسٹنٹ سکرٹری آف اسٹیٹ

مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا کہ جب روس کو یہ خبر ہوئی کہ مجلس امریکہ سے قنصلین بلائی والی ہے تو اس نے اس معاملہ میں طہران کی طرف سرکاری توجہ مبذول کی۔ اول روسی جاسوسوں کے ذریعہ سے یہ کوشش کی گئی کہ بعض بدنام ممبران مجلس

کو ہوا کر کے اس تجویز کی مخالفت کیجائے۔ مگر جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو گورنمنٹ روس نے امریکن اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کو یہ پیغام بھیجا کہ امریکن ماہرین امور مال کو ایران بھیجنا خلاف مصلحت و مروت ہو گا۔ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ چونکہ اُس وقت گورنمنٹ ایران کے فشار سے لاعلم تھی اُس نے نیک نیتی کے ساتھ صاف یہ جواب دے دیا کہ جب معاملہ پیش آئیگا دیکھا جائے گا۔

بعد ازاں تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جب گورنمنٹ ایران نے امریکہ کے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ سے درخواست کی کہ پانچ ایسے اصحاب جنھیں مال کے کام میں تجربہ ہو منتخب کر دے جائیں تو اُس وقت برٹش گورنمنٹ سے یہ استفسار کیا گیا کہ آیا وہ بھی روس کے ساتھ اس رائے میں شریک ہے کہ کوئی امریکن صاحب ایران کی ملازمت نہ اختیار کریں اور وہاں نہ جائیں۔ برٹش گورنمنٹ نے یہ جواب دیا کہ ابتداءً ایسا خیال تھا مگر اب گورنمنٹ برطانیہ کو اس بارہ میں کوئی عذر نہیں ہے۔ تب گورنمنٹ روس نے دیکھا کہ یا تو مجبوراً اس معاملہ میں علانیہ مخالفت کرنی پڑتی ہے یا حکمت عملی سے کام نہ کھانا پڑے گا۔ غرض کہ یہ معاملہ یوں ہی گولگو میں رہا۔

۲۔ فروری ۱۹۱۱ء کو مجلس نے بڑے جوش کے ساتھ بغلیہ آراء ہمارے شرائط معاہدہ منظور کئے۔ چنانچہ ہم بلا کسی وسوسہ کے ایران روانہ ہوئے اور ہم نے یہ خیال کیا کہ گوان دوہم سایہ سلطنتوں کو (انہیں کے الفاظ میں کہنا چاہی)

”خاص دلچسپی ہوتا ہم جب ہم راستی اور ایمان داری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینگے تو انہیں کوئی عذر نہ ہوگا۔“

۸۔ اپریل ۱۹۱۱ء کو مین نیویارک روانہ ہوا اور میرے ساتھ مسٹر چارلس میکاسکی ساکن نیویارک مسٹر ریلیف ہلس ساکن واشنگٹن اور مسٹر بروس۔ ڈکی ساکن پائن آئی لینڈ ہم سفر ہوئے۔ ہم لوگ گورنمنٹ ایران کی مالی حالت کی اصلاح کے لئے جا رہے تھے مسٹر میکاسکی کے مسٹر ہلس کے اور میرے اہل و عیال بھی ساتھ تھے چنانچہ بچے اور نوکر وغیرہ ملا کر سولہ آدمیوں کا قافلہ تھا۔ میں نے اس شرط پر تین سال کے لئے دولت ایران کی ملازمت منظور کی تھی کہ بحیثیت صدر المہام خزانہ مجھے ملک کے مالی معاملات نظم و نسق کا پورا اختیار دیا جائے اور میں جو مناسب سمجھوں کروں۔ مسٹر میکاسکی نے مالگزارمی صوبجات کی انسپکٹری منظور کی تھی۔ مسٹر ہلس محاسب مقرر ہوئے تھے اور مسٹر ڈکی انسپکٹر محصولات۔ اور یہ تینوں صاحب میرے زیر نگرانی تین سال کے لئے آئے تھے۔ مسٹر آف اس کیئرٹن کلکٹر محصولات متعینہ ایویلو جزائر فلپائن ڈائرکٹر محصولات مقرر ہوئے تھے مگر ہمارے ساتھ نہ چل سکے وہ بعد کو عنقریب طہران آنے والے تھے اور میرے خاص مددگار ہونے والے تھے۔ الغرض اس کام کے

لئے جو لوگ منتخب ہوئے سب کے سب سال ہا سال کا مالی تجربہ رکھتے تھے اور مال کے کام سے بخوبی واقف تھے اور یہ خوب جانتے تھے کہ ایسے ملک میں کس طرح اصلاح کرنی چاہیئے اور ذرائع آمدنی کس طریقہ سے بڑھانے چاہئیں ہم پاریس آئے تو ناہوتے ہوئے ۲۵ اپریل کو قسطنطنیہ پہنچے جہاں سے بذریعہ جہاز باقوم (روس) گئے۔ وہاں یہی کو داخل ہوئے اور دوسرے دن ریل میں بیٹھ کر باکو روانہ ہوئے۔ ۶۔ مئی کو چار بجے سپر کو ہم باکو سے ایک روسی جہاز باریاٹنکی میں سوار ہوئے اور راتوں رات بھر کا سپین سے عبور کر کے دوسرے دن ۹ بجے صبح انزلی پہنچے جو ایران کا بندرگاہ ہے جہاز سے اتر کر اپنے اسباب کے متعلق چنگی والوں کا اطمینان کیا۔ بعد ازاں چھوٹی کشتی میں سوار ہوئے اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر سر بنٹت گئے جو صوبہ گیلان کا پایہ تخت ہے۔ یہاں کے گورنر نے دو دن تک ہمیں مہمان کیا اور ہمارے سفر ایران کے لئے سواری کا انتظام کیا۔ طہران یہاں سے ۲۲۰ میل ہے۔ یہ سفر پرانی۔ بدحیثیت دقیا نوسی گاڑیوں میں طے ہوا۔ ہر ایک گاڑی میں چار چھوٹے چھوٹے لاغر ٹوٹے جاتے تھے جو ہر دن یا بارہ میل پر بدلے جاتے تھے۔ ہم لوگ چار گاڑیوں میں (۹۔) نوین مئی کو ساڑھی آٹھ بجے صبح رشت سے روانہ ہوئے ہمارا کل وزنی اسباب پہلے دو بڑے چکر دون میں روانہ ہو چکا تھا۔ ہم کو یہ دو ستانہ مشورہ دیا گیا کہ آہستہ آہستہ سفر

کرین۔ اسلئے کہ عورتوں اور بچوں کا ساتھ ہے راہ میں بہت سے دلچسپ واقعات پیش آئے۔

الغرض ۱۲۔ مئی کو دو بجے پہر کو ہم طہران کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں ہم نے دیکھا کہ ہمارا کل اسباب ہمارے انتظار میں رکھا ہوا ہے۔ البتہ صندوق کی شکل بدل گئی تھی۔ اسلئے کہ تین شبانہ روز بارش اور آندھی میں گزرے تھے اور چمکڑوں کے فراموشی دیکھے کھائے تھے۔ خیریت یہ ہوئی کہ بعض لوگوں کے کہنے سے ہم نے کل صندوق بندہ کے تھیلوں میں سلوا دے تھے ورنہ یہاں تک ایک بھی سلاست نہ پہنچتا۔ جب شہر طہران چارسل رہ گیا تو باب قرین کے باہر سفیر امریکہ مسٹر چارلس ڈبلو۔ رسل مع اپنی بی بی اور دوسرے امریکن مشنری اور بہت سے اہل ایران ہمارے استقبال کو آئے یہاں سے ہم اُن گاڑیوں میں جو شہر سے ہمارے لئے آئی تھیں سوار ہوئے اور سیدہ اتابک پارک پہنچ گئے یہ ایک نہایت وسیع اور خوبصورت قصر ہے جو ہمارے قیام کے لئے آراستہ کیا گیا تھا۔ یہ مکان ابتداءً امین السلطان اتابک اعظم کا بہارستانی تفریح گاہ تھا۔ امین السلطان دستوری حکومت کے مخالف اور شاہی ہوا خواہوں کے رکن رکین تھے۔ یہ پیشتر بھی وزیر اعظم رہ چکے تھے اور محمد علی شاہ نے ان کو بلا کر وزیر اعظم مقرر کیا تھا مگر اس رگت ۱۹۰۷ء کو مارے گئے۔ یہ قصر

اور باغ جس میں تقریباً آٹھ ایکڑ زمین ہوگی طہران کے اُس حصہ میں واقع تھا
 جہاں سفر کی کوٹھیاں اور پورپین باشندوں کے مکانات تھے۔ یہ املاک
 اب ایک خیر خواہ ملک دولت مند پارسی تاجر کی ملک تھی جنکا نام ارباب
 جمشید ہے۔ اُنہوں نے بڑی دریا ولی سے ہمارے قیام کے لئے یہ
 مکان گورنمنٹ طہران کے حوالہ کر دیا تھا۔ یہ عمارت دمنتر لی سنگ سفید کی بنی ہوئی
 تھی تختینا تین کمرے ہونگے مگر بعض بہت وسیع تھے۔ کل مکان انواع و اقسام
 کے فریج اور عجیب و غریب چیزوں سے آراستہ تھا۔ جس میں بہت سے نفیس
 و نایاب ایرانی قالین بھی تھے۔ مکان کے اطراف نہایت عمدہ باغ تھا اور جا بجا
 مصنوعی تالاب اور بہرین جاری تھیں اور باغ کے گرد ایک بڑی چوڑی اور بلند
 دیوار تھی۔ طہران میں عموماً کل ایسے مکانات اور باغ چار دیواری سے محصور ہیں۔
 سر شام ہم لوگ اس قصر کے پہانک پر پہنچے۔ اسوقت ہمارے دلون پر چوہ پلطف
 اثر ہوا اب تک یاد آتا ہے۔ آپ خیال کیجئے کہ تین شبانہ روز بارش اور آندھی کو
 طوفانی سفر میں گزرے تھے۔ کوہ البرز کی سرد ہوا اور میدان کی گرمی نے سخت
 پریشان کر دیا تھا۔ سر راہ تکلیف دہ ڈاک بنگلون میں سونا نصیب ہوا تھا۔ اور
 کہانے کا کیا ذکر کیا جائے کچھ تو ہم اپنے ساتھ رکھ لیتے تھے اور کچھ راہ میں میسر
 آجاتا تھا۔ آفتاب کی تمازت سے ہمارے منہ تھما گئے تھے اور ہم گرد و غبار میں
 بالکل تپتے تھے۔ ایسی حالت میں ایک پر فضا باغ کے درختوں کے نیچے

سے جن میں صد مائتدیلین جگنو کی طرح چمک رہی تھیں گزرنا اور شام کی ٹھنڈی
 ٹھنڈی ہوا میں اس عالیشان قصر کے مرمی سیر ہیون تک پہنچنا جہاں زرق
 برق و رویاں پہنے ہوئے نوکرن کا ایک ہجوم اور گارڈ ہمارے انتظار میں کھڑا
 تھا ایک ایسا سامان تھا کہ طہران مجھے ایک پرستان معلوم ہونے لگا۔ شب کے
 کھانے سے فارغ ہو کے ہم لوگ بالاخانہ پر گئے اور کئی گھنٹہ تک ایران کے
 بلیبل خوشنوا کے ترانے سنتے رہے جو قصر کے گرد و رختوں کی شاخوں پر بیٹھ چمک
 رہے تھے۔

دوسرے دن ہم مشعل اپنے سامان کا ایک صندوق کھولنے پائے تھے کہ
 ملاقاتیوں کی آمد شروع ہوئی اور میں سچ کہتا ہوں کہ دو مہینہ تک یہی سلسلہ جاری
 رہا۔ صبح سے لیکر رات کے تک لوگوں کا تاشا لگا رہتا تھا۔ اس میں شک نہیں
 کہ ان لوگوں سے ملنے اور باتیں کرنے میں بہت وقت ضائع ہوتا تھا مگر اس کے
 ساتھ ہی معلومات میں بہت کچھ وسعت ہوتی تھی۔ ہم سے یہ کہہ دیا گیا تھا کہ یہ لوگ
 سب یہاں کے مشاہیر سے ہیں اور اگر ان سے نہ ملوں گا یا انہیں اصلاح و نظام
 ملک میں اظہار اسے کا موقع نہ دوں گا تو وہ بُرا مانیں گے۔

جب ہم انزلی پہنچے ہیں تو وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جنکا
 نام ہر مرز خان تھا۔ گورنمنٹ ایران نے ہر مرز خان کو ہمارے استقبال
 کے لئے بھیجا تھا چنانچہ ہر مرز خان ہمارے بدرقہ بنے اور پایہ تخت پہنچنے تک

ہماری رہبری کرتے ہے۔ جب ہنر مزخان نے اپنا کارڈ ہمارے پاس
 پہنچا تو اُس مین نام کے نیچے امریکن طالب علم بھی درج تھا۔ وہ انگریزی اچھی طرح
 بولتے تھے اور اُن کی تمام یہ آرزو تھی کہ ہم لوگ اُن کے وطن مالوت (طہران)
 سے خوش ہوں اور ہماری نظروں میں اُس کی وقعت بحسن۔ اس مین شک نہین کہ
 راہ کی تنہائی ان کی وجہ سے نہین بڑھی اور راہ بھر اپنی دلچسپ باتوں اور عمدہ گیتوں
 سے ہمارا جی بہلاتے آئے۔ اگر ہم گرد آلود اور خشک میدانوں میں کئی گھنٹے کے
 سفر کی تھکن سے تھک جاتے تھے تو وہ فوراً ہمیں انگلی کے اشارے سے
 کوئی دور افتادہ سبزہ زار یا پہاڑ دکھاتے تھے جہاں قلم آفریدگار کی صنعت نے
 بیچارے تھکے ہوئے مسافروں کے لئے یہ قدرتی سمان مہیا کر رکھا تھا۔ گو وہ پکے
 مسلمان تھے مگر ایسے تکلیف دہ سفروں میں کبھی کبھی ایک جام شراب کا نوش
 کرنا جائز سمجھتے تھے بلکہ اسکے دور میں اگر دیر ہو جاتی تھی تو یاد دہی بھی کر دیتے
 تھے۔ جب ہم طہران پہنچے تو ہنر مزخان نے یہ خیال کیا کہ یہاں پہنچتے
 ہی اُن کی خدمات کا صلہ یہ ہو گا کہ وہ چیف ٹکس کلکٹر یا دیگر اہل مہام
 خزانہ مقرر کر دے جائیں مگر جب اُن کی یہ امید پوری نہ ہو سکی تو بہت مایوس
 ہوئے اور ہم لوگوں سے کشیدہ ہو گئے۔ طہران پہنچنے کے دوسرے دن
 سارا وقت مسٹر رسل سفیر امریکہ دوسرے اصحاب جو ملنے آئے اور
 ممتاز الدولہ وزیر صیغہ مال سے مشورہ کرنے میں صرف ہوا ممتاز الدولہ

ایک بڑے واقف کار صاحب فہم شخص ہیں جو سابق میں مجلس کے صدر نشین بھی رہ چکے ہیں۔ وہ بے تکلف فرینچ بولتے تھے اور عموماً کل تعلیم یافتہ ایرانی فرینچ بولتے ہیں انہوں نے مجھے اصلاح و انتظام ملک میں ہر طرح کی مدد دینے کا یقین دلایا۔ بعد ازاں چند روز کے بعد ہم کو معلوم ہوا کہ بہت سے لایق ہوشیار صاحب عقل ایرانی ہمارے ساتھ تعینات ہیں جو اپنی خوشی سے محض اسلئے آئے ہیں کہ ہمارے آرام و آسائش میں مدد دیں۔ ہم اول انہیں پہچان نہ سکے۔ وہ سب انگریزی یا فرینچ بولتے تھے اور بعض ان میں سے کئی ہفتہ تک وہاں رہے کہ اگر ضرورت ہو تو ہمارے لئے مترجم بنیں۔ یا کسی دوسری طرح پر بہکوا مدد دیں اور اپنے تئیں بکار آمد ثابت کریں۔ اسلئے کہ وہ جانتے تھے کہ ہم انکو اور ان کے ملک کو فائدہ پہنچانے کے لئے آئے ہیں۔ ان لوگوں کے ایشار اور حب الوطنی کی یہ ایک نمایاں مثال تھی۔

وزیر مال ممتاز اڈا ولد اور وزیر امور خارجہ محترم السلطنت سے تعین وقت کر کے ۶ ارمی کو ہم مسٹر رسل کے ساتھ فارن آفس میں محترم السلطنہ سے ملنے گئے اور گویا پہلی دفعہ سرکاری طور پر ان کے ساتھ چار نوشی کی۔ شہر کی سڑکوں سے جب ہماری گاڑیاں گزریں تو ہم نے غور کیا کہ لوگ ہمیں نہایت دلچسپی اور تعجب سے دیکھ رہے ہیں یا جب ہم گاڑیوں سے اتر کر گورنمنٹ بلڈنگ میں گئے جو دربار کہلاتا ہے تو ہر شخص ایک غیر معمولی استعجاب

اور محبت سے ہمیں گھور رہا تھا۔ میں جب اس وقت کا خیال کرتا ہوں تو یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ اہل امریکہ کے نام میں کیا جادو بھرا تھا یا اہل امریکہ نے ان بیچارے ایرانیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا جو وہ اس قدر گرویدہ تھے۔ اُسی دن سپرہر کو ہم ہنرہاٹھس ناصر الملائک نائب السلطنت سے ملنے گئے اور قصر الامارہ میں سرکاری طور پر ہم پیش ہوئے۔ نائب السلطنت ایک نہایت خلیق اور قابل آدمی ہیں انگریزی زبان پر پوری قدرت رکھتے ہیں یہ اکسفورڈ یونیورسٹی کے گریجویٹ ہیں اور انگلستان کے موجودہ فارن سکریٹری سر ایڈورڈ گرے کے ہم سبق رہ چکے ہیں۔ ہم نے دس پسندہ منٹ تک اُن سے باتیں کیں اور اُنہوں نے ہم سے کہا کہ آپ بلا تکلف جس وقت چاہیں میرے پاس آئیں اور ہر امر میں آزادی کے ساتھ بحث اور مشورہ کریں۔ اُسی دن شام کو میں نے ایک اور شخص سے ملاقات کی جو گویا ہمارے زمانہ قیام ایران میں ہمارا بہترین اور سچا دوست ثابت ہونے والا تھا۔ یہ صاحبِ ارباب کیخسرو ایک پارسی ہیں جنہوں نے یورپ میں تعلیم پائی تھی اور اب ایران واپس آکر دستوری حکومت کے موبدین میں مل گئے تھے اور دوسری مجلس جو طہران میں قائم ہوئی اُس میں پارسیوں کی طرف سے رکن منتخب ہوئے۔ یہ صاحبِ جامداتھے اور طہران میں تجارت کرتے تھے۔ نہایت خوش مزاج۔ انگریزی زبان پر پورا عبور تھا اور

معاملات میں ایرانیوں کی ناجذبہ کاری اس سے صاف ظاہر ہوتی ہے کہ جہان کسی اخبار میں کچھ نکتہ چینی چھپی اور وہ ڈر گئے۔ نائب السلطنت سے لیکر ہر ایرانی عہدہ دار کے اوسان خطا تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کسی اخبار میں ان کی نسبت کچھ چھپ جائے جس سے پہلک ناراض ہو یا ان کا مضحکہ اڑاے باوجود آزادی تقریر کے جو باضابطہ احکام کے رو سے دی گئی تھی حال یہ تھا کہ آسے دن ایک نہ ایک اخبار طہران میں بند کیا جاتا تھا۔ جہان کسی نے سرکاری معاملات پر کچھ لکھا اور وزیر امور داخلہ نے فوراً ہی اسکی خبر لے لی۔ مگر ولیراڈیٹر باز نہ آتے تھے اور چند روز یا چند ہفتہ کے بعد پھر اخبار جاری کر دیتے تھے۔ اُس وقت طہران کے نامی اخباروں میں ایک ”استقلال“ تھا جو مجلس کے معتدل گروہ کا آلہ کہا تھا اور دوسرا ”ایران نو“ تھا جو سلطنت جمہوری کے مویدین کا طرفدار تھا۔ اس میں شک نہیں کہ آخر الذکر بہت ہی نڈر اور نہایت عمدہ اخبار تھا اور اُس نے ہم لوگوں کے ساتھ بڑا کام کیا۔

۲۲۔ مئی کو وزیر امور خارجہ کے مشاغی سبکو درباری مکان میں لکھتے جہان ہمارے وفاتر کے لئے ہنگامی انتظام کیا گیا تھا یہاں نائب وزیر مال اور دوسرے وفاتر کے افسروں سے تعارف کرایا گیا اور اس کے بعد بہت سی چار اور سگریٹ پیئے گئے اور خوب وقت ضائع ہوا۔ ہر ایک دفتر کا صدر

یہ چاہتا تھا کہ ہم سے ہفتون اپنے دفتر کا دھڑا دے اور یہ ثابت کرے کہ مالی چربی کی کمی انتظامی گاڑی کے پہیوں کو اچھی طرح نہیں چلنے دیتی جس کا مطلب یہ تھا کہ اُن کو خوب روپیہ دیا جائے۔

ہمتا زالدولہ وزیر فینانس ہر طرح پر ہمیں مدد دیتے تھے اور قریب تھا کہ اب ہم اپنا کام شروع کریں کہ اتنے میں ۲۳ مئی کو کینٹ مین کچھ جھگڑا ہوا جس کی وجہ سے انہوں نے استعفا دیدیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سپہ سالار کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ وزیر مال چکون اور مطلوبون پر ان کے حسب خواہش دستخط نہیں کرتے ہیں۔ اول تو مجھے بھی تغیر کینٹ سے کسی قدر تشویش ہوئی مگر پھر بعد کو میں ان باتوں کا عادی ہو گیا۔ صیغہ مال کے مختلف عہدہ دار جن سے ملاقات ہوئی اُن میں ایک مسٹر لیکا فومے تھے یہ صاحب گو دولت برطانیہ کی رعایا تھے مگر دراصل فرینچ تھے اور کئی سال سے ایران میں کنٹرولر مقرر تھے۔ جب سب لوگ چلے گئے تو یہ ایک کرسی پر میرے پاس آن بیٹھے اور آنکھ میں آنکھ ملا کر مجھے یون ہم کلام ہوئے۔ مسٹر شوستر مین بہت خوش ہوں کہ آپ تشریف لائے اس لئے کہ اب ہم ان لوگوں کی خراب مالی حالت درست کر سکیں گے۔ میں نے اُن کا شکریہ ادا کیا۔ ۲۵ مئی کو مسٹر ہلس اور اُن کی بی بی جو اپنی شیر خواہ بچی کی علالت کی وجہ سے قسطنطنیہ میں ٹھہر گئے تھے طہران پہنچے۔ بد قسمتی سے یہاں آتے ہی اُن کا ایک دوسرا بچہ بیمار ہو گیا اور اب مجبوراً اُنہیں نوکری چھوڑ کے امریکہ

واپس جانا پڑا۔ ۲۔ جون کو وہ طہران سے روانہ ہوئے اور ہم سب کو ان کے واپس جانے کا
 بہت افسوس ہوا۔ جب ہم اتابک پارک پہنچے ہیں تو ہم نے دیکھا کہ پندرہ بیس ہوشیار
 ایرانی نوکروان تعینات ہیں۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ بعض ایرانی مہمان نواز
 اصحاب نے بکمال عنایت و دایک دن کے لئے جب تک ہمارا سامان درست
 ہو ہماری مہمانداری کے انتظام کے لئے ان لوگوں کو دمان مقرر کیا ہے۔ دو تین
 دن میں جب ہم نے اپنا سب انتظام ٹھیک کر لیا تو ان لوگوں کو بجائے موقوف
 کرنے کے ہم نے خود رکھ لیا اسلئے کہ سب نے ان کی سفارش کی تھی اور اس میں
 شک نہیں کہ آدمی ہوشیار و سچہ و راستہ تھے۔ کئی ہفتہ کے بعد یہ افواہ اڑی اور ہمارے
 کاؤن تک بھی پہنچی کہ ہم لوگ بہائی ہیں اور طہران میں مالی اصلاح و انتظام کیلئے
 نہیں آئے ہیں بلکہ بہائی مذہب کی اشاعت کے لئے آخر کار ایک دن وزیر
 فینانس نے ہکو اس طرف توجہ دلائی اور یہ مشورہ دیا کہ ہم ان نوکروں کو موقوف
 کر دیں جو سب کے سب بہائی ہیں۔ میرے لئے یہ بالکل ایک نئی بات تھی اور
 مجھے بہت عجیب معلوم ہوئی۔ میں نے کبھی ان نوکروں کے مذہبی اعتقاد کی نسبت
 خیال بھی نہیں کیا تھا بالخصوص اسلئے کہ امریکہ میں یہ چیز قواعد ملازمت کے خلاف
 ہے۔ میں نے وزیر مال سے کہا کہ ہم امریکن لوگ نہ بہائی ہیں اور نہ یہ چاہتے ہیں
 کہ اپنی ایران ہمارا یا ہمارے نوکروں کا یا ہماری نمکٹائیوں کے رنگ کا مذہب
 اختیار کریں اور اگر گورنمنٹ ایران کے نزدیک اس سے بڑھ کے اور کوئی بات

قابل غور و خاص نہ ہو تو بہتر ہے کہ کوئی اور مفید مسئلہ اپنے غور و فکر کے لئے تلاش کر لے۔ بس سرکاری طور پر ایک ہی دفعہ ہم سے اس بارہ میں کہا گیا لیکن بعض حضرات نے جو ہمارے کام کے خلاف تھے خوب حاشیہ بندی کے ساتھ افواہیں اڑائیں بلکہ بعض مقامی اخبارات میں ہماری تصویریں بھی چھپیں مگر جب لوگوں نے دیکھا کہ ہم اسکی مطلق کچھ پرواہ نہیں کرتے اور اپنے کام میں مصروف ہیں تو انہوں نے بھی اس معاملہ کو طاق نسیان پر رکھ دیا۔

اب ہم کو ان سازشوں کی حقیقت معلوم ہوئی جو ہمارے فرائض اور ہمارے یہاں آنے کے متعلق ہو رہی تھیں۔ جس کسی سے بات چیت کی نوبت آئی اُس نے سازشوں کا ضرور ذکر کیا اور یہ کہا کہ کبنت آپ کے خلاف سازش کر رہی ہے محکمہ جنگی کے بلجین عہدہ دار سازش میں مصروف ہیں۔ منسٹر شوستر سازشوں کے لئے یہ عجیب خوفناک جگہ ہے۔ ایران طاعون اور سازش کے لئے مشہور ہے مین نے ہر ایک سے اسکا یہی جواب دیا کہ امریکن لوگوں کے لئے سازش ایک مبارک فال ہے اور ہم کو اس سے بڑا لطف آتا ہے۔

جس سازش کا وجود اب ہم کو بھی محسوس ہو چلا وہ موسیو مارنارڈ محکمہ جنگی کے ایک بلجین عہدہ دار نے تیار کی تھی۔ یہ شخص ایران کے محکمہ جنگی کا ایڈٹ منسٹر میٹر جنرل مقرر تھا۔ اپنے ملک میں تو وہ بہت ہی ادنیٰ خدمت پر مامور تھا مگر یہاں آکر اپنے ہموطن شیطان موسیو ناس کا مددگار بن گیا۔ موسیو ناس

مظفر الدین شاہ کے زمانہ میں محکمہ جنگی کے قیام و اصلاح کے لئے مقرر ہوا تھا اور اُس نے مقرر ہوتے ہی ایسی حیرت انگیز ترقی دکھائی کہ سب میں بڑا دولت مند اور با اثر آدمی ہو گیا اور گورنمنٹ روس اُس کی بڑی قدر کرنے لگی۔ چنانچہ ابتدائی مجلس نے پہلا کام یہ کیا کہ تباریخ ۱۰ فروری ۱۹۰۷ء کو شاہ کو مجبور کر کے اس بد معاش کو نکلوایا۔ اس وقت یہ شخص تمام ملک پر حاوی ہو گیا تھا۔ اب وہ بلجیم میں بڑا صاحب جائیداد ہے اور مرے اوڑار ہے۔ اسی شخص نے گورنمنٹ ایران کے بعض اہم مالی معاملات طے کئے تھے مثلاً موجودہ جنگی کام حصول اور و روسی قرضے جواب پچارے ایرانوں کی جان پر ایک مصیبت کا پہاڑ تھے۔ جنگی کے حصول کے متعلق میں بعد کو بالتفصیل بیان کروں گا۔ موسیو مارنارڈ۔ موسیو ناس کے خاص مددگار اور دست راست تھے۔ اور جب موسیو ناس ایران سے نکالے گئے تو وہ اُن کی جگہ صدر محکمہ جنگی بن بیٹھے۔

جب ہم لوگ طہران پہنچے ہیں تو اس وقت موسیو مارنارڈ کے علاوہ پچیس تیس اور اہل بلجیم ایران کے کل محصول خانوں پر تعینات تھے۔ وہاں پہنچنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ موسیو مارنارڈ نے بلجیم اور روسی سفارت کے ذریعہ سے سخت کوشش کی تھی کہ وہ صدر المہام خزانہ مقرر ہوں مگر مجلس نے ایک نہ سنی۔ جب اس کوشش میں ناکامی ہوئی۔ تب

ان لوگوں نے دوسری تدبیر یہ اختیار کی کہ ہم اہل امریکہ کے تقرر کو بے فائدہ دے
بیجا ثابت کریں۔

ہمارے آنے سے تھوڑے ہی دن پہلے امپیریل بینک ایران سے بارہ لاکھ
پچاس ہزار پاؤنڈ قرض لینے کا معاملہ ٹھہر چکا تھا۔ کل شرائط طے ہو چکے تھے بلکہ
ہمارے طہران پہنچنے سے دو ہفتہ قبل مجلس نے بھی اس معاملہ کے متعلق
اپنی منظوری ظاہر کر دی تھی۔ البتہ مجلس کے بعض اراکین کی یہ رائے تھی کہ ہمارے
آنے تک یہ معاملہ ملتوی رہے اور ہم سے بھی اس بارہ میں رائے لے لی جاے
مگر کسبٹ یہ چاہتی تھی کہ کسی طرح جلد معاملہ کر لیا جائے چنانچہ اس بارہ میں ڈوٹ
پر انحصار کیا گیا۔

موسیو مارنارڈ نے مجلس اور کسبٹ کے بعض مشہور روسی سائنٹین
کے ذریعہ سے ہمارے آنے سے کچھ ہی دن پہلے ایک مسودہ تیار کیا جسکا منشاء
یہ تھا کہ کل رقم قرض جواب لی جا رہی ہے ایک کمیشن کے ذریعہ سے صرف کیجاے
جسکے پندرہ اراکین ہوں اور موسیو مارنارڈ خود صدر نشین رہیں۔
اس میں چال یہ تھی کہ امریکن صدر المہام خزانہ جب تشریف لائیں تو اپنے تئیں
ایک عجیب دلدل میں پائیں۔ یا تو انہیں موسیو مارنارڈ کی ماتحتی میں
کام کرنا پڑے۔ اسلئے کہ گورنمنٹ کے سارے اخراجات اس کے ہاتھ میں
ہونگے یا الگ الگ رہیں یہ تماشہ دیکھتے رہیں۔ یہ مسودہ ابھی مجلس میں پیش

ہی تھا کہ مجھے اسکی اطلاع ہو گئی۔ مین نے فوراً وزارت مال کی موجودہ نازک
 حالت پر ایک مختصر رپورٹ لکھی اور اسے کابینٹ میں پیش کر کے یہ دریافت کیا
 کہ آیا گورنمنٹ یہ چاہتی ہے کہ اس بد نظمی اور ابتری کی حالت میں اور اضافہ
 کیا جائے۔ اسی رپورٹ کے ساتھ ایک صاف اور سادہ قانون بھی وضع
 کر کے مین نے پیش کر دیا جس میں یہ دکھایا کہ مجوزہ رقم قرض کا خرچ اور اسکی ادائی
 صدر المہام خزانہ کے اختیار میں رہنا چاہیئے جو از روئے قواعد اسکا مجاز ہے۔
 کابینٹ نے فوراً اسکو منظور کر کے مجلس میں پیش کیا۔ جہاں ۳۰ مئی کو یہ
 پاس ہو کے قانون کی صورت میں آ گیا۔ چنانچہ اس طرح پر پہلی کوشش مخالفین
 کی رائے گان ہوئی اور اراکین مجلس نے اس بارہ میں بہت مسرت ظاہر کی کہ ہم
 نے مخالفین کی حیلہ گرمی کا انکشاف کر دیا۔ اس عرصہ میں مجھے ایک بات کا
 تجربہ ہوا جو قابل ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہو گا کہ مشرقی لوگ نہایت جزو معاملات
 کو بھی کیسا اہم سمجھتے ہیں۔ جب سے ہم یہاں آئے سینکڑوں ایرانی اور غیر ملکی
 حسب راج ملک ہم سے ملنے آئے۔ مگر ایک نوجوان صاحب کے تشریف لانے سے کئی
 تعجب ہوا۔ ان صاحب نے بیان کیا کہ وہ علیحضرت سردار اسد کے سکریٹری ہیں۔
 ناظرین کو یاد ہو گا کہ سردار اسد قبیلہ بختیاری کے ایک سردار تھے
 جنھوں نے ۱۹۰۹ء میں شاہ کو نکالنے میں بڑا حصہ لیا۔ المختصر ان نوجوان
 صاحب نے مجھ سے بیان کیا سردار صاحب موصوفی میری ملاقات کے



SARDAR-I-ASAD.

The Bakhtiari chieftain who led the Persian forces from Isfahan in 1909 and with Sipahdar-i-Azam captured Teheran from Muhammad Ali and the Cossack Brigade.

مشتاق مین اور میرے آنے کا انتظار کرتے مین مین نے اُن سے کہا کہ مین ہاں تاکہ
 پارک مین پانچ بجے کے بعد ملتا ہوں۔ اور اگر سردار صاحب تشریف لائیں گے تو
 مین بہت خوشی کے ساتھ ان کی تعریف کی مسرت حاصل کروں گا۔ یہ سنکر وہ نوجوان
 صاحب چلے گئے اور دوسرے دن مجھے ایک خط بھیجا جس مین یہ لکھا تھا کہ
 آج شام کے چھ بجے سردار اسد اپنے مکان واقع بختیاری اسٹریٹ
 مین میرا انتظار کریں گے۔ دوسری دن وہ سکرٹری صاحب پھر تشریف لائے
 اور مجھ سے پوچھا کہ مین کیون نہیں گیا اسلئے کہ سردار اسد ایک بڑے
 ذمی اقتدار اور مغرور امیر مین۔ مین نے ان سے صاف کہہ دیا کہ ہمارے ملک
 مین یہ باتیں معاشرتی رسم و رواج کو نہیں توڑتین۔ اگر سردار صاحب یہاں تشریف
 لائیں گے تو مین بہت خوشی کے ساتھ ان سے ملوں گا۔ چنانچہ سردار اسد
 اُسی دن شام کو تشریف لائے اور بہت دیر تک ان سے دوستانہ باتیں
 رہیں۔ دوسرے دن مین اُن کے پاس باز دید کی ملاقات کو گیا۔ بعد کو مجھے
 معلوم ہوا کہ سردار صاحب نے اپنے اہل قبیلہ کی تحریک پر یہ چاہا تھا کہ امریکن
 صدر الہام خزانہ پہلے اُن سے ملنے آئیں تاکہ لوگوں کی نظر مین اُن کی وقعت
 اور احتشام بڑھے اور اُن کے حریف وزیر اعظم یعنی سپھلار کی وقعت
 کم ہو جائے۔ اگر مین چلا جاتا تو سپھلار میرے دشمن ہی ہو جاتے۔
 ایک ہفتہ کے بعد ایک اور ایرانی ملاقاتی نے بہت ہی انسانیت کے

ساتھ مجھ سے پوچھا کہ مین روسی سفیر سے ملنے کب جاؤں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد برٹش سفارت خانہ سے ایک شخص اسی طرح کا پیغام لایا۔ مین نے جواب دیا کہ ایسے لمبے سفر کے بعد مجھے اپنا سامان وغیرہ درست کرنے میں کم از کم ایک مہینہ لگے گا۔ اس وقت سے کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا کہ بالراست یا بالواسطہ میرے پاس اس قسم کے پیغام نہ آتے ہوں کہ سفر سے دل خارجہ مجھ سے ملنے کے منتظر ہیں۔ دو ہفتہ کے بعد یہ واقعہ اور مضحک ہو گیا اور جب مین نے دریافت کیا کہ ایسے معاملات میں اس ملک کا رواج کیا ہے تو معلوم ہوا کہ جب کبھی کوئی نیا شخص بحیثیت عہدہ دار یہاں آتا ہے تو پہلے لوگ اُس سے ملنے آتے ہیں۔ خیر یہ بات تو مجھے لگو معلوم ہوئی۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوا کہ مین ان سفر سے (جن سے سفیر روس و سفیر برطانیہ مراد ہیں) ملنے جاؤں یا نہ جاؤں اور کب جاؤں۔ اگرچہ یہ ایک معمولی بات تھی مگر تمام یورپین گروہ اور ایرانی عہدہ داروں میں اس کی کھچڑی پکھنے لگی۔

مجھ سے موسیو بیزو کی انوس ناک داستان بیان کی گئی۔ موسیو بیزو ایک مشہور فرینچ عہدہ دار مال تھے جو ہمارے آنے سے دو برس پہلے تشریف لائے تھے۔ یہاں آکے وہ روس۔ برطانیہ اور دوسرے سفیروں سے گھل مل کر کچھ ایسے شیر و شکر ہو گئے کہ اپنا کام بھی بھول گئے جبکہ لئے وہ یہاں بلائے گئے تھے۔ دن رات سفارت خانوں کی دعوت اور ناچ رنگ میں کٹنے لگی

انہیں مطلق اس بات کا خیال نہ آیا کہ یہاں ملک کی مالی اصلاح کے لئے آئے ہیں نہ کہ صرف چائے خوری برج بازی اور گھوڑا سواری کے لئے اگر کبھی خواب خرگوش سے چونکے اور چاہا کہ کچھ کریں تو مجلس نے جو انہیں اہل بلجیم کے ساتھ ضرب دے چکی تھی ان سے یہ کہا کہ بہتر ہو گا کہ آپ ٹھنڈے ٹھنڈے لپٹے عروس البلاد فرانس کو سدھاریے۔ غرض کہ موسیو بیزو دو برس تک طہران میں ہے مگر کچھ نہ کیا البتہ اختتام مدت پر فریج زبان میں تیس صفحہ کی ایک رپورٹ تیار کر کے گورنمنٹ ایران کو حوالہ کر گئے۔ جس میں اپنی رائے یہ ظاہر کی کہ اگر کوئی شخص ایران کے مالی اصلاح کے لئے آئے تو اسے کیا کرنا چاہیے۔ اسکے بعد وہ اپنی خدمت پر پارس کو واپس گئے۔ یہاں آنے سے انکی صحت بہت درست ہو گئی مگر ایران کی مالی حالت جیسی تھی ویسی رہی۔

اب ایک دن نائب السلطنت نے شنائے گفتگو میں مجھ سے پوچھا کہ میں سفیر روس و سفیر برطانیہ سے ملنے جاؤنگا یا نہیں۔ مجھے چونکہ اس معاملہ میں زیادہ بحث کرنا منظور نہ تھا میں نے مشرقی طریقہ سے یہ جواب دیا کہ میں اپنے گھر بار درست کرنے میں مشغول ہوں اور ملک کے مالی اصلاحات کے لئے ایک قانون بنا رہا ہوں جسے عنقریب کبنت اور مجلس میں پیش کرنے والا ہوں۔ چند روز بعد پھر ایک دن کبنت کے میٹنگ میں جہاں میں اکثر بلایا جاتا تھا وزیر امور خارجہ محتشم السلطنت نے جو ایک چکنے چپڑے آدمی تھے دوسرے

اراکین کابینٹ کے روبرو یہ بیان کیا کہ سفر اسے دول خار جہ متعینہ طہران کو تعجب ہے کہ میں اس بات کو کیوں ان سے منے نہیں گیا اہل بلجیم و اہل فرانس یا دوسرے لوگ جو گورنمنٹ ایران کے ملازم ہوئے ہمیشہ انہوں نے ان سفر سے ملنا فخر و مباہات سمجھا۔ لہذا سفر کو تعجب ہے کہ ہم امریکن لوگ کیوں اسی قاعدہ کی تقلید نہیں کرتے۔ میں نے کہا خیاں عالی اس نازک اور متعلق مسئلہ کے کسی پہلو میں مگر قبل اس کے کہ میں کچھ زیادہ بحث کروں یہ جانتا چاہتا ہوں کہ آیا میں گورنمنٹ ایران کا ایک اعلیٰ عہدہ دار ہوں یا نہیں۔ اگر ہوں تو مجھے اُن معاشرتی قواعد کی پابندی کرنی چاہیے جو گورنمنٹ نے معین کئے ہیں آخر کار کچھ بحث کے بعد اراکین کابینٹ نے مجھ سے اتفاق کیا اور یہ کہا کہ میرا عذر بالکل معقول ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ میں کیوں پہلے اُن لوگوں سے ملنے جاؤں بلکہ وہ اس بات سے خوش ہوئے کہ ایک غیر ملکی اپنے تئیں گورنمنٹ کا جزو سمجھے اس لئے کہ اب تک جتنے غیر ملکی ملازم ہوئے انہیں محض اپنی تنخواہ سے غرض رہی ان باتوں کا خیال نہ کیا۔

اب میں غور کرتا ہوں تو یہ معاملہ بہت ہی پر لطف نظر آتا ہے۔ سفیر روس اور سفیر برطانیہ کو معلوم ہو گیا تھا کہ میں مجلس میں مالی اصلاحات کا ایک قانون بغرض مستطوری پیش کر رہا ہوں۔ روس نے اپنے جاسوسوں کے ذریعہ سے علانیہ یہ کوشش کی کہ وہ قانون پاس نہ ہونے پائے اگر پاس بھی ہو تو موجودہ صورت

میں نہ رہے جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ مجلس کے اراکین کی ایک بڑی تعداد میرے موافق ہے اور صرف تین ہفتہ کی گفتگو سے ان سب کو میرے اوپر ایسا بھروسہ ہو گیا کہ انہوں نے یقین کر لیا کہ میں بدل انکے ملک کی اصلاح میں کوشاں ہوں تو یہ بات اُن سفر کو بہت ناگوار ہوئی انہوں نے یہ دیکھ کے بہت پیچ و تاب کھایا کہ ایک غیر ملکی اس طرح حاوی ہو گیا اور اُن سے ملنے تک نہ آیا۔ اگر کہیں میں ایک دفعہ بھی چلا جاتا یا اپنا کارڈ چھوڑتا تو بس سارا کھیل بگڑ جاتا۔ دعوتوں کی بوجھاڑ شروع ہوتی اور مجھے بھی خواہ مخواہ دعوتیں دینا ہوتیں پہلے لوگ مشرقی دائرہ ڈپلومیسی کی لطیف ہوا کھاتے رہتے اور جو قانون میں نے تیار کیا تھا وہ کبھی مجلس سے پاس نہ ہوتا اور آخر کار ان سب باتوں کا نتیجہ یہ نکلتا کہ ہمارا باقی وقت ایران میں صرف ٹینس اور برج کھیلنے میں صرف ہوتا۔

ان چھوٹی چھوٹی چالوں کو اب ایرانی بھی سمجھنے لگے انہوں نے اپنی آنکھیں مل کے جو کہولین تو ایک بالکل نئی بات محسوس ہوئی۔ سب نے ایک زبان ہو کر کہا انشاء اللہ جب ہم میں ایسا ایک فرقگی آلا ہے جو سفر سے دول خارجہ کی پرواہ نہیں کرتا تو ہم کو بھی چاہیے کہ اسکی پوری مدد کریں۔

مشرق میں افواہ پھیلتے وقت ایک قدم میں سات متر لین طے کرتی ہے۔ ۱۳ رجون کو یعنی ہمارے طہران پہنچنے کے ایک ہفتے بعد اراکین مجلس نے گویا باتفاق آرا ایک قانون پاس کیا جسکے رو سے مالی معاملات میں مجھے پورے

اختیارات دئے گئے اور اب ہم اچھی طرح سے اپنا کام شروع کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

مجھے ان سفیروں کے پاس ملاقات کے لئے جانے میں کوئی عذر نہ تھا اور میں ضرور جاتا مگر صرف اتنا انتظار تھا کہ اختیارات کا مسئلہ طے ہو جائے اس لئے کہ ہم لوگوں کے آتے ہی ان حضرات نے اس خفیف معاملہ کو اتنا طول دیا کہ اگر میں اس وقت اُن کے دام میں آجاتا تو ایرانی لوگ مجھ سے بدگمان ہو جاتے اور مجھ پر اتنا بھروسہ نہ کرتے جسکی وجہ سے مجبوراً میں بھی کامیابی کے ساتھ اپنا کام نہ کر سکتا۔ غرض کہ قبل اسکے کہ ہم طہران میں ذرا قدم جا میں ایک سازش کا جال ہمارے پھانسنے کیلئے پہلے ہی سے تیار ہو چکا تھا اگر ہم دور اندیشی سے کام نہ لیتے تو پھر ہمیں اپنے کام میں ایرانیوں سے مدد کی توقع نہ رہتی۔ جب ہم اُن کے دام میں نہ آئے تو ہم پر کمی فراست کا الزام تھوپا گیا۔ خیر اس کا مصالقہ نہیں۔

غالباً ناظرین اس بات پر ہنسین گئے مگر میں کچھ براہنہین ماننا یہ قصہ میں نے اسلئے بیان کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ طہران میں بعض طبقہ کے لوگوں میں سازش اور عیاری کا مادہ کس قدر غالب ہے۔ اور ہمارے زمانہ قیام میں اس طرح کی بہت سی سازشیں اور عیاریاں ہوئیں۔ سچ کو جھوٹ کرنے کی کوشش کی گئی۔ اصل واقعہ کو غلط بیان کیا گیا۔ بلکہ چند لوگوں کو جھوٹ نے عیروں کے فائدے کے لئے غلام بننے سے انکار کیا عام طور پر بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا گیا۔

پہلی جون کو سپہد ادر نے طہران میں اپنی ایک خوبصورت اور وسیع
 باغ میں گارڈن پارٹی کی دعوت دی اس دعوت کی ایک خاص غرض یہ بھی تھی کہ
 ہم اہل امریکہ کو شہر کے دوسرے ڈپلومیٹک لوگوں سے ملنے کا موقع دیا جائے
 مجھے خوب یاد ہے کہ اُس روز سہ پہر کو گرمی بھی زیادہ تھی میں نے اپنی بیوی کی گاڑی
 میں سوار ہو کے نکلا اور طہران کی گرد آلود سڑکوں پر سے گزر کے سپہد ادر کے
 باغ کی طرف روانہ ہوا اثنائے راہ میں جون ہی ہم سفارت خانہ برطانیہ کے پہانگ
 تک پہنچے کہ اتنے میں ہم نے دیکھا کہ سفیر برطانیہ اور اُن کی بیوی کی گاڑی
 پھانگ میں سے نکلی اور اس کے پیچھے نیزہ بردار ہندوستانی سوار ساتھ ہو لئے
 وہ گاڑی ہماری گاڑی سے آگے بڑھ گئی میں نے گویا پہلی دفعہ سر جارج
 بارکلی کو دیکھا۔ جب باغ میں پہنچے تو وہاں نفیس ٹھنڈی ہوا آئی اسلئے
 کہ ہر طرف خوبصورت فوارے چل رہے تھے۔ ہم چکر کھا کے ایک بڑے خیمہ
 کے قریب پہنچے جو دعوتیوں کے لئے سجایا گیا تھا اور وہاں شاہی بینڈ بج رہا تھا
 خیمہ کے دروازے پر میزبان اور اوسکے ساتھیوں سے ہاتھ ملایا۔ اُس کے
 بعد آگے بڑھتے دیکھا کہ بہت سی لیڈیان اور جنٹل مین جا بجا کھڑی ہیں مگر سب کے سب
 ایک بے اعتنائی کے انداز سے ہمیں دیکھنے لگے وہ خیمہ تین طرف سے بند تھا اور وہاں
 ہوا کا نام و نشان تک نہ تھا مگر سرد مہری کی اوس پڑ رہی تھی میں خیمہ کے وسط میں ٹھہر
 گیا میری بیوی میرے ساتھ تھیں اور مسٹر اور مسز میکاسکی بھی قریب کھڑے

تھے جو میرے ساتھ آئے تھے یہ حالت دیکھ کر میں نے چپکے سے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی جنگل میں یا صحرائین صرغ چار آدمی باتیں کر رہے ہوں اصل میں تصور سچھدار اور ادن کے میر و بار لینی ماسٹر آف سرری منی یا محکمۃ السلطنت وزیر امور خار جہ کا تھا۔ ان لوگوں نے اجتماع صندین کا انتظام تو کر دیا مگر اس کا کچھ تصفیہ نہ کیا کہ کون کس سے ملا یا جاے۔ اُن میں ”انشاء اللہ“ اور ”ہمین“ بس یہی ہوتا رہا۔ ہم وہاں وسط میں کھڑے ہوئے قدیم وضع کی ٹوپوں کو دیکھا کئے جو مختلف سفارت خانوں کے سکریٹری پہننے ہوئے تھے بعض ان میں بہت بڑی اور عجیب وضع کی تحین۔ میں نے خیال کیا کہ یہ نوجوان انگریز لوگ اتنی بڑی ٹاپ ہیٹ کیوں پہنتے ہیں۔ اگر اُن کے کان حائل نہ ہوں تو سارا سر اُس میں اتر جائے مگر بعد کو معلوم ہوا کہ حین لباس طہران میں کیا ب سہے۔ اور چونکہ کوہ البرز کے دشوار گزار راستے سے پارسلوں کا محفوظ پہنچنا دشوار ہے اسلئے جو سنیر ڈپلومیٹ یہاں سے جاتے ہیں یہ ٹوپیاں پہن چھوڑ جاتے ہیں جو جو نیر ڈپلومیٹ کو سرکاری درجہ میں ملتی ہیں۔ الغرض اس طرح ہم لوگ دس منٹ تک کھڑے رہے اسکے بعد سکوت موقوف ہوا اور مہانوزن نے آپس میں ملنا جلنا شروع کیا۔ اس عرصہ میں ہمارے بھی بعض دوست آگئے اور مشر میکاسکی نے ہم سے کہا کہ سر جاج بار کلی میری ملاقات کے بہت مشتاق ہیں۔ مجھے خود بھی ان سے ملنے کا اشتیاق تھا۔ چنانچہ ان سے ملاقات ہوئی اور میں ان سے ایمان کی مالی حالت کے متعلق باتیں کر رہا تھا کہ اتنے میں میری نظر ایک شخص پر پڑی

جسکی گھبرائی ہوئی صورت پہ پایا جاتا تھا کہ کوئی بڑا ڈپلومیٹ ہے وہ دیر تک سر جارج
 بار کھلے کو گھوڑا رہا اور جب نظر دو چار ہوئی تو آنکھ کا کچھ اشارہ کیا۔ اب سر جارج
 مجھ سے کہنے لگے کہ آپ سفیر روس موسیو پوکلیوسکی سے بھی ملے ہیں
 کیا عمدہ آدمی ہیں۔ میں نے افسوس ظاہر کر کے کہا کہ مجھے ان کی خدمت میں نیاز نہیں
 حاصل ہوا جس پر سر جارج نے فرمایا کہ میں ابھی آپکو ملاتا ہوں عجب نہیں کہ وہ اسطرت
 سے گزریں۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ وہی صاحب جن پر میں نے نفرت ڈالی تھی موسیو
 پوکلیوسکی تھے اتنے میں وہی صاحب چھڑی ہا سٹیم ہمارے پاس سے گزرے
 سر جارج نے ان کے شانہ پر ہاتھ رکھا اور وہ ٹھہر گئے چنانچہ اس طرح بغیر کسی گڑبڑ
 کے مجھ سے اور موسیو پوکلیوسکی سے ملاقات ہوئی۔ سفیر فرانس بھی وہاں موجود تھے
 مگر یا تو انہیں موقع نہ ملا یا نہ اصرار کر کے انہوں نے ملنا نہ چاہا۔ خیر جب تک ہم طہران
 میں رہے کبھی ان سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا۔ سر جارج بار کھلی اور موسیو
 پوکلیوسکی کو زیل اسدوٹ یا جب کبھی ان سے ملنا ہوا بہت اچھی طرح سرتے
 اور نہایت خلیق اور شایستہ آدمی تھے اور بظاہر جو کام ان سے متعلق تھا انہیں بہت
 بار گزرتا تھا اور ان کے مذاق کے خلاف تھا۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ ایک پہلی
 آدمی اور ڈپلومیٹ میں تفریق کرنا چاہیے اسلئے کہ اپنے اپنے گورنمنٹ کے احکام
 بجا لانے میں تو ہر شخص مجبور ہوتا ہے لہذا ڈپلومیٹ اور جنٹلمین دونوں کو ایک سمجھنا
 بڑی غلط فہمی اور بے اضافی ہوگی۔ بعض گورنمنٹ اپنے سفر کو بالخصوص جو مشرقی

سما لکھ میں تعینات ہوتے ہیں بعض کاموں کے لئے ہدایت کرتے ہیں اور انہیں
 اس کے موافق عمل کرنا ہوتا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ جو اعلیٰ عہدہ داران گورنمنٹ
 اس طرح کا حکم دیتے ہیں وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ تعمیل حکم کس طرح ہوئی۔
 پہلا مالی مسئلہ جو میری رائے کے لئے پیش ہوا یہ تھا کہ نمک پر جو محصول ایک سال سے
 لگایا گیا ہے جاری رکھا جائے یا موقوف کر دیا جائے۔ رعایا اس کی بہت شاکہ تھی
 اور میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جو معدنی نمک خاص ایران میں نکالا جاتا ہے
 اُس پر ۶۰۰ پاؤنڈ ۶۴ قران (یا ۶۴ ر ۵ ڈالر) محصول ہے اور جو نمک باہر سے
 آتا ہے اس پر اُسی قدر مقدار کے لئے ۵۰۹ ڈالر محصول ہے۔ از روئے قواعد کسٹم
 ایسے اشیاء پر آمد پر محصول نہیں لگانا چاہیے۔ بیچارے ایران کے نمک فروش
 اور رعایا کے حق میں بڑی بے انصافی تھی۔ مزید برآں گورنمنٹ ایران کو ایک سال کے
 عرصہ میں اس مد سے جو حقیقی آمدنی ہوئی اُسکی مقدار صرف ۴۲ ہزار تومان تھی گو محصول
 کی مقدار جو رعایا سے وصول کیا گیا تھا وہ ۲۰۹۰۰۰ تومان تھا۔ ۱۶۰۰۰ تومان اخراجات
 عملہ میں صرف ہوئے۔ میں نے فوراً اسے دمی کہ ایسا بے منفعت اور بیفائدہ قانون فوراً
 منسوخ ہونا چاہیے اور مجلس نے میری رائے کو منظور کیا۔ گو یہ معاملہ بہت ہی خفیف
 تھا مگر اس سے صوبہ جات میں لوگوں کے دلوں میں دستوری حکومت کی وقعت
 بڑھ گئی اسلئے کہ رعایا کو اس سے بہت تکلیف تھی اور بحجرتیکس کلکٹر ون کے اور
 کسی کو نفع نہ تھا۔

دوسرا باب

(ایران کی تمدنی اور مالی حالت جو ہم نے آگے دیکھی۔ نائب اسد ملتہ۔ کبنت اور مجلس کے

اختیارات۔ ضوابط گورنمنٹ اور ذرائع آمدنی۔ قرض عامہ۔ دیگر مختلف دیون ممالک وغیرہ)

جس دن سترہم طہران پہونچے دن رات یہی صدا تھا کہ کان مین آتی تھی کہ ہم ایران
میں کچھ نہ کر سکیں گے ہم سے پہلے جو غیر ملکی مشیر یا عہدہ دار طہران آئے اور انہوں
نے عملی طور پر اصلاح کی کوشش کی انہیں بالآخر مجبوراً شہر چھوڑنا پڑا یا ”طرف
ثانی“ کے طرفدار ہو گئے لہذا ہم کو بھی چاہیے کہ ان لوگوں سے ربط ضبط بڑھائیں
جو صاحب اختیار ہیں۔ ہم کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ ”طرف ثانی“ سے کہا مراد ہے
اور ”اصحاب اختیار“ کون ہیں۔ ایران کے بعض عہدہ داروں کی ایک جماعت
تھی جو دستوری حکومت کے مخالف اور شخصی سلطنت کے طرفدار تھے یہ لوگ
عموماً گزشتہ شخصی حکومت کے بقیۃ السیف تھے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ
بہت بڑے دولت مند ذمی اختیار اور با اثر تھے اور یورپین تعلیم و تربیت بھی پائی
تھی ان سب نے بجائے خود یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ گورنمنٹ روس کا حلقہ غلامی
پہنا آسان اور مصلحت آمیز ہے چنانچہ یہ لوگ ہمیشہ گورنمنٹ روس کی طرف ڈارکی
کرتے تھے اور اپنے ہم وطن اہل ملک کی مخالفت۔ بیچارے ایرانی بادجو دنا تجربہ
کاری اور دستوری حکومت کے ضوابط کی تعلیمی کے بڑے دلیری کے ساتھ

کوشش کر رہے تھے اور دستوری حکومت کے قیام اور پائیداری کے لئے اپنی جانبین لڑا رہے تھے۔ ڈپلومیٹک گروہ متعینہ طہران میں عام طور پر مشہور تھا کہ ہم امریکن لوگ ایران میں تین مہینے سے زیادہ نہ رہیں گے بلکہ ایک ہڑے سفیر کی میم صاحب نے تو یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ایک ہی مہینہ میں ہم انزلی کا راستہ لیں گے۔ ایران کے مالی معاملات کی اصلاح کی بابت جب کبھی ذکر آتا تھا تو اُس پر ہنسنا شروع ہوتا تھا اور قہقہے لگائے جاتے تھے۔

ایران جاتے وقت اثنائے راہ میں ہم پانچ دن قسطنطنیہ میں ٹھہرے تھے جہاں ایرانیوں کی ایک بہت بڑی آبادی ہے۔ ترکوں کا پایہ تخت ہمیشہ طہران کی حالت سے باخبر رہا ہے۔ وہاں بہت سے ایرانی ہم سے ملے جو حال میں اپنے ملک سے یہاں آئے تھے اُن میں بعض تو ایسے تھے جو سچا پک پولٹیکل وجوہ سے جلا وطن کئے گئے تھے مثلاً تقی زادہ جو تبریز کی طرف سے مجلس شورہ کا مشہور رکن تھا۔ تقی زادہ مجھ سے ملنے آیا اور ایک گھنٹہ تک ایران کے مصائب بیان کرتا رہا۔ دوسرے ایرانی جو مجھ سے ملے وہ بھی دستوری حکومت کے رکن رکین تھے۔ ان میں بعض تاجر تھے۔ بعض مجتہدین۔ بعض فارن آفس کے عہدہ دار اور بعض ڈپلومیٹ۔ یہاں آ کے مجھے ایران کی موجودہ حالت کا اندازہ معلوم ہوا جس سے کسی قدر تشویش تو ضرور پیدا ہوئی۔



**TAGI-ZADA, THE FAMOUS CONSTITUTIONALIST
DEPUTY FROM TABRIZ.**

He was forced into exile on account of his political views.



**PRINCE SULAYMAN MIRZA, LEADER OF THE DEMOCRATS
IN THE MEDJLIS.**

He was an ardent and patriotic Nationalist

بین بہت سی باتوں سے متنبہ کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ غیر سلطنتوں کی سفارتیں میرے خلاف انواع و اقسام کی سازش کریں گی اور عجب نہیں کہ مجھ پر حملہ بھی ہو گا مگر جب قدر مشورے اور صلاحین مجھے دی گئیں ایک امر کے متعلق سب کو اتفاق تھا کہ ایرانی مجلس یا قومی پارلیمنٹ فی الحقیقت اہل ایران کی تحریک ترقی کا نتیجہ ہے اور یہ مجلس قانونی و عرفی حیثیت سے اہل ایران کی قومیت اور آزادی کی ایک نمایاں مثال ہے اگر ہم نے اراکین مجلس کی عمدہ رائے اور اعتبار حاصل کر لیا تو یہ سمجھنا چاہیے کہ ہمارا آداب کام پورا ہو گیا۔ لیکن اگر اس میں ناکامیاب رہے تو پھر کچھ نہ کر سکیں گے۔

طہران آنے کے بعد کچھ معلوم ہوا کہ یہ سب باتیں بالکل سچ تھیں۔ پہلے جو غیر ملکی مشیر یا تنظیمیں ایران آئے وہ محض اپنی لاعلمی اور غفلت کی وجہ سے ناکام رہے۔ کسی کو طہران کے مدبرین کا اعتبار حاصل کرنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوئی اس لئے کہ طریقہ بہت ہی آسان اور رغبت دہ تھا مگر ان لوگوں نے غیر ملک کے سفر کے ساتھ جو زیادہ خلا ملا بڑھایا تو اس سے ایرانی اُن سے بدگمان ہو گئے اور پھر مجلس نے اُن پر اعتبار نہ کیا۔

اس وقت طہران میں ڈپلومیٹک گروہ روس۔ برطانیہ۔ جرمن۔ امریکہ۔ اطالیہ۔ آسٹرو ہنگریا، ڈچ اور ترکی سفر سے مرکب تھا۔ ان میں باستثنائے روس برطانیہ اور ترکی کے جنہیں اس ملک کے ساتھ تعلق تھا اور باقی سفر کو بجز اسکے اور کچھ کام

نہ تھا کہ اپنے ملک کے بعض لوگوں کی پنشن یا تنخواہ جو دیوالیہ گورنمنٹ ایران سے ملتی تھی اُس کا حساب رکھیں اور نگرانی کریں۔ ان میں کے اکثر پنشن خوار بڑے بڑے خطاب رکھتے تھے۔ کوئی شخص کرنل کے عہدہ سے کم نہ تھا بلکہ ایک اٹالیہ افسر جسے فوجی دفتر ایران سے کچھ خفیہ سائل ملتی تھیں اپنے تئیں جبرئیل کہتا تھا۔

اگرچہ اس کتاب کا یہ مقصد نہیں ہے کہ ایران کی جغرافیائی حالت بتائی جائے یا اُس مشرقی مرکز تہذیب کا خاکہ کھینچا جائے لیکن یہ سمجھنے کے لیے اضافی ہوگی کہ اگر میں اُن حضرات کی تعریف نذر انداز کروں جو مہران کے یورپین لوگوں میں ہر قسم کی افواہ اور گپ پھیلانے میں خاص دلچسپی لیتے تھے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ناظرین کی تفہیم کے لئے یہاں کی حالت کا نقشہ کس طرح کھینچوں۔ بس آپ لوگ تصور کریں کہ ایک گورنمنٹ معرض زوال میں ہے اور مختلف اقوام کا ایک گروہ کثیر جس میں ملجین عہدہ داران محصول خانہ۔ اطالین افسران پولس۔ جرمن معلمین توپخانہ۔ فرانسیسی علما۔ ڈاکٹر۔ پروفیسر و مشیر۔ آسٹریائی فوجی تعلیم دینے والے۔ انگریز اہل قلم۔ ترکی اور آرمینی درباری۔ اور ان سب پر طرہ بہ کہ روسی قزاق فوجی افسر۔ فوجی معلم فوجی قواعد سکھانے والے شامل ہیں اور یہ سب ملکہ گورنمنٹ ایران کو افلاس کے گڑھے میں ڈھکیل رہے ہیں اور ہر شخص اپنے اپنے ملک کے تمدنی اغراض یا اپنے ذاتی فوائد حاصل کرنے میں مصروف ہے۔ چنانچہ اس مضحکہ آمیز تماشے میں نہ صرف کور بلکہ بعض جنس اناف سے بھی شریک تھے کہ ہم بیچارے اہل امریکہ

ایسے وقت میں سرزمین ایران میں داخل ہوئے اور یہ غیر معمولی خیال اپنے دلون میں جاگزیں کئے تھے کہ ہم گورنمنٹ ایران کے مقرر کردہ ہیں۔ جس گروہ کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اُس میں دس بارہ سوئڈش افسر بھی شامل تھے جن کی تنخواہیں غریب رعایا کی حیب سے ادا ہوتی تھیں۔

قانون مال جو مجلس نے باتفاق آرا ۱۳۱۳ء کو پاس کیا اس سے کئی مفتی پہلو ہم اس کو شش میں رہے کہ کسی طرح ایران کی مالی حالت کا صحیح اندازہ ہم کو معلوم ہو۔ محصولات جنگی کا محکمہ بالکل موسیو مارٹناڑ کے تحت میں تھا اور اس کا حساب و کتاب انہیں کے پاس تھا۔ اُن سے اس محکمہ کے متعلق کوئی مواد ہم پر پہونچنا بہت دشوار تھا۔ دوسرے محکمہ جات جو وزارت مال سے متعلق تھے وہاں نہ کوئی دفتر تھا اور نہ حسابی کتابچہ جن سے کچھ پتہ چلتا وہاں کے میزاور کریان گویا زبان حال سے یہ کہہ رہی تھیں کہ ع

آرزو کیوں لئے آتا ہے یہاں کچھ بھی نہیں

جو لوگ ان دفاتر کے صدر تھے اور جن کے ہاتھوں میں اپنے وطن کا مالی انتظام تھا اُن کے پاس بجز چکنی پیٹری باتون کے اور کچھ نہ تھا۔

میں کہہ سکتا ہوں کہ ایران کا مالی مسئلہ بہت پیچیدہ تھا بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ایران کا مالی وجود ہی کچھ نہ تھا جو محکمہ وزارت مال کے نام سے مشہور تھا بلکہ اس سے ایرانی اصحاب مقرر تھے جن کی لیاقت یا مالی تجربہ بجز اس کے اور کچھ نہ تھا

کہ اپنا ذاتی روپیہ اڑا کے افلاس کی مجبوری سے وہاں اپنی حبیبین بھرنے آئے تھے۔ یہ لوگ بالکل کام سے نابلد تھے اور انکے اختیار میں مختلف دفاتر دیدئے گئے تھے ان کا کام یہ تھا کہ گورنمنٹ ایران کے لئے مالیات یا اندرونی محصولات جمع کریں۔ نہ کوئی سول سروس کا قاعدہ تھا اور نہ اہلیت و لیاقت کے لئے کوئی امتحان مقرر تھا۔ غرض کہ وزیر اسے فینانس نے ایسے لوگوں کو بھر رکھا تھا جو بالکل سفارشی ٹٹوتھے۔ کسی ملازم کو یہ یقین نہ تھا کہ ایک دن بھی وہ اطمینان کے ساتھ اپنی جگہ پر رہ سکے گا۔ کبھی اس بات کی کوشش ہی نہیں کی گئی کہ سرکاری مالگزاری کی تحقیق کے لئے کوئی صدر محکمہ قائم کیا جائے کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ قدر آمدنی وصول ہوتی ہے یا کس قدر وصول ہونا چاہیئے۔ اسی طرح نہ اخراجات کے متعلق کوئی روک ٹوک یا انتظام تھا اور بڑی بڑی زمین خفیہ طور پر خزانہ عامہ سے غائب ہو جایا کرتی تھیں جن کے متعلق کچھ نہ معلوم ہوتا تھا کہ کس مدین صرف ہوئیں۔ مین نے سب سے پہلے سرکاری بجٹ طلب کیا اسلئے کہ مجھے امید تھی کہ بجٹ کے دیکھنے سے سرکاری مداخلت و مخارج کا اندازہ معلوم ہو سکے گا مگر معلوم ہوا کہ کوئی بجٹ ہی نہیں ہے۔ گو سٹر لیکا فرمے جن کا ذکر اول آچکا ہے وہ سال تک کوشش کرتے رہے کہ سرکاری بجٹ تیار کریں یا کم از کم کوئی ایسا کتابچہ بنالین کہ جس پر بجٹ کا اطلاق ہو سکے۔ سٹر لیکا فرمے کو ملک کی مفروضہ آمدنی اور اخراجات کا بمقابلہ سرکاری اسنادات و حسابات کے بہت



PRINCE SALARU'D-DAWLA.

The brother of Muhammad Ali and twice pretender to the throne. He entered Persia and captured Hamadan during the summer of 1911 with several thousand Kurdish tribesmen from the Turkish frontier.

زیادہ علم تھا۔ جسدن سے انہوں نے یہ کام شروع کیا یعنی اس امر کی تحقیق کہ سرکاری مالگزاری کس طرح اور کہاں سے آتی ہے اور وہ کیسے مرت ہوتی ہے اُس دن سے ہر ایک وزیر مال اور ٹیکس کلکٹر انہیں شکوک کی نظر سے دیکھنے لگا بلکہ محکمہ جنگ کے نزدیک تو اُن کی کچھ وقت ہی نہ رہی اسلئے کہ یہ محکمہ ملک کی نصف آمدنی خود ہی چٹ کر جاتا تھا اور یہ کہہ دیتا تھا کہ یہ روپیہ محکمہ کمسرٹ۔ سائان جنگ۔ ماہوارات عہدہ داران۔ فوجی ڈاکٹر خانہ۔ سوار۔ پیدل اور توپ خانہ وغیرہ وغیرہ میں صرف ہوا ہے جو ایران کی باقاعدہ فوج سے متعلق ہے۔ یہ فوج محض کاغذ پر تھی ملک میں کہیں اُس کا وجود نہ تھا۔ آٹھ مہینہ جو مجھے طہران میں گزرے آئین گورنمنٹ کو چار مہینے فوجی تیاریوں میں صرف کرنا پڑے اسلئے کہ شاہ معزولی اور اسکا پاگل بھائی سالار الدولہ ملک پر حملہ آور ہونے والا تھا اسکے تدارک کے لئے از سر نو فوج تیار کر کے بھیجی گئی۔ میں جب تک ایران میں رہا میری نظر سے کبھی کوئی باقاعدہ فوج نہ گزری البتہ ختم ماہ پر فوج کی تنخواہ یا در دیون کے لئے محکمہ جنگ کی طرف سے بل ضرور پیش ہوتے تھے۔

ملک ایران مختلف صوبوں میں تقسیم ہے اور ہر صوبہ کا ایک پایہ تخت جلد سے چنانچہ شمال میں آذربائیجان جبکہ پایہ تخت تبریز۔ ہمازندران پایہ تخت ساری۔ کیلان۔ پایہ تخت رشت اور خراسان پایہ تخت مشهد اسی طرح جنوب میں اصفہان پایہ تخت اصفہان اور فارس

پایہ تخت نشین اڑے۔ یہ گویا خاص خاص ہٹے صوبہ ہیں ان کے علاوہ اور
 چھوٹے چھوٹے اضلاع ہیں۔ ہر شہر میں گورنمنٹ کی طرف سے ایک مالی کارکن
 تعینات ہے جس کا فرض ہے کہ رعایا سے محاصل یا مالگزاری تحصیل کرے اور بعد
 وضع اخراجات دہی الیڈسٹ رقم محاصل وزیر مال کے پاس بھیجے۔ اس طریقہ کی
 تفصیل تو دوسرے باب میں بیان کی جائے گی۔ یہاں صرف اس قدر کہ دنیا کافی
 ہے کہ مالگزاری کا ایک جبہ بھی وزیر مال کو نہیں پہنچتا اور جب محکمہ جنگلات
 تیار شدہ داخلہ امور خارجہ کی طرف سے مطالبات پیش ہوتے ہیں تو وزیر صاحب
 مال ہنس ہنس کے مالی کارکنوں کے نام چاک یا فرمان جاری کرتے ہیں۔ انہیں
 اس سے بحث نہیں کہ ان فرامین کا روپیہ بھی وصول ہو گا یا نہیں۔ غرض کہ جو صاحب
 وزیر مال قرار ہوئے انہوں نے اپنی کارگزاری دکھانے اور سب کو خوش رکھنے
 کی غرض سے اس قسم کے ہزار ہا چاک اور فرمان جاری کئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
 چند سال میں یہ مرغان کاغذی کا انبوہ وزیر مال کے پتھر سے نکلنے کے کچھ ایسے
 سا ہو کارون کے ہاتھ لگا جو سرکار کے قرض خانہ تھے مگر سرکار کو بن کے وجود کی
 خبر تک نہ تھی اور کچھ چھوٹے چھوٹے تاجروں۔ ادنیٰ درجہ کے ملازمین یا ناواقف
 پنش خواروں کے دہان بھیر لیا۔ اور اسکی تعداد اتنے لاکھ ڈالر تک پہنچ گئی تھی
 کہ کوئی ذی ہوش آدمی نہ کبھی اُسکا حساب کر سکتا تھا اور نہ اُس کے ادائی کا خیال
 دل میں لاسکتا تھا۔ پس ایران کے پبلک ڈپٹ (قرض عامہ) کا ذکر کرتے وقت

یہ مد بالکل خارج از حساب سمجھی جاتی تھی۔ اور یہ کہا جاتا تھا کہ یہ گتھی مشترک بین
 سلجھ سکتی۔ اور اس مرض کا بجز وقت کے دست شفا کے اور کوئی علاج نہیں ہے۔
 ۱۳ جون کو جب مجلس نے مسودہ قانون مالی جوین نے پیش کیا تھا پاس
 کر دیا تو اس وقت میں نے عالیجناب معاون الاولہ وزیر مال کی خدمت
 میں یہ عرض کیا کہ از روئے شرائط قانون جدید بقدر سرکاری رقوم بنک یا خزانے
 میں ہوں میری طرف بحیثیت صدر المہام خزانہ منتقل کرے جائیں۔ عالیجناب
 موصوف نے ہنس کے یہ جواب دیا کہ بیشک ایسا ہی ہونا چاہیے اور یہ فرمایا کہ
 میں فوراً یہ ضروری معاملات آپ کے سپرد کئے دیتا ہوں۔ ہمارے حساب روان
 کا کہنا یہ شاہی بنک ایران کے ساتھ ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہم
 چار لاکھ چالیس ہزار تومان زائد از حساب بنک سے لے چکے ہیں لہذا ہمارے
 حساب روان میں اتنی رقم کا ٹوٹا ہے۔ یہ لیجئے بنک کے نام ہدایت نامہ
 ہے کہ یہ کمی نئے صدر المہام خزانہ کے نام محوب کی جائے۔ میں نے عالیجناب
 موصوف کا شکریہ ادا کیا اور اسی دن سے اپنا کام شروع کر دیا ایک طرف تو بنک
 کی کمی پوری کرنی تھی اور دوسرے طرف عالیجناب ممدوح کے ہم منصب وزراء
 کبنت کے بعض ضروری مطالبات کی ادائی کا تقاضا تھا اور یہ کہا جاتا تھا
 کہ مطالبات سب اشد ضروری ہیں اگر ادا نہ کئے جائیں گے تو گورنمنٹ ایران
 کا شیرازہ بکھر جائیگا۔ ان مطالبات کی مقدار سات لاکھ ڈالر تھی۔

وندارت مال کا صرف ایک محکمہ ایسا تھا جسے نقد رقم سے تعلق رہتا تھا۔
 اور وہ شاہی ٹکسال تھی جو شہر سے کئی میل باہر واقع تھی اور جہاں ایک پرانی
 دتیا ٹوسی کل کے ذریعہ سے ایرانی سکہ فقرہ (قران) مسکوک ہوتا تھا اسکے
 لئے چاندی حب معاہدہ شاہی بینک ایران سے لی جاتی تھی۔ اسلئے کہ بینک کو
 اپنے معاملات کے لئے ایک مقدار کثیر مین تقری سکون کی ضرورت تھی۔ مین نے
 کچھ دن پہلے اپنے مدوکار مسسٹر لڈ کی کو وہاں بھیجا تھا کہ دارالضرب کا معائنہ
 کریں۔ اور اُس کا سارا انتظام اپنے ذمہ لے لیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔
 اب مین اپنے آفس مین بیٹھا ہوا اپنے دوسرے مدوکار میکا سکی کی
 صورت کو جو میز کی دوسری طرف بیٹھے تھے تک رہا تھا اور یہ یقین لانے کی کوشش
 کرتا تھا کہ آیا مین سلطنت ایران کے کل مدخل و مخارج کا صدر المہام خزانہ ہوں۔
 پہلا کام مین نے یہ کیا کہ طہران مین جتنے بینک تھے ہر ایک کو ایک خط
 لکھا کہ آج کی تاریخ سے کوئی چاک۔ ہنڈی۔ فرمان یا کسی قسم کے سرکاری مطالبہ
 کی ادائیگی کا حکم جائز نہ سمجھا جائے گا۔ جب تک کہ اسپر صدر المہام خزانہ کو دستخط
 نہ ہوں۔ اسکے ساتھ ہی کل بینکوں کو یہ اطلاع دی کہ جب حسابات یا رقوم جو گورنمنٹ
 کے کسی محکمہ یا عہدہ دار۔ کے نام سے جمع ہوں وہ سب صدر المہام خزانہ کی طرف
 منتقل کروئے جائیں اور اُن کے حسب ہدایت تعمیل ہو۔ اس کارروائی کا نتیجہ یہ
 ہوا کہ بہت سے چھوٹے چھوٹے حسابات اور رقوم جن کا وجود شاید ہم کو کبھی معلوم



SULTAN AHMAD SHAH, THE PRESENT RULER OF PERSIA.

He succeeded to the throne on July 18, 1909, after the deposition of his father, Muhammad Ali. Behind him on the left is the Crown Prince. The others are royal teachers.

نہ ہوتا ظاہر ہو گئے۔ ان میں ایک صاحب موسیو مارنارڈ کے نام سے تھا جو بالکل بے قاعدہ تھا۔

ایران کی تمدنی حالت کا اس وقت بیان کرنا غیر ضروری ہے غالباً یہ کہنا بچا ہے کہ وہاں ایک دستوری حکومت ضرور تھی اسلئے کہ شاہی سطوت صرف اس قدر باقی رہ گئی تھی کہ ایک کم سن بادشاہ تخت پر جلوہ افروز تھا اور نابالغی کی وجہ سے ایک صاحب نائب السلطنہ مقرر تھے مگر شاہ کے گرد ایک فضول خرچ خوشامدیوں کا گروہ ضرور تھا جو اہل دربار کہلاتے تھے اور جہاں کہیں شاہ جاتا تھا وہ سب سایہ کی طرح ان کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ ملک کا سارا انتظام مجلس یا قومی پارلیمنٹ کے ہاتھ میں تھا جس میں انشی رکن تھے جو بلحاظ آبادی ملک کو مختلف صوبہ جات اور اضلاع سے منتخب ہو کے آئے تھے اس پارلیمنٹ کے حسب منظوری نائب السلطنہ کی طرف سے وقتاً فوقتاً سات ممبروں کی ایک کمیٹی بھی مقرر ہوتی تھی۔ لیکن چونکہ مجلس کو حسب احکامات حکومت دستوری نہ صرف قانونی اختیارات حاصل تھے بلکہ ترمیم کبٹ کا اختیار بھی تھا اور جب چاہتی کبٹ کو موقوف کر سکتی۔ چنانچہ حقیقی اختیارات و کلا ر قوم کے ہاتھ میں تھے جن سے مجلس مرکب تھی۔

دو غیر سلطنتیں جنھیں (انہیں کے الفاظ میں کہنا چاہیے) ایران سے خاں تعلق تھا روس و برطانیہ تھیں۔ ناظرین کو یاد ہو گا ان دونوں سلطنتوں نے ۱۹۰۷ء

مین آپس میں ایک معاہدہ کیا تھا جسکی رو سے ایران میں اپنے اپنے دائرہ کے اثر قرار دئے تھے۔ روس کا دائرہ اثر شمال میں تھا اور انگلستان کا جنوبی شرقی گوشہ میں کم از کم برائے نام ہی سہی لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ ایران میں ایک دستوری حکومت ضرورتی جہان غیر سلطنتوں کے سفرائعینات تھے چنانچہ امریکہ کا سفیر بھی وہاں تھا اس دستوری حکومت کو روس اور برطانیہ نے ۱۹۰۷ء میں معاہدہ پہ دستخط کرتے وقت تسلیم بھی کیا تھا۔

ایران کا قرضہ غیر مالک مختلف دیون سے مرکب تھا جو شاہان ماسبق کے زمانہ میں گورنمنٹ روس نے دئے تھے اور جواب روس کے شاہی بینک میں جس کی ایک شاخ طہران میں تھی ایک جا کر دیا گیا تھا۔ اسکے علاوہ گورنمنٹ ہند کا بھی قرضہ تھا جو دولت برطانیہ نے ہندوستان کے سرمایہ سے شاہان ماسبق کو دیا تھا اسکے علاوہ ۱۹۱۱ء کا قرضہ تھا جو شاہی بینک سے لیا گیا تھا اور جسکی تکمیل ہمارے طہران پہنچنے سے کچھ ہی پہلے ہوئی تھی۔ ان مختلف قرضوں کی تفصیل میں دوسرے باب میں بیان کر دنگا۔ ان سب قرضوں کے علاوہ گورنمنٹ ایران پر بہت سے غیر لوگوں کے مطالبہ تھے جن میں اکثر واجب الادا تھے اور جن کی تعداد کئی میلین ڈالر تھی۔

المختصر ۱۳ رجون ۱۹۱۱ء کو جب میں نے ایران کے مالی معاملات کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا ہے تو ملک کی عام حالت یہ تھی جو اوپر بیان کی گئی۔

خزانہ تھی اور وہ کل ملک کی آمدنی اور خرچ کا ذمہ دار رہے۔ جس کسی کو کچھ دلایا جائے
 اسی دفتر کے ذریعہ سے اب تک یہ طریقہ رائج تھا کہ نہ صرف عہدہ داران وزارت مال
 روپیہ تحصیل کرتے تھے بلکہ بعض صیغہ جات جو پوسٹ - ٹیلیگراف - وزارت عدالت
 وزارت داخلہ - وزارت تعلیمات اور وزارت امور خارجہ سے متعلق تھے وہ بھی اس
 میں حصہ لیتے تھے۔ اسی طرح یہ مختلف محکمہ جات سرکاری جس طرح چاہتے تھے
 اس روپیہ کو صرف میں لاتے تھے نہ کچھ اس کا حساب و کتاب تھا اور نہ کسی قسم
 کی نگرانی۔ کوئی دفتر یا محکمہ ایسا نہ تھا جہاں اسکے متعلق کوئی حساب رکھا جاتا ہو چنانچہ
 گورنمنٹ ایران کے لئے یہ امر دریافت کرنا غیر ممکن تھا (خواہ کتنی ہی کوشش کی جاتی
 کہ یہ کل آمدنی کہاں سے آتی ہے اور کدھر غائب ہو جاتی ہے) اگر ہم اس وسیع
 ذمہ داری کو اپنے سر نہ لیتے اور محض تکمیل اصلاح کے منتظر رہتے تو یہ ممکن تھا کہ
 با اختیار لوگوں کے طرز عمل میں کوئی تغیر واقع ہوتا گو وہ سب کے سب سلاشوں
 میں مبتلا تھے اور دستوری حکومت کے مخالفین کی دھمکیوں سے خائف رہتے
 تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ایران کے موجودہ مالی طریقہ کی تجدید بہت دشوار تھی۔
 باوجود نیا قانون پاس ہونے کے جن دشواریوں کا مقابلہ ہم کو کرنا پڑا وہ ہمیں
 جانتے ہیں تمام ملک میں خانہ جنگی پھاٹھی جبکی وجہ سے ہر قسم کی بد نظمی اور ابتری
 پھیلی ہوئی تھی۔ ہم نے آٹھ مہینے جو طہران میں گزارے اور اس عرصہ میں
 جو محاصل واجب الوصول پایہ تخت اور دوسرے صوبہ جامعا اور اصلاخ سے

ہم نے تحصیل کئے اُس آمدنی میں سے غیر معمولی اخراجات جو پیش سے ادا کئے گئے چنانچہ مثلاً وہ اخراجات یہ تھے کہ محل علی میرزا جو تخت ایران حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا اُس کے تدارک کے لئے فوج تیار کر کے بھیجی گئی۔ سفر اے ایران جو غیر ملک میں تعینات تھے اور جنہیں کئی سال سے تنخواہ نہیں ملی تھی وہ بیباق کی گئی۔ مختلف محکمہ جات وزارت کی تنخواہیں ادا کی گئیں اور کل غیر ملک کے مطالبات بیباق کئے گئے اور صدر المہام خزانہ کے آفس میں ہر قسم کی آمدنی اور خرچ کا ایک صحیح اور مکمل حساب تیار کیا گیا۔

معلوم نہیں کہ اس انتظام سے غیر سلطنتوں کی مخالفت کو کیوں جوش ہوا۔ انصافاً دیکھا جائے تو اُن کو اس انتظام سے مطمئن اور خوش ہونا چاہیے تھا اس لئے کہ پرانے انتظامات میں جو مسلح ہولی وہ گویا اس بات کی ضمانت تھی کہ اُنکے یا اُن کی رعایا کے مطالبات جلد ادا ہو جائیں گے۔ تاہم یہ عجیب بات ہے کہ جس روز یہ قانون پاس ہوا اور روسی سفیر کو جب معلوم ہوا کہ مجلس میں اسکے متعلق بحث ہو رہی ہے تو اُس نے علانیہ مخالفت کی اور یہ لکھ بھیجا کہ جواہل بلجیم محصول خاؤن پر مقرر ہیں وہ امریکن صدر المہام خزانہ کے تحت دنگرانی میں نہ رہیں گے اور یہ دہلی دی کہ اگر اس کے خلاف عمل ہو گا تو روسی فوج کل محصول خاؤن پر قبضہ کریگی اور روسی انسٹر مقرر کر دئے جائیں گے۔ انرض دو ہفتہ تک سفر اے روس - فرانس جرمن - اطالیہ واسٹروہنگری ستعینہ طہرن

کی طرف سے مخالفت کی بوجھار ہوتی رہی بلکہ بعض کی تحریرات تو جاوہر اعتدال اور تہذیب سے بھی گرے ہوئے تھے۔ سب کی کوشش ہی تھی کہ قانون اصلاح پاس نہ ہو اور گورنمنٹ ایران اپنے اندرونی معاملات کو درست نہ کر سکے البتہ سفیر برطانیہ - ڈیج - ترکی اور امریکہ نے اس معاملہ میں کچھ دخل نہیں دیا اور وہ الگ ہے۔ اس عرصہ میں کونٹ کو اڈ سفیر جرمن متعینہ طہران نے گورنمنٹ ایران کو ایک تحریر بھیجی جس میں یہ لکھا کہ بعض جرمن رعایا جو طہران میں ہے اگر اُس کے مطالبات کے لیے صدر المہام خزانہ کے دستخط سے چک جاری ہونگے اور موسیو مارنارڈ ایڈمنسٹریٹر جنرل محصول خانہ جات کے دستخط سے نہ ہونگے تو یہ امر خلاف قاعدہ ہوگا جسکی وجہ سے جرمنی کے تعلقات پر بُرا اثر پڑیگا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ جرمنی تعلقات کیا تھے۔ دراصل دو جرمن شخص جو جرمن اسکول اور جرمن شفاخانہ پر تعینات تھے انکو چھ ہزار تومان سالانہ تنخواہ دی جاتی تھی۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ یورپ کی ایک ایسی زبردست اور دولت مند سلطنت غریب گورنمنٹ ایران سے اس طرح کے مطالبہ کی طالب ہو۔ کونٹ کو اڈ نے اپنی سرکاری تحریر میں میرے نسبت یہ مہذب الفاظ استعمال کئے تھے کہ فلان شخص مسٹر شوستر نامی جو ایران کا صدر المہام خزانہ کہلاتا ہے "سیفراطالیہ نے بھی اسی مضمون کی ایک تحریر گورنمنٹ ایران کو بھیجی تھی کہ اُنکے

تاک کے تمدنی حقوق کی پامالی ہوتی ہے۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ ایک بڑا ازکار فرتہ
اطالین گورنمنٹ ایران کے فہرست ملازمین میں داخل تھا جو جرنیل کے خطاب
سے موسوم تھا اور فوجی تعلیم کے لئے رکھا گیا تھا یہ شخص اب بجز ایک آرام کرسی
پر چڑھے رہنے کے کوئی کام نہ کر سکتا تھا۔ سفیر اطالیہ نے بھی اُس تحریر میں میری
نسبت اپنے دوست جرمن سفیر کی تقلید کی تھی۔

روس کی پشت پناہی سے موسیومار نارڈ کو یہ جرأت ہوئی کہ اُس نے
گورنمنٹ ایران کی اطاعت سے انکار کیا گو وہ گورنمنٹ ایران کا نوکر تھا اور
اس امر کا اعلان کیا کہ صدر الملہام خزانہ کے احکامات کو نہ تسلیم کرے گا۔ اس کا بیہ
طرز عمل کچھ حق بہ جانب بھی تھا اس لئے کہ اُسے اندیشہ تھا کہ مجلس اُسے موقوف
کر دے گی۔ کیونکہ مین نے مجبوراً اُسکی موقوفی کے لئے مجلس میں سفارش کی تھی
اُس نے حسابات جو پیش کئے تھے اُن میں بعض مدات ایسے تھے جو بالکل
مشکوک و بے قاعدہ تھے اور جن کے متعلق وہ کچھ جواب ہی نہ دے سکتا تھا
غرض کہ یہ کاغذی جنگ و جہل وسط جولائی تک جاری رہی اتنے میں بلجین
عہدہ داران محصول خانہ جات نے قانون گورنمنٹ کو تسلیم کرنا منظور کیا اور
موسیومار نارڈ نے بھی اطاعت قبول کی اور مجھے اس کی اطلاع
دی موسیومار نارڈ نے مجبور ہو کے ایسا کیا کیونکہ جب اُس نے
غیر ملکیوں کے مطالبات کے نام سے جو ایران میں ملازم تھے متعدد چک

محصول خاٹون کے محاصل پر لکھ کر دئے تو کسی بینک نے وہ چک تسلیم نہ کئے تب اُس نے مجبور ہو کر سر تسلیم جھکایا۔

جب یہیں کل بنکوں کی طرف سے اطمینان ہو گیا کہ جب تک چک پر صدر المہام خزانہ کے دستخط نہ ہونگے اُسکا روپیہ نہ مل سکے گا تو ہم خاموش ہو گئے آخر کار غیر ملکی ملازمین جو خواہ مخواہ اپنی تنخواہیں لینا چاہتے تھے اپنے ملک کے سفیروں سے اس بابت پر لڑنے لگے کہ امریکن صدر المہام خزانہ کے دستخطی چک سے ضرور حاصل کریں گے۔

اس درمیان میں ہمارے دفتر کو وزراے کابینہ کے ساتھ بھی بعض قیمتیں پیش آئیں وزیراعظم پیپل ارنے نئے قانون مال کے متعلق میری تاکید کی تھی اور کئی دفعہ مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ اُن اصلاحات میں میری پوری مدد دینگے اور جو خرابیاں پھیلی ہوئی ہیں اُن کے انسداد میں میرا ہاتھ بٹائیں گے۔ بلکہ انہوں نے اپنی عنایت سے یہاں تک مجھ سے کہا تھا کہ گوانہین جنگی معاملات میں ایک خداداد ملک ہے مگر بہت سی باتیں محکمہ جنگ کو اصلاح کے متعلق ایسی ہیں جن کا علم ممکن ہے کہ انہیں نہ ہو اور ایسے امور کے متعلق وہ بہت خوشی کے ساتھ میرے حسب مشورہ عمل کریں گے۔ چونکہ محکمہ جنگ بد معاشوں کے لئے ایک عمدہ آئینہ تھا لہذا ان باتوں سے ایسے نالایق بد معاش بھرے تھے جو فوجی کام سے بالکل نااہل تھے۔ ان میں بعض

اپنے تین جرنیل کہتے تھے۔ بعض سردار کہلاتے تھے اور بعض صدر اسٹاٹ تھے۔ سپہدار کی ان باتوں سے میرے دل میں اُن کی وقعت بہت بڑھ گئی انہیں اس بات کی بڑی فکر تھی کہ مین بینک سے کچھ لقدر و پیہ کا انتظام کب تک کر سکون گا اور جب مین نے پوچھا تو مجھ سے یہ کہا کہ محض اُن کے ذاتی اخراجات کی وجہ سے گورنمنٹ ایران کا وجود اب تک باقی رہا ورنہ یہ معلوم کیا ہوتا۔ چونکہ اہل ایران ان کی بڑی عزت کرتے ہیں لہذا محض اُن کی وجہ سے وہ اب تک خاموش رہے اسلئے باقاعدہ فوج کے ان بہادر لوگوں کے لئے کچھ مالی امداد ایک لازمی امر ہے۔ ۴۴ رجون کو قبل اسکے کہ قانون مال مجلس سے پاس ہو مین نے امپیریل بینک ایران کے منیجر مسٹر وڈ کے ذریعہ سے بطور زرمبادلہ دو لاکھ پچاس ہزار تومان کا انتظام کیا تھا۔ اُسی دن شام کو ساٹ بجے انا ایک پارک مین سپہدار کی گاڑی پہنچی اور مجھ سے کہا گیا کہ مہربانی کر کے اُن کے وہاں تشریف لے چلئے وہ مع وزیر مال آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ چنانچہ مین آفتاب غروب ہوتے ہی اُن کے خوبصورت باغ میں پہنچا اور سپاہیوں کی قطار۔ ن اور مختلف درجہ کے فوجی افسروں میں سے گزرتا ہوا ایک چھوٹے سے مکان میں داخل ہوا جس کے سطح کاشی کے سقف پر خوبصورت قالین بچھے تھے۔ اور میز کریان لگی تھیں یہاں پہنچ کے مین نے دیکھا کہ وزیر مال کچھ گھبراہٹ سے جلد جلد ٹہل

ہے ہین۔ اتنے مین لیمپ روشن ہوئے چار آئی سگریٹ پیش کئے گئے اور ہم دونوں بیٹھ کے عالیجناب سپھدل ارساحب کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔ رات بہت ہی سہانی اور صاف تھی اور جہان ہم بیٹھے تھے وہاں سے برف پوش پہاڑوں کی چوٹیاں نظر آتی تھیں جو تخمیناً بارہ میل وہاں سے دور ہونگی اور مختلف سفارت خانوں کے مکانات اور امرائے ایران کے بہارستانی قلعہ گاہ نظر آتے تھے۔

دفعۃً ہتیاروں کی کلٹر کلٹر آہٹ فوجی سلامی کی آواز اور پھر زینہ پر پاؤں کی آہٹ نے ہمیں بتایا کہ سپھدل ارساحب تشریف لارہے ہین اتنے مین وہ آہی گئے اور آتے ہی بیٹھ گئے۔ قبل اسکے کہ ہم کچھ گفتگو شروع کریں ایک مجتہد صاحب تشریف لائے اور ان کے قریب جا کے کچھ مانگنے لگے۔ وہ ایک لمحہ ٹھہرے تھے کہ وزیر اعظم نے ایک فوجی افسر کو بلا کے اُسے کچھ حکم دیا اور مجتہد صاحب چلتے ہوئے۔

وزیر مال نے گردن ہلا کے مجھ سے فرانسیسی زبان مین کہا ہسٹر شستو آپ دیکھتے ہین کہ سپھدل ارساحب کیسے باختیار اور زبردست آدمی ہین آپ نے عذر کیا کہ انہوں نے ایک مجتہد کی درخواست کو نہ سنا اور جس قیدی کے لئے وہ سفارش کرنے آئے تھے کل صبح اُسے پہانسی دی جائیگی۔

اسکے بعد سپہدار نے اول کچھ ادھر ادھر کی مختصر باتیں کیں بعد ازاں محکمہ جنگ



SIPAHDAR-I-AZAM (Greatest of the Marshals).

**He was the Prime Minister holding the portfolio of War when Mr. Shuster arrived at Teheran.
He was a Russian protégé and was strongly suspected of conspiring with Muhammad Ali
in his attempt to gain the throne.**

کے مالی ضرورتوں کی طرف توجہ دلائی وہ فارسی میں باتیں کرتے تھے اور وزیر مال اُن کے مترجم تھے اُنھوں نے بیان کیا کہ حالت بہت غوثاک ہو گئی ہے اگر روپیہ کا فوراً انتظام نہ ہوا تو ہمارے جانیوں بچنا مشکل ہے۔ میں نے اُن سے اپنی مالی دقتوں کا اظہار کیا جو مجھے بحیثیت صدر المہام خزانہ درپیش تھیں اُس کے بعد میں نے اُن سے دریافت کیا کہ سر دست کم از کم کس قدر رقم فوج کے لئے درکار ہوگی۔

اسپر وزیر اعظم نے اپنی جیب سے ایک پرچہ نکالا اور وزیر مال کو دیا کہ اُس کا ترجمہ پڑھ کے مجھے سنائیں۔ اس کے بعد اُن پر کچھ ایسی حالت طاری ہوئی کہ وہ وہاں سے اٹھ کے تھوڑی دیر کے لئے نیچے چلے گئے۔ وزیر مال نے ایک ایک مد پڑھ کے سنائی اور اُس کے بعد سب کی میزان کی کل رقم چار لاکھ چھ ہزار تومان تھی جس میں سے نصف کے قریب سامان فوج - درویان - توپخانہ کے گھوڑے اور دوسرے متفرق اخراجات کے لئے تھی اور باقی فوج کی تنخواہ کے لئے۔

میں نے کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا۔ اتنے میں وزیر اعظم پھر واپس آئے اور انکی صورت سے تشویش نمایان تھی بلکہ میں نے خیال کیا کہ ان دونوں میں کچھ آنکھ کا اشارہ بھی ہوا یا ممکن ہے کہ میں غلطی پر ہوں۔ وزیر مال نے مجھ سے کہا کہ وزیر اعظم صاحب اس معاملہ میں آپ کا جواب چاہتے ہیں۔

میں نے سیدھا ہاتھ اٹھا کے اشارے سے یہ کہا کہ غیر ممکن ہے میرا کہنا

تھا کہ سپہدار اس طرح سے اپنی جگہ پر اُپھلے جیسے گولی لگی ہو۔ اس کے بعد انہوں نے بہت کچھ جھگڑا کیا اور ہر طرف سے تڑپ دلائی۔ بیچارے وزیر مال ملک ڈر کے زود ہو رہے تھے اور مجھ سے کہتے تھے کہ میں غلطی کر رہا ہوں۔ میں نے سپہدار سے فرانسیسی زبان میں یہ دریافت کیا کہ آیا وہ کوئی طریقہ پتھر سے خون کھانے کا بتا سکتے ہیں۔ انہوں نے اس کا کچھ جواب نہ دیا صرف یہ کہا کہ جتنی ممکن ہو روپیہ آنا چاہئے۔ غرض کہ تین گھنٹہ کی گفتگو کے بعد ایک لاکھ تومان پر وہ راضی ہو گئے۔ یہاں کے حالات کا تجربہ ہونے کے بعد جب میں خیال کرتا ہوں تو مجھے افسوس ہوتا ہے کہ میں کیوں ایک لاکھ تومان دینے کو راضی ہو گیا۔ جب میں وہاں سے اُٹھ کے باہر آیا تو میں نے وزیر اعظم کو وزیر مال سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”یہ فرنگی بڑا خوب ہے مگر انشاء اللہ دوسرے موقع پر دیکھا جائے گا۔“

اس واقعہ کو گیارہ دن ہو گئے۔ اس عرصہ میں امیر اعظم۔ نائب وزیر جنگ مجھ سے ملنے آئے اور انہوں نے فوج کی حالت کا ایسا نقشہ کھینچا کہ مشہور مصور ورسپیچکن بھی شرمناک ہوا۔ انہوں نے بیان کیا کہ ملک کا ایسا خیر خواہ وزیر اعظم سپکھل اور ایک جزو رقم طلب کرتا ہے اور صد المہام خزانہ اس کے دینے میں پس و پیش کر رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمام ملک میں غدر ہو جائیگا ہر طرف لوٹ مار شروع ہوگی جسکی وجہ سے سخت خونریزی ہوگی۔ اصل یہ ہے کہ پتھر کا دل اور خالی کیسہ ذرا البتہ ان لوگوں کی التجا کو ٹال سکتا تھا

۱۵۔ جون کو یعنی قانون مال پاس ہونے کے دو دن بعد جبکی روسے مالی معاملہ
 میں صدر المہام خزانہ کو کل اختیارات دے گئے تھے سپہدار نے مجلس
 میں کھڑے ہو کے اس امر کے متعلق اپنی ناخوشی ظاہر کی کہ اس قانون سے
 اُن کے اہم فرائض بحیثیت وزیر اعظم و وزیر جنگ پر اثر پڑے گا مگر مجلس
 کے اراکین نے کچھ اسکا اعتنا نہ کیا وہ جانتے تھے کہ یہ حضرت اپنے دفتر جنگ
 کے نام سے روپیہ لینا چاہتے ہیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ کوئی اُن کا ہم
 زبان نہیں ہوتا تو بہت ہی طیش میں آئے اور بڑے اُن بان کے ساتھ
 وہاں سے باہر چلے گئے اور فوراً ہی اپنی گاڑی میں بیٹھ کے کوہان کو حکم دیا۔
 ”بروبہ فرنگستان“ چنانچہ وزیر اعظم کی گاڑی شہر سے باہر نکل گئی اور انزلی کی طرف
 روانہ ہوئی جو وہاں سے دوسو بیس میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس اثناء میں یہاں
 یہ افواہ پہیلی کہ شاہ معزولہ کا بھائی سالار اللہ ولہ شہر تبریز پر قابض ہو گیا
 ہے اور لوگوں سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ اگر اُسے تخت پر بیٹھا دیا جائے تو وہ کل
 محصولات معاف کر دیگا صرف اس قدر محصول جاری رکھے گا جو اُس کے ذاتی
 اخراجات کے لئے کافی ہوں اسب عوام میں یہ چرچا پھیلا کہ دیکھئے وزیر اعظم
 جو خفا ہو کے چلے گئے ہیں شاہ کے بھائی سے مل جائیں گے یا بحر کسین سے
 عبور کر کے روس و یورپ پہنچیں گے اس واقعہ سے ایک ہفتہ پہلے نائب
 السلطنت نے بھی ایران چھوڑنے کے متعلق اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا اور اسکی

وجہ یہ بیان کی تھی کہ مجلس نے دربار کے متعلق ایک نیا بجٹ پاس کیا جس میں اُن سے مشورہ نہیں لیا۔ اس بجٹ میں مصارف و ربار بہت تخفیف کر دئے گئے ہیں۔ چنانچہ آئڈین جون کو ہزائٹس نائب السلطنت سے مجھے بلا بھیجا اور تین گھنٹہ تک مجھ سے بحث کی جس میں اپنی توثیش اور وقتیں بیان کیں جو بلا شک ایک حد تک واجبی تھیں۔ میں نے اُن سے یہ عرض کیا کہ ایسے وقت میں آپ کا ملک سے چلا جانا آپ کے جابئے کی افواہ پھیلنا نہ صرف جدید مالی انتظام میں خلل انداز ہوگا بلکہ گورنمنٹ کو ایک عام ہل چل میں ڈال دے گا۔

اُنھوں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ اچھا میں نہ جاؤں گا۔ بعد ازاں مجلس کے بعض اراکین سے اس بارہ میں گفتگو ہوئی اور آخر یہ طے پایا کہ سر جارج بار کھلے سفیر برطانیہ سے کہہ کر سر ایڈورڈ گرے فارن سکریٹری برطانیہ کی طرف سے نائب السلطنت کے نام ایک خانگی تار منگایا جائے جس میں سر ایڈورڈ گرے انہیں طہران میں رہنے پر مجبور کریں۔ نائب السلطنت سر ایڈورڈ گرے کو بہت مانتے تھے اور اُن کے بڑے دوست تھے چنانچہ ایسا ہی ہوا مگر اس عرصہ میں ہزائٹس نائب السلطنت نے خود اپنے جانے کا خیال دل سے نکال ڈالا تھا۔

اس درمیان میں تقریباً روز میں نائب السلطنت سے ملتا تھا اور گفتگو ہوتی تھی انہیں ایران کی موجودہ حالت پر بہت توثیش تھی اور یقین نہ آتا تھا کہ

اہل ایران ملک کو سنبھال سکیں گے۔ مجلس اور کبنت مین اکثر کسی نہ کسی بات پر کھنچاؤ رہتا تھا اور مختلف پولیٹیکل گروہ ایک دوسرے کے سخت مخالف ہو گئے تھے۔ ایسے وقت مین سپہدار کے دفعتاً چلے جانے سے پریشانی اور غیر اطمینانی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ کبنت کے دوسرے وزرا بار بار سپہدار کو رشتہ مین تار بیچ رہے تھے جہاں وہ اٹھارہ دن کو پہنچ گئے تھے اُن کا غیظ و غضب تو اب ٹھنڈا ہو گیا تھا مگر وہ یہی کہتے تھے کہ مجھے اپنی صحت کے لئے یورپ جانا ضرور ہے۔ وزرا کی یہ رائے تھی کہ وہ طہران واپس آئیں یا مستعفی ہو جائیں اس عرصہ مین کبنت کے اجلاس مین برابر جاتا تھا اور وزرا کو یہ سمجھانے کو شش کرتا تھا کہ موجودہ مالی حالت کو بغور سمجھیں اور ایسے نازک وقت مین بڑے بڑے رقوم طلب کرنے سے باز رہیں۔ ان سب مین سب سے زیادہ جو صاحب شور مچاتے تھے وہ امیر اعظم تھے جو اب قائم مقام وزیر اعظم مقرر ہوئے تھے۔ امیر اعظم وہ بزرگ تھے کہ جن کی عام شہرت خیانت اگر انہیں کسی جیل خانہ مین ایک طولانی مدت کے لئے بھی بھیج دیتی تو بعید نہ تھا۔ مین نے اپنے ایک ایجنٹ کو ہدایت کی تھی کہ دفتر جنگ کے بعض بعض معمولی معاملات کی تنقیح کرے بالخصوص وہ رقومات جو قائم مقام وزیر اعظم کے نام سے مختلف بینکوں مین جمع ہیں۔ چنانچہ ۱۹ جون کو کونسل وزرا مین جہاں مین بھی موجود تھا انہوں نے اس بات کا اعلان کیا کہ طہران کی فوج بلوہ پر آمادہ ہے

اور اگر صرف بیالیس ہزار تومان اُن کی تنخواہ وغیرہ کے لئے فوراً دے گئے تو کل بلوہ ہو جائیگا۔ میں نے مہذبانہ الفاظ میں اُن سے پوچھا کہ اسی قدر رقم جو اس روز پہلے دی گئی تھی کس مدین صرف ہوئی جبکہ جواب اُنہوں نے یہ دیا کہ وہ سب غریب فاقہ مست فوج میں تقسیم کر دی گئی تب میں نے یہ کہا کہ کیا اُس میں سے اب کچھ باقی نہیں رہا۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ایک قرآن بھی نہیں ہے۔ اب میں نے جیب سے ایک یادداشت نکالی جو اپنے ساتھ لایا تھا جس میں صاف درج تھا کہ امیر اعظم نے تراسی ہزار تومان ایک دیسی ساہوکار کے وہاں رکھائے ہیں اور یہ رقم گزشتہ مہینے کی تنخواہ فوج اور دوسرے مختلف فوجی اخراجات کے لئے ہے۔ اتنی رقم اس وقت اس ساہوکار کے پاس جمع ہے اور امیر اعظم صاحب کے بہادر افسر سپاہیوں کو بلوہ کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ میں نے اپنی یادداشت سے جب تاریخ وار رقم پڑھ کے سناے اور اُن سے پوچھا کہ آیا یہ صحیح ہیں یا غلط تو اُس وقت امیر اعظم صاحب نے ایک اداسے خود بخوبی کے ساتھ اپنے ڈیڑھ من وزنی دماغ کی کہو پری کو اونچا کر کے اپنے لنبے جسم کو پورے چھ فٹ ۵ انچ تک تان دکھایا۔ اور سینہ پر ہاتھ رکھ کے وزراے کونسل کو مخاطب کر کے فرمانے لگے کہ کیا اب میری نیک نامی پر دہیہ لگایا جاتا ہے۔ چونکہ معاملہ مشکوک تھا امیر اعظم بات ٹال کے یہ فرمانے لگے کہ اگر (۸۳۰۰۰) تراسی ہزار تومان اُن کے نام سے کہیں جمع ہیں تو اُنہیں اس کا علم

نہین۔ وزیر اسے کبنت نے اسکو باور نہ کیا اور یہ راسے ہوئی کہ امیر اعظم اپنے محاسب کو بلا کے دریافت کریں۔ چنانچہ محاسب طلب ہوا ہم لوگ سب بیٹھ گئے اور انتظار کرنے لگے۔ محاسب کے آتے ہی امیر اعظم اُٹھے باہر گئے اور اُس سے کچھ گفتگو کرنے کے بعد مسکراتے ہوئے پلٹے اور مجھ سے اور وزیر اسے کبنت سے فرمانے لگے کہ جو کچھ مین کتاہون بالکل صحیح ہے۔ انہین ابھی محاسب سے معلوم ہوا کہ گزشتہ مہینے کی ماہوار جمع ہے ابھی فوج کو تقسیم نہین ہوئی گو حکم دیکے انہین عرصہ ہوا اور یہ وہی رقم ہے جسکے لئے فوج تقاضا کر رہی ہے۔

الفرض اس طرح آسانی کے ساتھ فوج کا بلوہ ملتوی کیا گیا۔ یہ ایک ادنیٰ مثال تھی جس سے ناظرین ان اعلیٰ عہدہ داروں کی خیانت و امانت کا اندازہ کر سکیں گے اُسی دن شام کو مسٹر کٹرلش بھی آگئے اور اُن کے آنے سے ہمارے مجوزہ انتظامات میں بہت تقویت ہو گئی۔ مسٹر کٹرلش ڈائریکٹر محصولات مقرر ہو کر آئے تھے۔ اور میرے خاص مددگار تھے۔ چونکہ وہ بندرگاہ ایلوئلو واقع جزائر فلپائن میں کلکٹر جنگی کی خدمت پر تعینات تھے اسلئے ہمارے ساتھ نہ آ سکے۔ ہمارے آنے کے بعد روانہ ہوئے۔ اور اب طہران پہنچے۔

۲۳ جون کو سپھلار نے رشتہ سے نائب السلطنت کے

نام تار دیا کہ وہ ماس شترط پر طہران واپس آئیں گے اور اپنے فرائض بھی انجام دین گے۔ اگر قانون مال مورخہ ۱۳۰۱ جون کے بعض دفعات ترمیم کرنے جائیں۔

اور اٹھین ملک کی آمدنی صرف کرنے کے معاملات میں زیادہ اختیار دیا جائے۔
 جب یہ تار مجلس میں پڑھا گیا تو اس پر خوب مضحکہ ہوا۔ علاوہ برین اب یہ
 افواہ ارطی کہ بعض اہل ایران بالخصوص گروہ محاسنین جواب تک صوبہ جات کے
 محاصل پر تعینات تھا سہارے خلافت ایک سوسائٹی قائم کرنے والا ہے۔ غرضکہ
 ہر روز ایک نیا شگوفہ کیلئے لگا۔ کبھی یہ کہا جاتا تھا کہ مختلف وزارت خاؤن کے
 ملازمین کام بند کرنے پر آمادہ ہیں۔ اور کبھی کچھ اور افواہ ارطی تھی۔ المختصر میں
 مجبوراً ایک عام اعلان جاری کیا کہ اگر کوئی ملازم کام کرنے سے انکار کرے گا تو
 فوراً اسکا نام فہرست ملازمین سے خارج کر دیا جائیگا۔ اس عرصہ میں میں نے کل فائز
 متعلق بہ وزارت مال اپنے تحت میں لے لئے اور وزیر صاحب مال و نائب وزیر
 صاحب کو مع سکرٹری و صدر دفتر کینٹ ان کے حال پر چھوڑ دیا کہ چین کریں اور
 اب انہیں سرکاری مطالبات یا احکامات پر دستخط کرنے کی زحمت باقی نہ رہی۔

۱۳ جون سے لیکر اب تک موسیو مارنارڈ اور سفیر روس موسیو

یو کلیوسکی کو ذیل برابر اس کوشش میں ہے کہ اسپیرلی بینک ایران
 موسیو مارنارڈ کے دستخطی چاک قبول کر لے کبھی دہکی دی کبھی غریب
 دلائی۔ غرضکہ کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ سفیر روس کو زیادہ تر تین لاکھ ساٹھ ہزار
 روپے کی فکر تھی جو گورنمنٹ روس کو بعض مستقل بند و تون کی بابت واجب الوصول
 تھے۔ یہ بند و قین چھ ماہ قبل سپھلار نے منجانب گورنمنٹ ایران روس سے

خرید سی تھین اور گو محکمہ جنگ ایران میں داخل ہونی چاہیے تھین گلاب تک
بندر گاہ انزلی میں بھی نہ پہنچی تھین۔ جب قیمت کا اندازہ کیا گیا تو معلوم ہوا
کہ چند قیمت لگائی گئی ہے۔ یہی بندوقین ایک تہائی قیمت پر یورپ میں
ملکتی تھین۔ خیراب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ گورنمنٹ روس اور سپہدار
کے ایمان پر چھوڑ دیا جائے کہ باقی دو تہائی رقم قیمت کہاں جائیگی۔

امپیریل بینک کے ڈائریکٹر نے صاف انکار کر دیا اور یہ کہا کہ بحجز قانون مصدقہ
مجلس اور کسی حکم کی تعمیل نہیں ہو سکتی اور چونکہ میں نے بینک کو ہدایت کر دی
تھی کہ سفیر روس سے یہ کہہ دیا جائے کہ جب بندوقین آجائیں گی رقم فوراً ادا کر دی
جائے گی تو اب سفیر روس اور موسیو نارڈ کو مجبوراً ٹھکانہ روش سے باز آنا پڑا۔

میں نے اب تک موسیو نارڈ کی صورت بھی نہ دیکھی تھی۔ جب
کبنت نے بتایا ۲۹ جون یہ رزولوشن پاس کیا کہ موسیو مار نارڈ
سے قانون مورخہ ۱۳ جون کو تعمیل کرائی جائے جس سے وہ اب تک انکار کر رہے
ہیں۔ میں نے قائم مقام وزیراعظم محتشم السلطنہ کو لکھا کہ میں موجود
حالت کو اب زیادہ عرصہ تک گوارا نہیں کر سکتا۔ اگر موسیو مار نارڈ سے فی الفور
تعمیل حکم مجلس نہ کرائی گئی تو میں مجبوراً یہ معاملہ بالراست مجلس میں پیش کر دوں گا۔
۲ جولائی کو کبنت مستعفی ہو گئی مگر پھر مجھے معلوم ہوا کہ اراکین کبنت بدستور اپنا
کام کریں گے۔ ایران میں کبنت کا استعفا دینا محض ایک زبانی دھکوسلا تھا۔

زیادہ سے زیادہ اسکے یہ معنی ہوتے تھے کہ ممبران کابینہ کسی امر سے ناخوش ہو گئے ہیں۔ بس یہ ظاہر کر دینا فرض ہے کہ اس درسیان میں جب کہ موسیو مار نارڈ کے بارہ میں جھگڑا ہو رہا تھا سفیر برطانیہ نہ صرف اس معاملہ سے بالکل علیحدہ رہے بلکہ ہکو اپنے فرائض کی انجام دہی میں مدد دی۔ محکمہ جنگی کے کل اہل بلجیم ملازمین نے یہ دہکی دی تھی کہ اگر صدر الملہام خزانہ کے ماتحت کئے جائیں گے تو وہ سب کے سب استعفا دیدین گے۔ اُدہریہ دہکی اور اُدہر گورمنٹ روس کا حکمانہ برتاؤ۔ غرض کہ مارے ڈر کے مجلس وزراء کے اوسان خطا تھے۔ علاوہ ہرین بعض مغزدار کابینہ (مثل قائم مقام وزیراعظم و وزیر امور خارجہ محتشم السلطنہ) ایسے بھی تھے جن کی رائے میں قدیم مالی انتظامات میں کوئی تبدیلی یا اصلاح نامناسب تھی۔ یہی معزز رکن صاحب چند روز پہلے اپنے لئے چودہ ہزار تومان کا ایک مطالبہ پیش کر چکے تھے اور یہ ارشاد ہوا تھا کہ کئی سال قبل جب وہ ترکی و ایران کے سرحدی کمیشن میں مقرر ہو کر گئے تو اس وقت انہیں کوئی معاوضہ نہیں دیا گیا لہذا یہ اس وقت کا حق الخدمت تھا۔ اگر فی الحقیقت دیکھا جائے تو بہت کم ایرانی ایسے ہونگے جنہوں نے نمک حلائی کے ساتھ اپنے ملک کی کوئی پولیٹیکل خدمت انجام دی ہو مگر اس وقت دعویٰ بہت سے کھڑے ہو گئے تھے اور سب کو یہ شکایت تھی کہ ناسپاس قوم نے اُن کی خدمات کی جیسی چاہیے ویسی قدر کی (سبحان اللہ جس قوم کے اعلیٰ طبقہ میں ایسے نفس پرست خود غرض افراد جمع ہوں

کہ ایک طرف ملک دوالیہ ہو رہا ہو اور اُنھیں محض اپنی جیب بھرنے کی فکر ہو اُس کا تمدنی وجود دنیا میں ”اگر ماند شیے ماند شب و دیگر نئی ماند“ کا مصداق ہے۔

آخر کار ۸ جولائی کو نسل و زرا نے موسیو مارنارڈ کو طلب کیا کہ وہ حاضر ہو کے بیان کریں کہ آیا قانونِ صدرۂ مجلس مورخہ ۱۳ جون کو جس کی ہوسے کل مالی محکمہ جات دولت ایران بشمول محصول خانہ جات محکمہ جنگی صدر المہام خزانہ کے زیرِ تحت ہیں تسلیم کرتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ موسیو مارنارڈ صبح کے دس بجے وہاں تشریف لائے۔ اول فرانسیسی زبان میں بہت دیر تک بحث ہوتی رہی اور انہوں نے بلجیئم عہدہ دارانِ محصول خانہ جنگی کی کارگزاریاں بیان کیں بعد ازاں یہ کہا کہ اگر موجودہ طرزِ عمل میں کوئی تبدیلی ہوگی تو بڑی دقت پیش آئے گی۔ اور آخر میں یہ بیان کیا کہ ان کا ارادہ کبھی قانون سے انحراف کرنے کا نہ تھا۔ قائم مقام وزیرِ اعظم نے اب مجھ سے پوچھا کہ اگر مجھے اسکے متعلق کچھ کہنا ہو تو میں بھی کہوں۔ میں نے جواب دیا کہ مجھے اس سے کچھ بحث نہیں کہ کوئی عہدہ دار گورنمنٹ کے قانون کی تعمیل کرتا ہے یا نہیں اور نہ میں اسلئے یہاں آیا ہوں کہ کوئی صلاحنامہ مرتب کروں۔ مگر اب چونکہ موسیو مارنارڈ قانونِ مجریہ مجلس کی پابندی کے لئے بالکل تیار و آمادہ ہیں اسلئے میری رائے میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ ان کو چاہیے کہ جو کچھ کہتے ہیں اُس پر عمل کریں۔ اس گفتگو کے بعد موسیو مارنارڈ

نہایت ہی خلق و توجہ کے ساتھ مجھ سے ملے اور محکمہ جنگی اور اُس کی آمدنی
 کے متعلق میرے ساتھ گفتگو کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ مین بھی اُن سے
 کشادہ پیشانی کے ساتھ پیش آیا۔ اُنہوں نے کل سرکاری رقوم جو مختلف بینکوں
 کی تحویل مین جمع تھیں اُن کی ایک فربہ بھیجے کا وعدہ کیا اور یہ کہا کہ آئندہ سے
 صدر المہام خزانہ کے مجوزہ اخراجات محکمہ جنگی کے مطابق برآورد ہوجا کرین گے۔
 اس درمیان مین مجھ سے میجر اسٹوکس سے ملاقات ہو گئی جو سفارتخانہ
 برطانیہ مین فوجی ایٹچی تھے اور جن کی مدت چار سالہ قریب الختم تھی۔ مجھ سے
 اکثر لوگوں نے کہا کہ میجر اسٹوکس سے ہوشیار ہو یہ برطانیہ اور گورنمنٹ روس
 کے جاسوس ہیں اور اہل ایران کے سخت دشمن میجر اسٹوکس ہندوستان کی فوج مین
 ایک افسر تھے اور فارسی زبان خوب اچھی طرح لکھتے پڑھتے اور بولتے تھے۔
 اسکے علاوہ تمام ملک مین دُور سے کرچکے تھے اور یہاں کے لوگوں کے رسم
 و رواج عادات اور مختلف گروہ کے سیاسی خواہشات سے بخوبی واقف
 تھے۔ تھوڑے عرصہ سے مین یہ تجویز کر رہا تھا کہ ایک مخصوص فوجی پولیس
 قائم کروں جو راست میرے زیر حکم رہے اور عہدہ داران خزانہ کو تمام ملک
 مین مختلف قسم کے ٹیکس وصول کرنے مین مدد دے۔ یہ سچ ہے کہ موجودہ
 فوجی پولیس بھی اس کام مین مدد دے سکتی تھی مگر اِ دل تو اسکا وجود ہی مثل
 ایرانی فوج باقاعدہ کے محض کاغذی تھا۔ دوسرے یہ کہ طہران کے باہر

اُن سے زیادہ تر توقع یہ تھی کہ بجائے مدد دینے کے وہ سرکاری محاصل خود ہضم
 کر جائیں گے۔ اسکے علاوہ وہ سب کے سب وزیر امور داخلہ کے زیر حکم تھے اور
 اُن پر طہران میں ایسے ایسے عہدہ دار تعینات تھے جو یہ نہیں چاہتے تھے
 کہ ملک کی مالی حالت درست ہو۔ پس بائیں رجوع یہ نہایت ضرور تھا کہ پایہ تخت
 سے باہر بالخصوص ایسے مقامات ہیں جیسے کہ تبریز۔ قزوین۔ اصفہان اور
 شیراز جہاں سرکاری مالگزاری واجب الوصول تھی اسکی تحصیل کے لئے
 ایک نئی فوجی پولیس مرتب کی جائے جو اسی کام کے لئے مخصوص ہو۔ چنانچہ
 میں نے خزانہ کی فوجی پولیس کے نام سے ایک محکمہ قائم کرنا چاہا جو صدر المہام
 خزانہ کے دفتر کا جزو اعظم رہے۔ یہ اُسید کی جاتی تھی کہ ایک سال کے اندر
 کئی ہزار آدمی بھرتی ہو کے تعلیم پاجائیں گے اور چند سال میں اس کی تعداد
 دس ہزار سے بارہ ہزار تک ہو جائے گی اور تب اس امر کا یقین کرنا ممکن ہو گا کہ
 کل مالگزاری جو سرکار کو واجب الادا ہو آسانی سے وصول ہو سکے گی۔ ایران
 کے کسان۔ اہل حرفہ۔ مزدور۔ اور چھوٹے چھوٹے زمیندار سرکاری محاصل لکھنے
 میں سرکشی نہیں کرتے مگر ملک کی خاص اور عجیب حالت اس امر کی نفی تھی کہ
 تحصیل محاصل کے لئے سرکار کی طرف سے ایسی فوجی پولیس تعینات رہے۔
 بغیر اسکے محض اہل قلم کے حکم کی تعمیل ممکن نہ تھی چنانچہ اس بارہ میں میجر اسٹوکس سے
 کسی دفعہ گفتگو ہوئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ اس کام کے لئے اُن سے بہتر کوئی شخص نہیں

ملسکا جو اس مجوزہ فوجی پولیس کے جوانوں اور افسروں کو باقاعدہ فوجی قواعد سکھائے اور تعلیم دے اور جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ ایران سے جانا نہیں چاہتے اور ان کو اس ملک کی فلاح کے لئے سچی دلچسپی ہے تب میں نے خانگی طور پر ان سے کہا کہ آپ اس فوج کی افسری منظور کیجئے۔ اس کا تعلق بالراست مجھ سے رہیگا۔ بعد ازاں میں نے سر جارج بارسلے سفیر برطانیہ کو لکھا کہ میجر اسٹوکس جو سفارت برطانیہ میں ملٹری ایٹچی ہیں ان کی مدت ملازمت ختم ہوا چاہتی ہے میں انہیں اپنے مجوزہ فوجی پولیس کے تربیت و انتظام کے لئے رکھنا چاہتا ہوں چنانچہ سفارت برطانیہ سے اس بارہ میں کچھ مراسلت ہوئی بعد ازاں ۲۲ جولائی کو سفیر برطانیہ نے اپنی گورنمنٹ کی طرف سے مجھے یہ اطلاع دی کہ میجر اسٹوکس کو فوجی پولیس کی افسری منظور کرنے سے پہلے ہندوستانی فوج کی افسری سے استعفا دینا ہوگا۔ چونکہ ابتدائی درخواست کے وقت میجر اسٹوکس سے اس بارہ میں کچھ ذکر نہ آیا تھا کہ انہیں یہ خدمت منظور کرنے کے لئے ہندستان کی فوج سے مستعفی ہونا پڑیگا اور چونکہ گورنمنٹ ایران کے اغراض کے لحاظ سے بھی اس میں کوئی ہرج نہ تھا اسلئے کہ ان کے خدمات صرف تین سال کے لئے مانگے گئے تھے۔ اسلئے میں نے خیال کیا کہ اگر گورنمنٹ برطانیہ کے منشاء کے موافق میجر اسٹوکس استعفیٰ دینگے تو غالباً منظور ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے بذریعہ ہمارا استعفا بھیج دیا۔ اس معاملہ کو دو ہفتہ ہو گئے اور

ہمین اطمینان ہوا کہ اب معاملہ طے شدہ ہے مگر پھر یہ سن کے بہت ہی تعجب ہوا کہ سفیر دولت برطانیہ نے ۱۸ اگست کو وزیر امور خارجہ ایران کو اس مضمون کی ایک بے دستخطی چٹھی بھیجی کہ گورنمنٹ ایران میجر اسٹوکس کے تقرر پر اصرار نہ کرے البتہ اس صورت میں میجر اسٹوکس ملازم ہو سکتے ہیں کہ شمالی حصہ ایران سے اُن کا تعلق نہ رہے۔ اس کے ساتھ بھی کہا گیا کہ اگر گورنمنٹ ایران اصرار کرے گی اور گورنمنٹ روس شمالی حصہ ایران میں اپنے اغراض کے تحفظ کے لئے کوئی کارروائی کرے گی تو گورنمنٹ برطانیہ اُسے جائز تسلیم کرے گی۔

اس مراسلہ کے بعد ۱۹ اگست کو پھر دوسری تحریر آئی جس میں ۱۸ اگست کی تحریر کی یاد دہی کی گئی۔

جب دولت برطانیہ سے اولاً یہ درخواست کی گئی کہ اُس کی رعایا سے ایک شخص تین سال کے لئے گورنمنٹ ایران ملازم رکھنا چاہتی ہے تاکہ انتظام ملک کی ایک شاخ کو درست کرے اُس وقت دولت برطانیہ نے دانشمندوں سے اس درخواست کو منظور کیا اور صرف یہ کہا کہ جو شخص ملازم اختیار کرنا چاہتا ہے اُسے ہندوستان کی فوج سے استعفا دینا ہوگا اور جب اُس شخص نے استعفا بھی دیدیا اور نیک نیتی کے ساتھ معاہدہ کی تکمیل ہو گئی تو پھر دولت برطانیہ کا بلا لحاظ حقوق فریقین اس معاہدہ کے خلاف عمل کرنا اور ایک دوسری سلطنت کے ساتھ مل کے نہایت جابرانہ طور سے گورنمنٹ ایران کو شاہی حقوق کے استعمال

سے باز رکھنا کس حد تک واجب تھا۔

میں نے میجر اسٹوکس کو محض اس لئے کہ وہ برطانیہ کے رعایا تھے نوکر رکھنا نہیں چاہا تھا بلکہ اس خیال سے کہ وہ ایک نہایت لائق آدمی تھے اور جس غرض سے میں انہیں رکھنا چاہتا تھا اُس کے اہل تھے اور میرے کل اسکیم اصلاحات مال میں بہت بکار آمد اور معین ہوتے۔ یہ فوجی پولیس نمائش کے لئے نہیں تیار کی جاتی تھی۔ بلکہ اُسکی اشد ضرورت تھی اسلئے کہ بغیر قواعد ان اور مسلح فوج کے ٹیکس کلکٹر و ٹیکو اپنے فرائض کی انجام دہی دشوار تھی۔ اس کے علاوہ فوجی پولیس سے دور دراز کے اضلاع میں اسن قائم رکھنا مقصود تھا بغیر اس کے مالگزار می تحصیلنا نہایت دشوار تھا۔ یہ ممکن تھا کہ میں اپنے شناسا امریکہ کے فوج کے وظیفہ یاب عہدہ داروں میں سے کسی کو انتخاب کر لیتا اور وہ حتی الوسع اس کام میں پوری مدد دیتے مگر میجر اسٹوکس اس خدمت کے لئے بہت ہی موزون تھے اور وہ اس کام کو جس خوبی سے انجام دے سکتے تھے کوئی دوسرا شخص خواہ وہ کیسا ہی ذہین اور ہوشیار ہوتا ویسی اچھی طرح انجام نہ دے سکتا۔ مجھے آج تک یہ نہ معلوم ہوا کہ شمالی حصہ ایران میں دولت برطانیہ اور دولت روس کے غیر معین اغراض کیا تھے جنکے لئے دونوں سلطنتوں کی طرف سے اتنا زور دیا جاتا تھا۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ معاہدہ روس و برطانیہ مورخہ ۱۹۰۷ء میں کہیں ان کا ذکر نہ تھا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ گورنمنٹ ایران

بھی ۲۲ جولائی تک ان سے ناواقف تھی۔ بلکہ دولتِ برطانیہ کو بھی ۲۲ جولائی تک اسکا علم نہ تھا ورنہ یہ کس طرح ممکن تھا کہ گورنمنٹ مذکور ہندوستانی فوج سے میجر اسٹوکس کا وظیفہ منظور ہونے کا خیال کر کے اُس معاہدہ پر انہیں دستخط کرنے دیتی جوین نے خزانہ کی فوجی پولس کی افسری کے لئے پیش کیا تھا۔

اب سلسلہ واقعات کی تکمیل کے لئے یہ بیان کر دینا بھی ضرور ہے کہ سفیرِ روس نے ۹ اگست کو وزیرِ امورِ خارجہ طہران کے پاس اس مضمون کی ایک یادداشت بھیجی کہ گورنمنٹِ روس بعض وجوہ سے جو گورنمنٹِ ایران سے بیان کئے گئے ہیں میجر اسٹوکس کا تقریر بحیثیت افسرِ فوجی پولیس بے ضرر و نقص تحصیلِ محاصل ملک اپنے اغراض کے لحاظ سے خلاف سمجھتی ہے اور سفیرِ روس کے اس تقریر پر سخت اعتراض ہے۔ اس بارہ میں اطمینان بخش عمل نہ ہوا تو گورنمنٹِ روس کو اختیار ہو گا کہ شمالی ایران میں اپنے اغراض کے تحفظ کے لئے جو مناسب سمجھے کرے۔ سفیرِ برطانیہ نے جب پہلی تحریر گورنمنٹِ ایران کو پیش کی ہے۔ تو اُس وقت میں نے اپنی رائے مندرجہ ذیل الفاظ میں سفیرِ برطانیہ متعینہ طہران پر اس طرح ظاہر کر دی۔

”میں ایک نہایت ہی ضروری امر میں جو میرے فرائض سے متعلق ہے خانگی طور پر آپ کو یہ تحریر بھیجنے کی جرأت کرتا ہوں۔ آج شام کو مجھے یہ معلوم ہو کے سخت تعجب ہوا کہ آپ کی گورنمنٹ نے وزیرِ امورِ خارجہ طہران کے پاس ایک تنبیہ

بھیجا ہے جسین میری اس تجویز پر اعتراض ہے کہ میجر اسٹوکس فوجی پولیس
 متعلق دفتر صدر المہام خزانہ کے افسر نہ مقرر کئے جائیں۔ اب تک اس معاملہ
 میں جو کارروائی ہوئی ہے آپ اس سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ کو معلوم ہے
 کہ بلحاظ اس مراسلت کے جو آپ نے اپنی گورنمنٹ کے حسب خواہش ۲۲ جولائی
 کو مجھے بھیجی تھی اور جس کا مفہوم یہ تھا کہ میجر اسٹوکس یہاں کی ملازمت اختیار
 کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ ہندوستان کی فوج سے مستعفی ہو جائیں اب اس کے
 خلاف جو تحریر آئی ہے میری سمجھ میں نہیں آتی غالباً آپ کی گورنمنٹ اس
 حالت کو محسوس کر سکے گی جو اس تحریر کی رو سے مجھے گورنمنٹ ایران اور اہل ایران
 کے ساتھ پیش آئے گی۔ آپ کی گورنمنٹ کا دفعتاً دوسری سلطنت کے ساتھ
 مل کے اس ملک کے شاہی اختیارات میں دخل دینا کہاں تک صحیح ہے
 اسلئے کہ آپ کی گورنمنٹ اور نیز گورنمنٹ روس نے مشترکاً اور منفرداً اس امر کا
 اقرار و ائق کیا ہے کہ اس ملک کی خود مختاری اور تمامیت کا لحاظ رکھیں گے۔
 یقیناً ذاتی دشمنی خارج از بحث ہے لیکن جو کام میرے تفویض کیا گیا ہے اُسکی
 کامیابی یا ناکامی بہت قابل غور ہے اسلئے کہ گورنمنٹ ایران نے مجھ پر پورا اعتماد
 کر کے اپنے ملک کے کل مالی معاملات میرے سپرد کئے اسکے علاوہ میرے
 ہم وطن جنہیں میری نیک نامی یا بدنامی کے ساتھ بالطبع دلچسپی ہے وہ اس
 بارہ میں کیا خیال کریں گے۔

قبل اسکے کہ میں اس خدمت کو منظور کروں مجھے اس امر کا یقین دلایا گیا تھا کہ دولت برطانیہ و دولت روس جنہیں اس ملک میں خاص تعلقات ہیں ان کو میرے اس تقریر پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور میرے اس کام کی انجام دہی میں انہیں کچھ عذر نہ ہوگا پس یہ واقعہ کوئی زبانی ڈھکوسلا نہ تھا۔

آپ سے بہتر کوئی شخص اس بات سے واقف نہیں ہے کہ کوئی پولیٹیکل عرضیجر اسٹوکس کے انتخاب میں محرک نہیں ہوئی اور نہ کوئی سمجھ دار آدمی میری نسبت اس طرح کا گمان کر سکتا ہے کہ میں یہاں کسی پولیٹیکل دلالی کے لئے آیا ہوں اسلئے کہ میرے لئے پولیٹیکل میدان میں قدم رکھنا نہ صرف مضحکہ کا باعث ہوگا بلکہ جس کام کے لئے میں آیا ہوں اُسے خاک میں ملائے گا۔

پس آپ ہی انصاف فرمائیے کہ میں کیا خیال کروں جب میں دیکھتا ہوں کہ اس ملک کی خراب اور اتر حالت کی اصلاح میں میں نے پہلا قدم اٹھایا اور وہ اس طرح دونوں سلطنتوں نے بے رحمی کے ساتھ روک دیا حالانکہ ان دونوں سلطنتوں نے بار بار اس امر کا یقین دلایا ہے کہ انہیں اس مصیبت زدہ ملک کی ترقی اور آسودگی کی جس کے لئے میں کوشش کر رہا ہوں سچی خواہش ہے۔ کیا آپ کے اعلیٰ عہدہ دار امور خارجہ اس بات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ جو طریقہ انہوں نے اس معاملہ میں اختیار کیا ہے اُس سے اہل ایران کے دلوں پر یہ بات نقش کرنی ہے کہ آپ کی گورنمنٹ فی الحقیقت میرے فرایض

کی انجام دہی کے خلاف ہے اور اسکے علاوہ گویا مجھے مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ میں اپنے فرائض کے کسی اہم امر میں آپ کی گورنمنٹ سے دوستانہ اور اخلاقی مدد کی توقع نہ رکھوں۔

اگر اس ملک میں لایق تجربہ کار اور تعلیم یافتہ لوگ بکثرت دستیاب ہو سکتے تو اس صورت میں آپ کی گورنمنٹ کا اعتراض بجا تھا مگر جس حالت میں جیسا کہ آپ خود جانتے ہیں کہ یہاں قحط الرجال ہے تو ایسی صورت میں آپ کے طرف سے اس طرح کے اعتراض سے یہ معنی نکلتے ہیں کہ آپ کی گورنمنٹ کو میرے فرائض منصبی کی کامیابی منظور نہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ کسی نہ کسی طرح پر آپ کی گورنمنٹ اس معاملہ پر غور کرے گی علاوہ اس کے جو کچھ میں نے عرض کیا آپ یہ تو دیکھئے کہ محض معمولی انتظامی معاملات میں اس طرح کی بجا دخل دہی کیسی بدنام ہے۔

اس معاملہ سے میں بذات خود ایسا متاثر ہوا ہوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ مجبوراً مجھے اس بات کی ضرورت ہوگی کہ کل واقعات جو مجھے طہران آکے پیش آئے انہیں پبلک میں ظاہر کر دوں تاکہ میرے ہم وطن کم از کم اس حالت سے آگاہ ہو جائیں۔ البتہ ایسا کرنے سے مجھے بہت افسوس ہو گا مگر آپ جانتے ہیں کہ گورنمنٹ اور افراد کے مابین انصاف اور راستبازی ہر معاملت میں ایک ضروری چیز ہے اور موجودہ معاملہ میں مجھے یقین ہے کہ میں نے جو کچھ کیا ہے

وہ مثل دوز روشن کے ایسا صاف ہے کہ اُس میں کسی قسم کی گرفت کا اندیشہ
نہیں ہے۔

ان واقعات کے ملاحظہ سے ناظرین کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ ۱۹۰۷ء
کا عہد نامہ جو مابین دولت روس و دولت برطانیہ تحریر ہوا محض ایک خندہ انگیز
سوناگ اور فریب تھا ورنہ میجر اسٹوکس کے تقرر پر اعتراض نہ کیا جاتا اس لئے
کہ میجر اسٹوکس صدر المہام خزانہ گومالی اصلاح اور اندرونی انتظامات میں مدد
دینے کے لئے مقرر کئے جاتے تھے اس معاملہ کو اُس معاہدہ کی شرائط سے
کیا سروکار تھا اُس معاہدے کے عنوان ہی میں یہ کہہ دیا گیا تھا کہ دولت برطانیہ
و دولت روس دونوں باہم ایران کی خود مختاری اور تحفظ کی ضمانت میں ہیں اور دونوں
سلطنتوں کی یہ دلی خواہش ہے کہ تمام ملک میں امن پھیلے اور یہ ملک ترقی
کرے۔ باوجود ان سب باتوں کے اس طرح کی دخل دہی پر کیا خیال کیا جائے
ہر ملک کے شاہی حقوق کا پہلا حق یہ ہے کہ اپنے اندرونی معاملات کا انتظام
جس طرح چاہے کرے اور جب کو چاہے اپنے ملک میں عہدہ دار مقرر کرے کسی
دوسری سلطنت کو اس معاملہ میں محض اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اسکے علاوہ معاہدہ
کا مطلب صاف صاف یہ تھا کہ ان دونوں سلطنتوں میں سے کوئی
سلطنت اپنے لئے یا اپنی رعایا کے لئے کسی قسم کا تمدنی یا تجارتی احبارہ
رجیسٹر کہ ریلوں کا بنانا۔ بینکوں کا قایم کرنا۔ تار کا کھولنا۔ سڑکیں تعمیر کرنا۔ نقل و

حرکت کے ذرائع مہیا کرنا یا بیمہ کمپنی وغیرہ کھولنا (دوسری سلطنت کے دائرہ
 اثر کے اندر) نہ حاصل کرے گی۔ میجر اسٹوٹس کا تقرر کوئی اجارہ نہ تھا
 اس لئے کہ میجر اسٹوٹس نہ کوئی بینک تھے نہ ریل کی سڑک اور نہ کسی تہذیبی یا تجارتی
 اجارہ کی تعریف میں آ سکتے تھے گورنمنٹ ایران کا اپنی مرضی اور خوشی کے
 ساتھ اس سے نوکری کی خواہش کرنا۔ کسی طرحیہر دولت برطانیہ کے اجارہ چاہنے
 کی تعریف میں نہیں آ سکتا تھا اور اس میں ہرگز یہ معنی نہیں پہنچا سکتے
 تھے کہ دولت برطانیہ اپنے لئے یا اپنی کسی رعایا کے لئے کوئی اجارہ چاہتی ہے
 دوسرا معاملہ اس معاملہ میں یہ ہے کہ دولت برطانیہ نے ابتداً میجر اسٹوٹس
 کے تقرر کو اس معاہدہ کے خلاف خیال نہیں کیا۔ بلکہ جب روس نے مخالفت
 کی تو اس وقت دولت برطانیہ اس کی ہم زبان ہو گئی اس کا ثبوت میں اوپر بیان
 کر چکا ہوں۔ دولت ایران کو یہ حق حاصل تھا کہ اس معاہدہ کی تعمیل یا عمت کو تسلیم
 کئے بغیر یہ کہہ سکتی کہ جس حالت میں معاہدہ کی عبارت بالکل صاف اور واضح ہے
 تو اس میں کسی قسم کے شرح یا استدلال کی گنجائش نہیں۔ سلطنتوں کو جانے
 دیجئے اگر دو شخصوں میں ایسا معاملہ پیش آتا یا اس طرح کا برتاؤ کیا جاتا جو دولت
 برطانیہ نے گورنمنٹ ایران یا صدر المہام خزانہ کے ساتھ کیا تو اسے خلاف روی
 اور بدعاطلی سے تعبیر کرتے۔ سس ایڈورڈ گریس برٹش فارن سیکریٹری
 نے جب سے اب تک کئی دفعہ اس بات کو سمجھانے کی کوشش کی کہ میجر

اسٹوکس کی ملازمت کے بارہ مین جو وہ اپنے وعدہ کی پابندی نہ کر سکے اُس کی وجہ یہ تھی کہ میجر اسٹوکس کا تقرران کی رائے مین اصول معاہدہ کے خلاف تھا۔ معلوم نہیں ”اصول“ سے کیا مطلب ہے۔ کیا المعنی فی بطن المشاعر سمجھا جائے۔

عہد نامہ کی عبارت سے تو کچھ مترشح نہ تھا جس پر کوئی دوسرے معنی یہاں سے جاتے۔ علاوہ برین اگر میجر اسٹوکس کا تقرر معاہدہ کے اصول کے خلاف ہوتا تو دولت برطانیہ اول ہی اعتراض کرتی حالانکہ ایسا نہیں ہوا دولت برطانیہ نے اُن کے تقرر کو اس شرط پر منظور کیا کہ وہ فوج ہندوستان سے مستعفی ہو جائیں۔ اصل یہ ہے کہ روس کا نیم سرکاری اخبار بالخصوص نوووریمیا نے اس تقرر پر بہت کچھ شور مچانا شروع کیا تھا اور غالباً اُس کا یہ فعل روسی فارن آفس کے اشارہ سے تھا۔ چونکہ اُس وقت مراکش کے معاملہ مین دول یورپ کا باہمی کھنچاؤ بہت بڑھ گیا تھا اسوجہ سے سرباڈورڈ گرے کو مجبوراً میجر اسٹوکس کے تقرر کے متعلق اپنے اگلے وعدہ کو واپس لیتے کے لئے کوئی بہانا ڈھونڈنا پڑا اسلئے کہ انہیں ڈر تھا کہ مبادا کوئی ایسی بات ہو جس سے گورنمنٹ روس ناخوش ہو جائے کیونکہ انہیں گورنمنٹ روس کی طرف سے کسی نہ کسی قسم کی مدد کی توقع تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ اگر جرمنی کے ساتھ کوئی جھگڑا پیش آیا تو روس طمانہ کا طرفدار ہوگا۔ چنانچہ ان معاملات کی وجہ سے وہ عجیب و غریب الفاظ یعنی ہول

معاهدہ تراشے گئے جن کی روس سے روس یا برطانیہ ایران کے ہر معاملہ میں اس بہانہ سے دخل دینے کی مجاز ٹھہری کہ وہ اُس کے یا اُن کے اغراض کے خلاف ہوگا۔ یہ اغراض حسب ضرورت بیان کئے جاتے تھے مگر اُس مشہور عہد نامہ میں کہیں صحت کے ساتھ اُن کا ذکر نہیں کیا گیا تھا۔

۹ جولائی یکشنبہ کو متلون المزاج سپہنشاہ صاحب چپ چاپ طہران واپس آئے اور خانہ نشینی اختیار کی۔ بجز خاص خاص رفقا کے اور کسی سے ملتے نہ تھے اور یہ افواہ اوڑالی کہ مجلس اور صدر المہام خزانہ سے انتقام لینے کی فکر کر رہے ہیں کہ انہوں نے اختیارات کیوں سلب کر لئے۔ وہ اختیارات جو ۱۹۰۹ء میں بروز شمشیر انہوں نے حاصل کئے تھے۔ اس درمیان میں پرنس سالار الدولہ برادر شاہ معزول بھی ایشیا ٹک کی طرف سے ایران میں داخل ہو گیا اور بغداد کے گرد و نواح میں بکروسی قبائل کو جمع کرنا شروع کیا کہ تخت ایران حاصل کرنے کی دوبارہ کوشش کرے۔ سرکاری فوج جو ہمدان میں تعینات تھی وہ اس قابل نہ تھی کہ اُس کا مقابلہ کرتی۔ اب حالت ایسی ابتر ہو چلی کہ آخر مجبوراً مین نے نائب السلطنہ سے عرض کیا کہ اگر اس کا فوراً تدارک نہ لیا گیا تو نتیجہ بہت ہی ہوا ہوگا۔

مرچشمہ باید گرفتن بہ نیل چو پُرشد نہ شاید گرفتن بہ پیل
موسیو مارنارڈ جو کچھ مجھ سے کہہ گئے اب تک انہوں نے اُس کی تعمیل

مہین کی۔ آخر میں نے مجبوراً پہلی جولائی کو اُن کے نام اس مضمون کا تار دیا اور ایک مراسلہ بھیجا کہ اگر آج چار بجے تک کل رقوم محصول خانہ جات جو بینکوں میں جمع ہیں میرے نام منتقل نہ کی گئیں تو مجبوراً میں اس خلافت ورزئی کی اطلاع مجلس کو دو گنا گرتا رہو پختے ہی انہوں نے جواب دیا کہ کل رقوم محصول خانہ جات جو بینک میں جمع ہیں آپ اپنے قبضہ میں لے لیجئے اور اُن کے جوابی تار کو وثیقہً پیش کر دیجئے۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں روسی بینک صدر المہام خزانہ کی تحقیر کی غرض سے رقوم میرے نام منتقل نہ کرے اور روسی قرضہ کی بابت جو قسط آج واجب الادا ہے وہ وقت پر نہ پہنچ سکے۔ میں سید ہا بینک کو گویا وہاں کے منیجر سے ملا اور اس امر کا اطمینان کر لیا کہ کل رقم بعد وضع رقم قسط میرے نام بینک میں جمع کر دی گئی ہے۔

اسی عرصہ میں میں نے مجلس میں بعض تجاویز اور اہل امریکہ کو بلانے کے متعلق پیش کئے اور مجلس نے سب کو منظور کیا اب میں اس فکر میں تھا کہ اچھے آدمی انتخاب کر کے بلاؤں۔ اس درمیان میں سفیر برطانیہ نے مجھے کئی خط بھیجے کہ فوجی پولیس کے لئے سویڈش افسر مقرر کر لیا جائے یا اگر میجر اسٹوکس ہی کو رکھنا منظور ہے۔ تو ایران کے جنوبی حصہ میں وہ تعینات کئے جائیں۔ سفیر برطانیہ کی یہ دو دنوں تجویزین عملاً بے سود تھیں۔ سویڈش افسر نہ فادہ سی زبان جانتا تھا اور نہ ملک کی حالت سے واقف تھا۔ اب یہی دوسری تجویز اس کے متعلق

دولت ایران پہلے ہی سے قطعاً انکار کر چکی تھی کہ جو تقسیم ملک روس و برطانیہ نے قرار دی ہے اور دائرہ ہمارے اثر قایم کئے ہیں انہیں ہرگز تسلیم نہ کرے گی۔ چنانچہ جسوقت میجر اسٹوکس کا مسئلہ تقریر مجلس میں پیش ہوا تو اسوقت مجلس نے یہ اعتراض کیا کہ ان کی تعیناتی کے متعلق حسب منشاء دولت برطانیہ عمل کرنا تو نہ ہوگا۔ اگر دولت برطانیہ یہ چاہے گی کہ جنوبی حصہ ملک میں وہ تعینات کئے جائیں تو اس سے یہ مطلب ہوگا کہ ہم اُس تقسیم کو منظور کرتے ہیں جو یہ دونوں سلطنتیں خواہ مخواہ ہم سے تسلیم کرانا چاہتی ہیں۔

۱۷ جولائی کو مین نے ایک تحریر دیکھی جو ایک ڈپلومیٹک افسر کے نام سفیر برطانیہ نے بھیجی تھی اور جس میں ایک تار کا مضمون درج تھا جو برٹش فارن آفس سے سفیر برطانیہ متعینہ طہران کے نام آیا تھا۔ اس مضمون میں سفیر برطانیہ کو ہدایت کی گئی تھی کہ محصلہ لختہ جات جنگی کی نگرانی کے جھگڑے میں انکو چاہیے کہ روسی گورنمنٹ کا ساتھ دیں۔ اس کے بعد مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا کہ سفیر برطانیہ کے پاس سر ایڈورڈ گرے کا ایک مراسلہ بھی آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ آج کل یورپین سلطنتوں کے باہمی تعلقات کی عام حالت ایسی نازک ہو رہی ہے کہ مجبوراً گورنمنٹ برطانیہ کو بجز اس طرز عمل کے اور کوئی چارہ نہیں۔ مین نے یہ بھی سنا کہ اس مراسلہ کے آنے سے سفیر برطانیہ بہت متروک ہوئے اور مجبوراً انہیں اس کے مضمون سے

اپنے ایک شریک کو اطلاع دینا پڑا۔

۱۸ جولائی کو جب مجھے سرکاری ذرائع آمدنی کا کچھ علم ہو چلا تو اس وقت دفعتاً ایک نیا متوحش واقعہ پیش آیا وہ واقعہ یہ تھا کہ اسی دن شب کو ہمارے پاس اس مضمون کا ایک تار آیا کہ محمد علی شاہ مغزول جو گورنمنٹ روس کی نگرانی میں بمقام آڈیٹر سکونت پذیر تھا مع چند ہمراہین گے گیش ٹیمین آگیا ہے یہ مقام بحر سپین کا ایک بندرگاہ روسی سرحد کے قریب خاک ایران سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ خبر بہت ہی متوحش تھی۔ جب سے شاہ مغزول کے بھائی

۱۵ اخبار لندن ٹائمز کے نامہ نگار نے جو خبر ۸ جولائی کو بھیجی وہ یہ تھی۔

شاہ مغزول محمد علی مع اپنے چھ سپاہیوں کے گیش ٹیمین آگیا ہے ان ہمراہین میں اس کا بھائی شماع السلطنہ اور بد معاش امیر بہادر جنگ بھی شامل ہیں۔ محمد علی کا ارادہ ہے کہ جمہرات کو استرا آباد پہنچے جہاں آج کل کوئی گورنر نہیں ہے۔

جب سے شاہ مغزول آڈیٹر سے ویانا کو روانہ ہوا متواتر یہ افواہ گرم ہوئی کہ وہ قریب ایران واپس آتا ہے۔ گورنمنٹ ایران نے ان افواہ کی طرف روس کو توجہ دلائی اور یہ بیان کیا کہ شاہ کے ایجنٹ ارشد الدولہ کا ایران میں آنا بہت مشتبہ ہے افواہ ہے کہ ایک غلط پاسپورٹ (پروانہ راہداری) کے ذریعہ سے وہ ابھی حال میں بہت سی زمینیں اور کارٹوس لیکر باکو سے آیا ہے۔ گورنمنٹ روس نے ایران کو کسی قسم کی مدد دینے سے انکار کیا۔ ارشد الدولہ اسی طرح ترکمانوں کو ساتھ ہی میں چلا گیا۔ قریب یک سال سے ترکمانوں کے ساتھ شاہ مغزول

اور وزیر جنگ کے تفویض ہوئی۔

باوجود اس اظہار دلیری اور بہمت کے کل طہران میں ایک ہل چل مچی تھی دستور یون کو یہ ڈرتھا کہ شاہ معزول روسیوں کی مدد سے پھر تخت پر بٹھادیا جائیگا اور سارا شہر لوٹنے کے لئے ترکمانی قبائل کے حوالہ کر دیا جائیگا جو شاہ کے ہمراہ آرہے ہیں۔ شاہی ہوا خواہ الگ ترسان تھے اور انہیں یہ اندیشہ تھا کہ دستوری حکومت ان سے انتقام لے گی اور جب چاہے گی انہیں گرفتار کر کے سزا دیگی۔

اس وقت ایران میں دراصل کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی اور جو کچھ تھی اس کا وجود محض کاغذی تھا۔ فوجی پولیس جو پایہ تخت میں تعینات تھی اس کی تعداد اٹھارہ سو سے زیادہ نہ تھی اور وہ بھی اچھی طرح مسلح نہ تھے۔ اس کے علاوہ یہ فوجی پولیس طہران میں امن قائم رکھنے کے لئے ضرور تھی۔

اب خبریں آنا شروع ہوئیں کہ شمالی مشرقی سرحد کے ترکمانی قبائل شاہ معزول کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو رہے ہیں اور عجب نہیں کہ چند ہفتہ میں شاہ معزول ان لوگوں کے طہران کے چھاٹک پر آ پہنچے۔

شاہ معزول کا بہائی سالار اللہ ولد ہمدان کی طرف بڑھ رہا ہے جہاں اس نے ہزار ہا کرومی قبائل جمع کر لئے تھے۔ ایسی حالت میں کونسل وزیر اکو دہرے خطرہ کا سامنا تھا اور مائے خوف کے سب کے اوسان خطا تھے۔

اب تک تو گورنمنٹ نے کسی قدر مستعدی اور استقلال دکھایا تھا مگر جب خطرات بڑھنے لگے تو گورنمنٹ کا شیرازہ یکجہر گیا اور چند روز میں یہ حالت ہوئی کہ کوئی گورنمنٹ ہی باقی نہ رہی بلکہ چند لوگ رہ گئے جو بڑی ہمت کے ساتھ سامنے آئے اور اُنہوں نے مصمم ارادہ کر لیا جو کچھ ہو دستور کی حکومت کو ضرور بچائینگے اور ان باغیوں کی سرکوبی کا پورا تدارک کریں گے۔

ان لوگوں میں یفرم خان افسر فوجی پولیس متعینہ طہران جبکا ذکر پہلے آچکا ہے سب سے آگے تھا۔ یفرم خان ایک ترکی ازمنی ہے جو چند سال قبل دشت میں آیا تھا اور وہاں کسی چھوٹی ٹہسی تجارت میں مشغول تھا۔ اُس کے اگلے حالات تو معلوم نہیں مگر عام اعتقاد یہ ہے کہ دشت سے جو مہم آئی تھی اُس کا روح رواں یفرم خان تھا اور سپہ سالار صاحب محض ایک میر فرشتہ تھے۔

۱۹۰۹ء میں جب طہران فتح ہو گیا اور دستوری حکومت کو تسلط نصیب ہوا تو یفرم خان شہر کا کوآل مقرر ہوا اور یہ خدمت یہاں بمقابلہ دوسرے مہذب شہروں کے بہت اہمیت - ذمہ داری اور وقار رکھتی ہے۔

یفرم خان نے فوجی پولیس کو بہت ہی عمدہ طور سے قواعد و ان بنایا اور انہیں اچھے ہتھیاروں سے مسلح کیا۔ دستوری حکومت کو کبھی ایسی فوجی پولیس نصیب نہ ہوئی تھی اور یفرم خان نے تمام شہر میں اعلیٰ درجہ کا

اسن قائم کیا۔ اُس میں ایک خاص صفت یہ تھی کہ لوگ اُس سے بہت رجوع ہوتے تھے اور اس کی وفاداری کا دم بھرتے تھے۔ گو وہ معمولی لیاقت کا آدمی تھا مگر اُس کے معلومات بہت وسیع تھے اور اُس میں خدا داد فوجی قابلیت تھی اور نہایت جرمی اور دلیر تھا۔

ایسے نازک وقت میں یفرم خان اہل ایران کے آڑے آیا۔ گو وہ عیسائی تھا اور عیسائی ہونے کی وجہ سے مسلمان اُسے کا فر سمجھتے تھے۔ مگر باوجود اس نقص کے اور باوجود اُس حسد کے جو اُس کے ذمی اختیار ہونے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں تھا سب نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ اگر کوئی شخص شاہ معزول کی فوجوں کا مقابلہ کر کے شہر کو بچا سکتا ہے یا دستوری حکومت کے وجود کو قائم رکھ سکتا ہے تو وہ یہی یفرم خان ہے

۱۹ جولائی کو صمصام السلطنت مارشل لا کے اعلان کی رو سے بحیثیت وزیر جنگ طہران کے فوجی گورنر مقرر ہوئے اور انہیں گویا اپنے کل اہل ملک کی جان و مال کا اختیار ہو گیا۔

پہلی تجویز یہ ہوئی کہ شاہ معزول کے کل ہواخواہ اور سازشیں جو شہر میں باقی رہ گئے ہیں فوراً گرفتار کر لئے جائیں تاکہ وہ دستوری حکومت کے خلاف رعایا کو درغلان نہ سکین چنانچہ تیس چالیس آدمیوں کی ایک فہرست تیار کر کے نائب السلطنہ کو دکھائی گئی بعد ازاں لغرض تعمیل یفرم خان کے حوالہ کی

۲۰ جولائی کو نائب السلطنت نے مجھے بلا بھیجا اور ویر تک موجودہ حالت کی نسبت گفتگو کی۔ میں نے یہ رائے دی کہ کچھ فوج شاہ کے مقابلہ کے لئے فی الفور طہران سے روانہ کی جائے اس کا اخلاقی اثر اُن لوگوں کے دلوں پر جو یہ شبہ کر رہے ہیں کہ ستوری گورنمنٹ شاہ معزول کا مقابلہ نہ کر سکے گی بہت اچھا ہوگا۔ نائب السلطنت نے میری اس رائے کو پسند کیا اور مصمم السلطنت و یفرم خان کو میرے ساتھ مشورہ کرنے کی ہدایت کی۔

میں نے نائب السلطنت کو اور یہ رائے دی کہ مجلس فوراً ایک قانون پاس کرے جسکی رو سے شاہ معزول اور اس کے دونوں بھائی جنہوں نے گورنمنٹ کے خلاف تلوار اٹھائی ہے باغی قرار دے جائیں اور اُن کی گرفتاری یا قتل کے لئے انعام مقرر کیا جائے۔ نائب السلطنت نے اس تجویز کو بہت پسند کیا اور وعدہ کیا کہ کبٹ وزرا اور مجلس کو مجبور کر کے ایسا حکم جاری کرائیں گے۔ نائب السلطنت نے یہ بھی بیان کیا کہ بہت سے اور مشہور بد معاش جو شاہ کے ہوا خواہ ہیں ایک آدھ دن میں یفرم خان کے ہاتھوں سے گرفتار ہو جائیں گے۔ میں نے کہا کہ اُن کی گرفتاری فی الفور ہونی چاہیے اس معاملہ میں جتنی تاخیر ہوگی عامہ خلایق کی گہرا ہٹ خوف اور شبہ زیادہ ہوگا۔

اسی دن صبح کو ایک معتبر ذریعہ سے مجھے معلوم ہوا کہ گورنمنٹ برطانیہ کی



PRINCE SHUAU'S-SALTANA, BROTHER OF MUHAMMAD ALI.

The confiscation of the Prince's estates by the Constitutional Government was made the subject of the first Russian ultimatum. A price of 25,000 tumans (\$22,500) was put on his head by the Persian Medjlis.

کو بعض بد معاشوں کی گرفتاری کے لئے دیا گیا تھا۔ اب طہران کے لوگ سپہدار کی وفاداری کی نسبت بہت بدگمان ہو گئے اور کینٹ وزرا کا علاؤ کوئی وجود ہی نہ رہا۔

۲۱ جولائی کو صمصام السلطنتہ سے مجھ سے گفتگو ہوئی اور انہوں نے بیان کیا کہ دو ہزار بختیار یون کو حکم دیا گیا ہے کہ فی الفور اصفہان میں جمع ہوں اور طہران کی طرف کوچ کریں۔ اس کوچ کے لئے دس روز درکار ہونگے میں نے فوراً بذریعہ تار بختیار می سردار کے پاس روپیہ بھیجا جو اصفہان کا گورنر تھا اور یہ ہدایت کی کہ اس سے ابتدائی اخراجات ادا کئے جائیں۔ صمصام السلطنتہ نے یہ وعدہ کیا کہ کونسل وزرا اور مجلس کو اس بات پر مجبور کرینگے کہ اس مضمون کا ایک عام اعلان دیا جائے کہ جو کوئی محل علی کا سر لاسے گا اسے ایک لاکھ تومان دے جائیں گے۔ اور جو کوئی سالار الدولہ اور شجاع السلطنتہ کے سر لائیں گے ہر ایک کو پچیس پچیس ہزار تومان انعام دیا جائے گا۔ وزیر جنگ کو اس تجویز سے ایسا جوش تھا کہ انہوں نے یہ آمادگی ظاہر کی کہ اگر مجلس رقم انعام کے بارے میں کچھ پس و پیش کرے گی تو وہ خود اپنی ذاتی جاگیر سے اس قدر روپیہ کا بندوبست کر دیں گے۔

صمصام السلطنتہ ساٹھ برس کے بوڑھے تھے لیاقت معمولی رکھتے تھے مگر خاندانی تفاخر بہت تھا۔ ول کے صاف اور سیدھے تھے اسی وجہ

سے بہت جلد اپنے بھائیوں کی سازش سے متاثر ہو جاتے تھے۔ اس وقت جو غیر معمولی ذمہ داری اُنکے سر پر تھی وہ چاہتے تھے کہ نیک نامی کے ساتھ اسکو انجام دین۔ اُن کے بھائی سردار اسد چند ہفتے ہوئے یورپ روانہ ہو چکے تھے چنانچہ اب ایران میں بختیار می قباہل کی سرداری صرف صمصام السلطنت کے سر تھی۔

اٹناے گفتگو میں اُنہوں نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ میں دستوری حکومت کا ایسا ولدادہ ہوں کہ آج ہی صبح کو میں نے نائب السلطنت سے کہا کہ آپ ایک ایلچی کی حیثیت سے محل علی کو پاس جائیے اور اس سے ملکر ایک پستول سے اُس کا کام تمام کر دیجئے میں اگرچہ بوڑھا ہوں مگر اُس ظالم کو اپنے ملک سے فنا کرنے کے لئے جان فربشی پر تیار ہوں۔ افسوس ہے کہ نائب السلطنت نے میری اس تجویز کو منظور نہ کیا۔ بعد ازاں صمصام السلطنت نے مجھ سے دریافت کیا کہ آیا بحیثیت ملٹری گورنر وہ حفاظت ملک کے لئے اخراجات کا حکم دینے کے مجاز ہیں۔ میں نے یہ عرض کیا کہ قانون کے رو سے بیشک آپ مجاز ہو سکتے ہیں تب اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ محمد علی اور اُس کے بھائیوں کو قتل کرنے کے لئے کسی کو روانہ کر دو اور اس معاملہ میں اگر ایک لاکھ تومان تک صرف ہوں تو صرف کئے جائیں۔ میں نے اُن سے کہا کہ میری اُسے میں یہ کام اہل فوج اور اہل پولیس کے ذریعہ سے لیا جائے۔ بعد ازاں اُنہوں

نے سپہدار محتشم السلطنت اور معاون الدولہ

کی نسبت اپنی بے اعتباری ظاہر کی اور یہ کہا کہ آئندہ سے میں فوج کی تنخواہ فوج کے معائنہ کے بعد دیا کروں اور محض دفتر جنگ سے ہر ادروا پیش ہونے پر ادا نہ ہوا کرے اسکے یہ معنی تھے کہ ماہانہ بیالیس ہزار تومان جو صرف ہوتے تھے وہ تخفیف ہو کر بارہ ہزار تومان رہ جائیں۔

اس عرصہ میں بہت سے شاہ کے ہواخواہوں نے بھاگ کے زرگندہ بین پناہ لی جہاں روسی سفارت خانہ تھا۔ اور وہاں سے ان بد معاشرانوں نے دستور کی حکومت کے خلاف سازش کرنا شروع کیا۔

اس وقت طہران میں چھ سو بختیار یوں کی ایک مختصر سی فوج تھی۔ یہ فوج گو بختیار ہی سرداروں کے تزک و احتشام کے لئے رہتی تھی مگر اسکی تنخواہ گورنمنٹ دیتی تھی۔ یہ لوگ شاہ کے مقابلہ میں جانے کے لئے آمادہ ہوئے۔

یغزم خان نے بالکل راز میں شاہ معزول کے مقابلہ میں ایک مہم بھیجنے کا منصوبہ مجھ سے بیان کیا اور اُس کے ساتھ ہی یہ کہا کہ ہرگز کسی وزیر کو اسکی خبر نہ ہو ورنہ معاملہ بگڑ جائے گا۔ اسلئے کہ اُن میں کوئی اعتبار کے قابل نہیں۔ اُس نے کہا کہ اُسکے سپاہی اسٹائیڈر توپوں میں کارتوس بھرنے کی مشق کر رہے ہیں اور یہ کام خاص معتبر سپاہیوں کے حوالہ کیا ہے اسلئے کہ قزاق بریگیڈ سے جو توپیں ماخہ آئی ہیں۔ جب تک اُن توپوں کی نسبت اپنا پورا اطمینان نہ ہونے لے

فوج کے ساتھ ہینن بھیج سکتا۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ سپہمدار اس قابل ہے کہ اُسے پچاسویں ویجاے یا گولی سے مارا جاوے اور اُسے اس بات پر بہت ہی غصہ آتا ہے کہ مجلس نے اب تک میجر ہا سی کے لئے ایک قلیل رقم پنشن منظور نہیں کی۔ میجر ہا سی ایک جرمن ہیں جو سیکرین توپ اور بند و قون کی تعلیم میں بڑے ماہر خیال کئے جاتے ہیں اور ایک سال قبل جب وہ میرے زیر حکم جنگ میں مشغول تھے تو اُس وقت زخمی بھی ہوئے اس مہم کے لئے جو اسلوا آباد جا رہی ہے میجر ہا سی کی بہت ضرورت ہے مگر اُن کے ساتھ اب تک جو سلوک ہوا وہ بہت قابل افسوس ہے چونکہ وہ یہاں صرف توپ خانے کے معلم ہیں لڑائی میں اُن کا شریک ہونا یا ہونا خود اُن کی اختیاری چیز ہے میں نے یفرم خان سے کہا کہ میں اُن کی پنشن کا انتظام کر دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ یفرم خان کے ساتھ جانے پر راضی ہو گئے میری رائے میں اس وقت ایران کے مہبان وطن میں جو شخص سب سے زیادہ قابل تعریف ہے وہ نواب حسین قلیخان ہیں۔ وہ محض اپنی اعلیٰ قابلیت اور عمدہ خصائل کی بدولت اعلیٰ مرتبہ کو پہنچے تھے اور ایران ہی پر کیا مخصوص ہے ایسا شخص ہر جگہ اور ہر حالت میں اس رتبہ کو پہنچ سکتا۔ وہ وزیر امور خارجہ تھے مگر سالہا میں برطانیہ اور روس کے ہتک آمیز برتاؤ کی وجہ سے اُنہوں نے اپنی خدمت سے علیحدگی اختیار کی اور اُس وقت سے برابر ہر پو لٹیکل



HUSAYN KULI KHAN, NAWWAB.
Ex-Minister of Foreign Affairs, and leader of the Constitutionalists in Persia.

خدمت کو منظور کرنے سے انکار کرتے رہے مگر اُس کے ساتھ ہی دن رات اپنے ملک کی ترقی کی کوششوں میں مشغول تھے اُن کا سن تقریباً پچھین برس کا ہو گا۔ صورت نہایت وحیہ اور رعب دار تھی اور یورپ کے تعلیم یافتہ تھے۔ انگریزی۔ فارسی۔ اور فرینچ بلا تکلف بولتے تھے۔ اور سب سے زیادہ جو بات قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ اپنے خانگی اور سرکاری معاملات میں نہایت ایماندار اور راست باز مشہور تھے۔ پولیٹیکل معاملات میں اُن کے خیالات جمہوری تھے۔ چنانچہ ایران میں جمہوری گروہ کے وہ رہنما کہلاتے تھے۔ گو مجلس کے اکثر دوسرے اراکین بھی بڑے ڈماکریٹ (جمہوریت پسند) مشہور تھے جب تک میں طهران میں رہا میں نے ہمیشہ اُن کو ایک عالی خیال محب قوم پایا اور وہ اپنے ملک کے بہبودی کے لئے دل و جان سے کوشاں رہے۔

نواب حسین قلی خان کے مکان میں گفتگو ہوئی اور یفرم خان نے مجھ سے بیان کیا کہ آج ہی صبح کو کونسل و ذرا کے پاس سے بیٹن شاہی ہوا خواہوں اور شادشین کی گرفتاری کے لئے حکم آیا ہے جسکی بنا پر میں چاہتا تھا کہ اُن لوگوں کو گرفتار کروں کہ اتنے میں سپکھلار نے (جو اب تک برلن نام وزیر اعظم ہیں) مجھ سے ٹیلیفون میں کہا کہ اس حکم کی تعمیل ابھی ملتوی رہے۔ ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ یفرم خان کے ایک افسر نے اُس کے یہ اطلاع دی کہ پولیس نے ایک شخص مسمی نظام السلطنہ کو مع اور شاہی ہوا خواہوں

کے گرفتار کیا ہے مگر وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ سپہدار کے حکم سے وہ مجاہدین کی ایک فوج تیار کر رہے ہیں۔ یفرم خان نے کہا کہ غالباً سپہدار کے پاس سے ابھی حکم آتا ہوگا کہ اُن لوگوں کو رہا کر دو اگر میں نے رہا نہ کیا اور سپہدار کے حکم کی تعمیل نہ کی تو وہ بعض ملاؤں سے کہہ کر میرے لئے کفر کا فتویٰ جاری کرادیں گے۔ اور اس طرح بعض مسلمانوں کی نظر میں ایک بڑے شجاع بن بیٹھیں گے۔ یفرم خان کی رائے یہ تھی کہ سپہدار فوراً گرفتار کر لئے جائیں مگر وہ انہیں وجہ سے اُن کی گرفتاری میں پس و پیش کرتا تھا۔

اُس کے بعد میری یہ تجویز پیش ہوئی کہ فوجی پولیس خزانہ پر قائم ہو اور اسپر بحث کی گئی۔ یفرم خان نے اہل واقعات کے لاعلمی کی وجہ سے اس تجویز سے اپنی بدگمانی ظاہر کی اور یہ کہا کہ اُسکے عمل میں لانے سے ملک ایران کی تقسیم جو روس اور انگلستان نے قرار دی ہے تسلیم کرنا ہوگا بالخصوص اگر میجر اسٹوکس مقرر ہوئے۔

اس موقع پر یہ انتظام کیا گیا کہ مجاہدین کا ایک مخصوص رسالہ بنایا جائے اور وہ یفرم خان کے زیر حکم رہے۔

دوسرے دن صبح یعنی تاریخ ۲۳ جولائی صمصام السلطنت اور باب یکمسر اتابک پارک میں ان معاملات پر بحث کرنے کے لئے



SAMSAMU'S-SALTANA.
Head of the Bakhlyari tribesmen, and Prime Minister holding the portfolio of War during most of the time Mr. Shuster was at Teheran.

The men with the round white hats are his personal bodyguard. The men with

میرے پاس آئے۔ صمصام السلطنت نے سپہدار کی بہت شکایت کی اور یہ کہا کہ وہ بڑا دغا باز و نیکمرام ہے اور نائب السلطنت کی نسبت یہ رائے ظاہر کی کہ وہ بڑے کمزور اور متلون المزاج ہیں۔ صمصام السلطنت نے کہا کہ میں نے یہ تجویز کنبٹ وزرا کے سامنے پیش کی تھی کہ شاہ معزول اور اُس کے بہائیوں کی گرفتاری کے لئے انعامات مقرر کئے جائیں مگر کنبٹ وزرا نے مارے ڈر کے اُسے مجلس میں بھیجنے سے پس و پیش کیا اور یہ کہا کہ تجویز بالکل انوکھی اور غیر معمولی ہے اسکے بعد صمصام السلطنت نے بیان کیا کہ انہوں نے اسفہان کو تار و کیر تین ہزار اور بختیاری طہران کو بلائے ہیں۔ کنبٹ وزرا میری مجوزہ تجویز بھی مجلس میں پیش کرنا نہیں چاہتے تھے وہ تجویز یہ تھی کہ جب میجر اسٹوکس کی مدت ملازمت ختم ہو تو انہیں پنشن دیجائے اس لئے کہ ہندوستانی فوج کی افسری سے مستعفی ہونے کی وجہ سے وہاں کی منپشن سے وہ محروم رہیں گے۔

اب طہران کی حالت روز بروز بہتر ہونے لگی بعض لوگوں میں شاہ معزول کی طرفداری کے خیالات بڑھنے لگے۔ نئی کنبٹ وزرا جس سے بہت کچھ عملی امداد کی توقع تھی۔ اُسکے ممبروں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ سپہ سالار محترم السلطنت اور معاون الدولہ علانیہ دوسرے چار اکین سے خلاف ہو گئے۔ بعض مشہور دغا باز بد معاش کہلم کہلا دستوری حکومت کے

خلافت سازشیں کرنے لگے اور وہ گرفتار نہ ہو سکے۔ اسپر طرہ یہ ہوا کہ سپہ سالار
جسکے زیر اثر مجلس کے بہت سے اراکین تھے اُس کے خلاف بھی کوئی قطعی تجویز
عمل میں نہ آسکی۔

میں حکم دے چکا تھا کہ فی الفور پانسو سپاہی فوجی پولیس خزانہ کے لئے فراہم
کئے جائیں چنانچہ بعد کے دو دن اُن کے لئے درمی اور دوسرے سامان کی
تیاری میں صرف ہوئے۔ اس عرصہ میں میں مجلس کے دو لون گروہ سے وقتاً
وقتاً ملتا رہا اور اُن سے بحث و مشورہ کرتا رہا۔ اب اُنہوں نے بھی اس بات
کو محسوس کیا کہ موجودہ حالت کے لئے ضرور ہے کہ کوئی قطعی امر اختیار کیا جائے۔
آخر کار ۲۵ جولائی کو اراکین مجلس نے بغلیہ ارار یہ طے کیا کہ سپہ سالار
اور محنتیں السلطنت موقوف کئے جائیں اور فوراً نائب السلطنہ کے
ہاں چند اراکین کو بھیجا کہ وہ ان دو لون و زرا کا استعفا منظور کر لیں چنانچہ ایسا
ہی ہوا۔ اب ذرا میدان صاف ہوا اور دستوری حکومت کی تائید میں ایک
نئی کابینہ قائم ہوئی۔

مجدد الملک و لہ جو کہ یقیناً خان کے آدمیوں نے دو دن پہلے
گرفتار کیا تھا۔ اور فوجی قانون کے حکم سے اُسکو پہانسی دینا قرار پایا تھا
اور یہ طے ہو گیا تھا کہ پچیسویں کو اُسے پہانسی دی جائے گی کہ اتنے میں
سرس جارج بار کلسیفر برطانیہ نے گورنمنٹ ایران کو لکھا کہ اس

شخص کے معاملہ میں باقاعدہ تحقیقات ہونی چاہیے اور اشارتاً یہ ذکر کیا کہ
اُس کا قتل دولت برطانیہ کو ناگوار ہوگا۔ اس کے وجہ یہ بیان کئے گئے کہ
مجدالدولہ شل سفیر برطانیہ سی ایم۔ جی کا خطاب یافتہ تھے۔

اس دخل وہی کا بہت بڑا اثر ہوا اور اس کی وجہ سے بہت سے بزدل
لوگوں کو یہ یقین ہو گیا کہ گورنمنٹ برطانیہ اور گورنمنٹ روس خفیہ شاہ معزول
کے طرفدار ہیں۔ یہاں تک کہ یفرم خان نے بھی اس بات کو مان لیا مجدالدولہ کی
گرفتاری میں ایک پولیس اور دو نوکرین میں ایک عورت بھی تھی مارے گئے
۲۶ جولائی کو ایک نئی کبٹ مقرر ہوئی جو حسب ذیل دزد اسے مرکب
تھی۔ صمصام السلطنۃ وزیراعظم وزیر جنگ و نوق الدولہ وزیر
امور خارجہ حاکم المملک وزیر مال مشیر الدولہ وزیر عدالت
علاء السلطنۃ وزیر تعلیمات قوام السلطنۃ وزیر داخلہ
دبیر المملک وزیر پوسٹ و ٹیلیگراف۔

دوسرے دن یہ خبر آئی کہ ہچل علی کی فوج کا ہراول شاہ رود کے
قریب پہنچ گیا ہے۔ یہ مقام طہران کے شمال و شرق میں حذیل کے فاصلہ
پر واقع تھا نہ میرٹیکس ہلکٹر جو وہاں تعینات تھا اُس نے بھی مجھے اس معین
کا تار دیا کہ اُس کے نام پر شجاع السلطنۃ کے پاس سے حکم آیا
ہے کہ بہت جلد ٹیکس تحصیل کر کے نئے گورنر کے حوالے کرے جو شاہ معزول

نے مقرر کیا ہے اگر اس کے خلاف عمل ہوگا تو سزا سے موت دی جائے گی۔
 اس وفادار شخص نے جو دستوری حکومت کا سچا سدید تھا خود اپنے ہاتھ سے
 یہ تار دیا اور مجھ سے التجا کی کہ میں اُس کا کچھ جواب نہ بھیجوں اسلئے کہ اگر میرے
 پاس سے اُس کے نام کوئی تار جائیگا تو وہ اُس کی موت کا باعث ہوگا۔ دوسرے
 دن اُس نے پھر تار دیا کہ چار سو ترکمان سوار دفعتاً شاہ رود میں آگئے اور کل
 سرکاری دفاتر اور نیز اُسکے گھر کو لوٹ لیا اس نے مشکل مع اپنے اہل و عیال
 کے بہاگ کر ایک ارمینی دوست کے گھر میں پناہ لی۔

۲۸ جولائی کو کل وزرا نے میجر اسٹوکس کے معاہدہ پر دستخط کئے اور میں نے
 میجر اسٹوکس کے نیشن کا انتظام اس طرح کیا کہ اُس کے لئے امپیریل
 بینک سے پرامیسری نوٹ خرید لئے۔

اسی دن مجلس کے ایک رکن صاحب ایک ایرانی فدائی کو میرے پاس
 لائے جبکہ نام ظاہر کرنے کی ضرورت نہین اور مجھے اطلاع دی کہ اس شخص
 نے ابھی ابھی اُن سے یہ بیان کیا کہ وہ ایک روسی وائس کونسل متعینہ طہران
 کے پاس سے آ رہا ہے جس نے اُسے اس بات کی ترغیب دلا کر آمادہ کیا کہ
 کہ اگر وہ مسٹر شوستر کو زہر دیدے یا گولی سے مار ڈالے تو روس اُسکی حمایت کرے گا۔
 اور بچا لے گا۔ روس میرے قتل کا درپے اسلئے ہوا ہے کہ میں ایران میں اُس کے
 منصوبے نہین چلنے دیتا۔ اصل غرض جس لئے روسی کونسل جنرل نے اس

شخص کو باریابی کا موقع دیا یہ تھی کہ یہ شخص محل علی کے پاس ایک خفیہ پیام لے جائے
اس واقعہ کا سچ ہونا کوئی غیر ممکن امر نہ تھا مگر میں نے اُسکو دبا دیا اس لئے کہ اُس کے
انکشاف سے میرے کام میں اور خلل پڑے گا۔

اس واقعہ کے تھوڑے دن بعد ایک اور ایرانی نے جس کا نام فراج اللہ
خان تھا دربار میں اپنے بعض احباب سے یہ ذکر کیا کہ میں اُس گروہ کا ایک رکن
ہوں جو صنیع الدولہ کی طرح مسٹر سوشتر کو مارنے کے لئے
مقرر ہوا ہے۔ بعض لوگوں نے اس گفتگو کو سن لیا اور یفرم خان کی
پولیس کو اس کی خبر کر دی۔ پولیس نے فراج اللہ خان کو گرفتار کر کے
پابہ زنجیر کیا اور خوب تازیانہ لگائے۔

۲۹ جولائی کو مجلس سے حسب ذیل اعلان جاری ہوا کہ جو کوئی محل علی
کا سر لائے گا ایک لاکھ تومان انعام پائے گا اور جو کوئی اُس کے دونوں بھائیوں
کے سر لائے گا ہر ایک پچیس ہزار تومان انعام پائے گا۔ چنانچہ اس اعلان کی
نقل ذیل میں درج ہے۔



شہر شعبان ۱۳۲۹ھ

بحسب راسے مجلس مقدس اعلان میشود۔ کسانیکہ محمد علی میرزا را
اعدام یاد سنگیر نمایند یکصد ہزار تومان بانہا دادہ میشود۔
کسانیکہ شاع السلطنۃ را اعدام یاد سنگیر نمایند بیست و پنج ہزار تومان
بانہا دادہ میشود۔

و نیز احتیاط میشود کہ اگر داد طلبان خدمات مزبورہ بعد از انجام خدمت
کشہ شدند مبلغ ہاسے فوق الذکر بہمان نسبت بورثہ انہا دادہ خواہد
شد و این مبلغ در خزانہ دولت موجود است و بعد از انجام خدمت نقد
بانہا پرداختہ میشود۔

محل امضا حضرت رئیس الوزراء

یہ سچا سوکس کی پیش بھی مجلس سے منظور ہو گئی اور اسی شام کو سفیر روس

وزیر خارجہ کے دفتر پر آئے اور یہ کہا کہ میجر اسٹوکس کے معاہدہ پر دستخط نہ کئے جائیں
 اگر ایسا ہوگا تو گورنمنٹ روس کی طرف سے ایک بڑے معاوضہ کا مطالبہ ہوگا۔
 وزیر امور خارجہ بیچارے ایسا ڈر گئے کہ انھوں نے مجھے اس مضمون کا خط لکھا کہ
 تجویز اُس وقت تک واجب التعمیل نہیں ہے جب تک کہ اُس پر نائب السلطنۃ
 کے دستخط نہ ہوں۔ حالانکہ یہ بات بالکل لغو تھی۔ ایران میں دفتری رعب و داب
 جانے کے لئے اس طرح کی ظاہری کارروائیاں اکثر ہوا کرتی ہیں۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ پہلے جو بند وقین اور کارتوس سپہ سالار نے گورنمنٹ
 روس کے ذریعہ سے منگائے تھے انہیں پہنچ گئے اور وہ رشتہ کے
 راستہ سے طہران میں لائے جا رہے تھے۔ یہ ہتیار ایسے وقت میں پہنچے گئے تھے
 کہ ان کے تلف ہونے کا بہت احتمال تھا اسلئے کہ شاہ معزول کے جاسوس تمام
 پھیلے ہوئے تھے۔ مگر بابے خیر ہوئی کہ ان کے ہاتھ نہ لگے اور بہت سے صندوق
 جن میں سات ہزار بند وقین اور چالیس ہزار کارتوس تھے بحفاظت قزوین پہنچ
 گئے۔ ان کے آنے سے طہران میں جو سامان جنگ موجود تھا اس میں ایک معقول اضافہ
 ہو گیا۔ اگر یہ سامان نہ آتا تو دستوری حکومت کو بڑی وقت پیش آتی۔ میں نے اُس
 میں سے پندرہ سو بند وقین اور چھ ہزار کارتوس لیکر اپنے اتابک پارک میں رکھ لیے
 تاکہ جب خزانہ کی پولیس کو ضرورت ہو تو انھیں دیدئے جائیں۔ ایران میں ہتیار
 کچھ عجیب طرح پر غائب ہو جاتے ہیں۔ گو ان کے لئے کتنی ہی حفاظت کی جائے

سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اُنہیں پیش نظر رکھے۔

اب تک اس بارے میں کچھ ذکر نہیں کیا گیا کہ گورنمنٹ روس محمد علی کو تحت ایران پر بٹھانے کی کیا کوشش کر رہی تھی۔ روسی عہدہ دار اس معاملہ میں نہ غافل تھے اور نہ اُنہیں احترام تھا۔

گورنمنٹ روس نے باتفاق گورنمنٹ برطانیہ دو سال پہلے اس بات کی ذمہ داری لی تھی کہ شاہ معزول کو اپنے عہد و پیمان پر ثابت قدم رکھیں گے اور اُسے دستوری حکومت کے خلاف کسی قسم کی سازش کرنے کا موقع نہ دیں گے۔ یہ گویا اُس معاہدے کی دفعہ (۱۱) کا مضمون تھا۔ جس پر ۹ ستمبر ۱۹۰۹ء میں گورنمنٹ روس و برطانیہ نے دستخط کئے تھے۔ ایسی حالت میں محمد علی کا اڈیسہ سے نکل کے روسی ملک میں ہو کر روسی جہاز پر سوار ہونے کے تجربہ کپتین سے عبور کرنا اور سرحد ایران میں داخل ہونا کہاں تک واجب تھا۔ گورنمنٹ روس نے نہ اس کا کچھ تدارک کیا اور نہ اُسے دستوری حکومت کے خلاف سازش کرنے یا حملہ آور ہونے میں کچھ مزاحم ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ مع اپنے ہمراہین کے ایک مصنوعی ڈارہی لگا کے روسی پروانہ راہداری کے ساتھ ملک روس میں سے ہو کے گزرا اور سامان حرب یعنی بن دو قین اور زونڈیرو تین بھی ہمراہ لایا جن کے صندوق پر یہ لکھا تھا کہ اس میں سوڈا لیمینڈ وغیرہ ہے۔ اس کے پروانہ راہ داری میں یہ درج تھا کہ وہ بغداد کا ایک سوداگر ہے اور خلیلی

اُس کا نام ہے۔ اس فریب دہی سے روسی عہدہ دار جو پروانہ راہدار سی کے معائنہ کے لئے مقرر تھے وہو کے مین آگئے اور اُسے چھوڑ دیا۔ غالباً گورنمنٹ روس دنیا کو یہ یقین کرانا چاہے گی کہ اُس کا فرض یہ نہ تھا کہ ہر وقت محمد علی کے نقل و حرکت کو بغور دیکھتی رہتی۔ وہ آڈیہ سے اول دینا گیا اور وہاں کچھ عرصہ تک قیام کر کے اس مہم کے لئے ہتھیار خریدے اور تیاریاں کیں۔ بعض واقعات جو وہاں گزرے وہ بعد کو اُس کے جنرل ارشد الدولہ کے بیان سے ظاہر ہو گئے۔ ارشد الدولہ اُس کے ہمراہ ایران آیا تھا اور یفرم خان کی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہو کر گولی سے مارا گیا۔ اُس نے مرتے وقت جو کچھ کہا وہ کل واقعات پر بخوبی روشنی ڈالتا ہے۔

مسٹر مورمانہ نگار اخبار لندن ٹائمز متعینہ طهران جو ارشد الدولہ کے مارے جانے کے وقت موجود تھے بلکہ اُس فوجی کونسل میں بھی شریک تھے جو ارشد الدولہ کو سراے موت دینے کے لئے منعقد ہوئی تھی۔ مسٹر مور ارشد الدولہ کے بیانات حسب ذیل قلمبند کرتے ہیں۔

مین محمد علی سے دینامین ملا۔ روسی سفیر بھی ہم سے ملنے آئے اور ہم نے اُن سے مدد چاہی۔ اُنہوں نے کہا کہ روس ہم کو مدد نہیں دے سکتا۔ روس اور انگلستان نے اس کے متعلق معاہدہ کیا ہے اُس کے خلاف نہیں کر سکتے۔ دونوں سلطنتوں نے اقرار کیا ہے کہ ایران کے اندرونی معاملات میں دخل نہ دیں گے۔ ہم آپ

لوگوں کو کچھ مدد نہیں دے سکتے تو ہم آپ کے خلاف بھی کوئی کارروائی نہ کریں گے۔
 اب آپ بجائے خود اس بات کا فیصلہ کیجئے کہ آپ کو کامیابی کے کیا توقعات
 ہیں اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ایران کے تخت تک پہنچ سکیں گے تو بسم اللہ جائے
 مگر یہ یاد رکھئے کہ ہم آپ کو کچھ مدد نہیں دے سکتے اور اگر آپ نے شکست کھائی
 تو ہم ذمہ دار نہ ہوں گے۔ ہم نے اسکا یہ جواب دیا کہ آپ ہمارے لئے اتنا تو ضرور
 کر سکتے ہیں کہ ہمیں کچھ روپیہ قرض دلا دین اُس نے جواب دیا کہ یہ بھی ممکن نہیں
 گو ہم نے بہت منت سماجت کی اور دوسرے اُس سے ملے مگر ہماری درخواست
 کو اُس نے ناسنطور کیا البتہ اُس نے یہ مشورہ دیا کہ اگر سچ علی کے بعض بھائی
 جو روسی بنیک طہران میں رکھے ہیں اُن کی رسید موجود ہو تو اُس کی کفالت پر قرض
 کا انتظام ہو سکتا ہے۔ مگر چونکہ محمد علی کے پاس کوئی رسید نہ تھی اس لئے کچھ نہ ہو سکا
سسٹر مور اچھی طرح فارسی سمجھتے ہیں لہذا جو کچھ شاہ معزول کے خزانے
 بیان کیا اُسکی صحت میں کچھ کام نہیں۔ جب میں نے لندن ٹائمز مورخہ ۱۴ اکتوبر
 میں اپنا ایک کھلا ہوا خط چھپوایا اور اُس میں اس واقعہ کا ذکر کیا تو گورنمنٹ روس
 نے سرکاری طور پر اس بات سے انکار کیا کہ روسی سفیر نے وینا میں شاہ معزول
 سے یہ باتیں کیں اور اس واقعہ کی تعلیٰ کی کوشش کی۔ کچھ عرصہ بعد جب پارلیمنٹ
 برطانیہ میں یہ مسئلہ پیش ہوا تو روس کے انکار پر بہت ہی مضحکہ اڑایا گیا۔ مجھے بعد کو
 معلوم ہوا کہ روسی انکار ایک حد تک صحیح تھا۔ دراصل روسی سفیر نے وینا میں

شاہ معزول اور اُس کے جنرل سے یہ باتیں نہیں کیں بلکہ سفارت روس کے ایک وکیل کے ساتھ اس طرح کی گفتگو آئی تھی چونکہ ارشد الدولہ نے جو کچھ مسٹر مور کے سامنے بیان کیا وہ فارسی زبان میں تھا اور فارسی میں لفظ سفیر ہر طرح کے سیاسی عہدہ داروں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے مسٹر مور اور نیز دوسرے لوگوں نے جو وہاں موجود تھے خیال کیا کہ ارشد الدولہ کی مراد روسی سفیر سے ہے۔ مگر پھر بعد یہ معلوم ہوا کہ روسی وکیل سفارت جس کے ساتھ یہ گفتگو ہوئی تھی وہ موسیو ڈی ہارٹ وگ تھے جو اول طہران میں سفیر رہ چکے تھے اور محل علی کو تخت طہران پر قبضہ رکھنے میں بہت مدد دی تھی یہ حضرت اب بکر ٹیپین روسی سفیر مقرر تھے۔ اور وہاں سے کئی دفعہ شاہ معزول اور ارشد الدولہ سے ملنے کی غرض سے دینامین آئے تھے۔ یہ واقعات مجھے اُس وقت معلوم ہوئے جب میں گزشتہ جنوری میں ایران سے واپس آ رہا تھا اور دینامین میں کچھ دیر ٹھہرا تھا۔ چنانچہ شاہ معزول مع ہمراہین و سامان جنگ روسی جہاز میں سوار ہونے کے ایک روسی نگرگاہ سے جو باکو کے شمال میں واقع ہے مدعا ہوا اور بحر کسپین کو عبور کر کے گیش ٹیپین جہاز سے اُترا۔

بالفرض یہ مان لیا جائے کہ یہ سارے واقعات غلط ہیں اور شاہ معزول کا اس طور پر آڈیو سے نکل کے یہاں آجانا محض ایک اتفاقی امر تھا اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ سفیر روس متعینہ بکر ٹیپین یا دینامین نے محل علی کے

اس ارادے کی اطلاع روسی وزیر اے کینٹ کو ہین دی مگر اس بات کا کیا
 جواب دیا کہ متعدد مشہادین اس کے خلاف موجود ہیں جن سے یہ صاف ظاہر
 ہوتا ہے کہ گورنمنٹ روس کے اعلیٰ عہدہ داروں کو شاہ معزول کی نقل و حرکت
 اور تخت ایران حاصل کرنے کی کوشش کا حال بخوبی معلوم تھا۔ محمد علی کے
 وارد ہونے سے دس روز پہلے طہران میں ایک ڈنر ہوا تھا جہاں بہت سے
 لوگ مدعو تھے اس ڈنر کے موقع پر روسی سفیر نے یہ بیان کیا کہ چند ہفتہ میں ایران
 کی دستوری حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ گو اس وقت سفیر کے اس بیان پر
 بہت ہی تعجب معلوم ہوا مگر جب ۱۸ جولائی کو یہ خبر آئی کہ محمد علی ایران میں
 وارد ہوا ہے تو اس وقت اس بیان کی حقیقت کھلی۔ شاہ معزول کے آنے
 سے تمام ملک ایران میں روسی سفر کو جو خوشی ہوئی وہ اظہار میں شمس تھی۔
 اُنھوں نے اس خوشی کو چھپانے کی کوشش بھی نہیں کی بلکہ متفقہ و متحدہ
 مختلف صورتوں میں شاہ معزول کے ہوا خواہوں کو اس بات میں یوری مددی
 کہ دستوری حکومت کا استیصال کریں۔ روسی عہدہ دار تو ایران میں اپنا غرض
 پورا ہونیکے لئے محمد علی کو ایک بہترین ذریعہ سمجھتے تھے انہوں نے دیکھا کہ جب تک دستوری حکومت
 قائم ہو انکی حال نہ گلیگی بہتر ہو کہ اس گھر محمد علی کو تخت پر بٹھائیں اور اسکا کانٹیکٹ کیسیا چاہیں گے۔
 ۲۳ جولائی کو گورنمنٹ ایران نے طہران میں کل سفارت خانوں کو مارشل لاپا
 ہونے کی اطلاع دی۔ اکثر سفارت خانوں نے تو معمولی طور سے یہ جواب دیا کہ

عہد نامہ ترک باپنجی کے بعض شرائط کا لحاظ کرنا چاہیے۔ مگر روسی سفیر نے ابتدا ہی سے ایک مختلف اور منافقانہ لہجہ اختیار کیا اور بانٹون کے یہ لکھا کہ روسی سفارت خانہ کو اختیار ہے کہ جسکو روسی رعایا سمجھے اور یہ دیکھے کہ وہ ملک کے موجودہ ہنگامہ میں شریک ہونا چاہتا ہے اسے فوراً گرفتار کر لے۔ اس کی اصل غرض یہ تھی کہ کل ملک ایران میں روسی سفر کو ایک بہانہ ملجائے جسکی بنا پر وہ جس ایرانی کو چاہیں گرفتار کر لیں اور اسے دستوری حکومت کی طرف سے صحن علی کے مقابلہ میں جانے کا موقع نہ دیں۔ اگر انصافاً اس دہمکی کی پوری تعمیل کی جاتی تو سب سے پہلے بہت سے روسی سفیر اور سفارت خانہ کے ملازمین گرفتار ہونے کے قابل تھے۔

دشت مین روسی سفیر نے یہاں تک کیا کہ گورنمنٹ ایران کو اس بات کی اطلاع دی کہ وہ جسکو چاہیگا محض روسی رعایا ہونے کے شبہ پر گرفتار کر لے گا اور اسکی تحقیقات پھر بعد کو ہوتی رہیگی۔ جب ہنگامہ فرو ہو جائیگا۔

ابھی صحن علی کو بیان آئے ہوئے کچھ دن بھی نہ گزرے تھے اور ملک گیری کے لئے اس کے قدم بھی نہ جمنے پائے تھے کہ ۳۱ جولائی کو برطانیہ اور روس کی طرف سے شاہ معزول کے حملہ آوری کے متعلق گورنمنٹ ایران کے نام اس مضمون کا ایک مراسلہ پہنچا۔

چونکہ شاہ معزول بخلاف اس مشورہ کے جو گورنمنٹ برطانیہ و گورنمنٹ روس کی طرف سے وقتاً فوقتاً اسے دیا گیا کہ وہ ایران کے خلاف کسی قسم کی سازش

کرنے سے باز رہے اب ایران میں داخل ہو گیا ہے لہذا ہر دو دول اس امر کا اعلان کرتی ہیں کہ شاہ معزول کو اب کوئی حق اس پٹیشن پائے کا باقی نہیں رہا جو عہد نامہ کے روسے گورنمنٹ ایران نے اس کے لئے مقرر کی تھی۔ لیکن بجلات اسکے گورنمنٹ روس و برطانیہ کا یہ خیال ہے کہ چونکہ شاہ معزول اب ملک طہران میں آگیا ہے لہذا گورنمنٹ روس و برطانیہ کو اس میں دخل نہ دینا چاہیے۔ پس گورنمنٹ روس و برطانیہ اس امر کا اظہار کرتی ہیں کہ اس لڑائی میں جو بد قسمتی سے ایران میں اٹھ کھڑی ہوئی ہے وہ کسی طرح دخل نہ دینگے۔

چنانچہ ایران کی دستوری حکومت کم از کم ایک سلطنت کی مجرمانہ غفلت اور بد عہدی کی وجہ سے خانہ جنگی میں مبتلا ہوئی۔ جب اصل واقعہ معلوم ہو گیا اور دونوں سلطنتوں نے یہ ظاہر کر دیا کہ وہ کسی کی طرف ذاری نہ کر نیگی اس حالت میں بھی گورنمنٹ ایران اپنے تئیں ان وقتوں سے بچا سکتی تھی۔ اگر وہ دونوں سلطنتیں ایما نذاری کے ساتھ اپنے قول پر قائم رہتیں۔ روسی عہدہ داروں نے باوجود اس امر کے کہ گورنمنٹ روس نے صاف صاف اس امر کا اعلان کر دیا تھا کہ وہ کسی کی طرف ذاری نہ کرے گی۔ ایران میں جو برتاؤ کیا۔ وہ حسب ذیل واقعات سے ظاہر ہوگا۔

۲۹ جولائی کو مضمرم سفیر روس متعینہ اصفہان نے وزیر امور خارجہ ایران کو حسب ذیل مراسلہ بڑیا۔

”اس سفارت کو یہ معلوم ہوا ہے کہ گورنمنٹ اصفہان مجتہدین، امراء،
تجار اور عاملین شہر کا ایک بڑا جلسہ کرنے والی ہے تاکہ ایک تار اس مضمون کا
مختلف سفرائے دول خارجہ کے پاس پہنچا جائے کہ یہاں کی رعایا محمد علی
کا آنا پسند نہیں کرتی اور ایرانی اس کے آنے سے سخت ناغض ہیں۔ لہذا
میں قبل از قبل آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ اس معاملہ میں جن لوگوں کو لکھنا
چاہیے لکھ بھیجیے یہ معاملہ ایران اور اہل ایران سے تعلق رکھتا ہے اس بارے
میں شاہی سفارت خانہ روس کو تکلیف دینا بیکار ہے۔“ بعد ازاں اس نے پھر
یہ تحریر بھیجی۔

”محمد علی شاہ کے معاملہ میں آپ بیکار روسی سفیر کو رحمت نہ دیں یہ وزیر امور خارجہ
ایران اور اس کے قائم مقاموں کا فرض ہو کہ اپنی گورنمنٹ کو اس طرف متوجہ کرے
اور اس طرح کے معاملات سے باز رکھے اور اسکا پورا تدارک کرے۔“ ایک
شخص رشید الملک نامی جو اہل ایران سے تھا اور سابق میں صوبہ
اروپل کا گورنر تھا سرکاری فوج کا انسپکٹر مقرر ہوا۔ وہ دغا بازی کے ساتھ ایک
بہت ہی تھوڑے شہسوانیوں کے مقابلہ میں بھاگ کھڑا ہوا۔ شہسوانی
قبائل ہمیشہ سے مغزول شاہ کے طرفدار تھے۔ اسپر بغداد کا الزام لگایا گیا
اور گرفتار ہو کے تبریز میں قید کر دیا گیا۔

۲۷ جولائی کو روسی سفیر کبیر متعینہ تبریز نے گورنر تبریز سے اسکی رہائی چاہی

گورنر نے یہ کہلا بھیجا کہ رشید الملک حسب الحکم دستوری حکومت قید کیا گیا ہے اس پر روسی سفیر نے تین سو مسلح سپاہی گورنر کے مکان پر بھیجے۔ جنھوں نے ایرانی پہرہ والوں کو مار کے ہٹا دیا گورنر کی ہتک کی اور رشید الملک کو رہا کر کے اپنے ساتھ کے گئے۔ چند روز بعد رشید الملک شجاع الدولہ کی باغی فوج سے جالاجو تہرہ پر جملہ آور ہوئے والی تھی۔

گورنمنٹ ایران نے اس واقعہ کے متعلق ایک باقاعدہ اعتراض نامہ سفیر روس کے پاس بھیجا جس کے جواب میں اس نے اس واقعہ کو تسلیم کیا اور اُس کے ساتھ یہ لکھا کہ رشید الملک کو ایک سخت سزا سے بچانا مقصود تھا جو اُس کے لئے تجویز ہوئی تھی۔ اس طرح کا برتاؤ اگر دو مساوی الدرہ سلطنتوں کے ساتھ کیا جاتا تو فوراً جنگ چھڑ جاتی روسی سفیر نے یہ لکھا کہ گورنمنٹ روس کے بعض عہدہ داروں نے رشید الملک کو بچانے کا وعدہ کیا تھا اس لئے روسی فوج جا کر اہنین چھڑا لائی۔ یہ محض بے بنیاد بات تھی اس لئے کہ رشید الملک کے نسبت کسی قسم کی سزا کا حکم ہی نہیں ہوا تھا اور بالفرض اگر سزا کا حکم بھی دیا گیا ہوتا تو سفیر روس اس طرح کی دخل دہی کے ہرگز مجاز نہ تھے۔ یہ شجاع الدولہ کا خطاب رحیم خان لیٹرے نے اختیار کیا تھا جس کا ذکر اس کتاب کی مہدی باب میں آچکا ہے۔ تبریٰ کے نواح میں روسی فوج اُسے برابر مدد سے رہی تھی۔ اور روسی افسر اُس کے پشت پناہ تھے۔ روس کو آذربائیجان میں

اپنی فوج تعینات کرنے کے لئے یہ ایک عمدہ بہانا لگایا تھا (اس کے علاوہ اور بیسیوں واقعوں اسی طرح کے پیش ہو سکتے ہیں جنہیں روسی عہدہ داروں نے ایران کے معاملات میں مخالفانہ دست اندازی کی۔ حالانکہ ایران ایک خود مختار سلطنت تھی جس کے ساتھ روس دوستانہ برتاؤ کا دعویٰ تھا۔ اس طرح کی دست اندازی اگر دو مساوی القوت سلطنتوں میں کی جاتی تو فوراً جنگ کا اعلان دیدیا جاتا۔ اس طرح کا جو واقعہ پیش آیا گورنمنٹ ایران نے فوراً اس کے متعلق سفیر روس متعینہ طهران کو آگاہ کر کے سیاسی اعتراض کیا۔ اور اسی طرح کے اعتراضات سفارت ایران کی طرف سے لندن اور سینٹ پیٹرسبرگ میں بھی کئے گئے مگر گورنمنٹ روس نے مطلقاً اس سے اعتنا کیا اور نہ کسی روسی افسر کو سزا دی۔

تین جلالی کی سہ پہر کو ایک ایرانی فوجی افسر جو بہ ظاہر بہت مشین معلوم ہوتے تھے مجھ سے ملنے آئے اور یہ کہا کہ گورنمنٹ نے انکو اس مہم پر مقرر کیا ہے جو شاہ معزول کے مقابلہ میں جارہی ہے۔ ان صاحب کا نام میرزا محمد علی تھا۔ گو پہلے یہ معز السلطان کے لقب سے مشہور تھے۔ ۱۹۰۹ء میں جو قومی فوجیں بہ ماتحتی سپہدار طهران پر حملہ آور ہوئیں تھیں ان میں یہ بھی شریک تھے اور کچھ بہادری بھی دکھائی تھی۔ جب وہ میرے دفتر میں آئے تو اوپچی بنے ہوئے تھے۔ کئی ہسٹول کمر میں آویزاں تھے اور بہت سے

کار تو سون کے بارگھ میں ڈالے تھے۔ جن کی نقد دین تو سے کم نہوگی۔ آدمی بہت جیسیم تھے اور زر و لمبی بوٹ پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجاہدین کا ایک رسالہ ترکمانوں کے مقابلہ میں لے جانے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ انکے ابتدائی اخراجات کے لئے وزیر جنگ کا دستخطی خط پیش کیا جس میں یہ لکھا تھا کہ چھتیس ہزار تومان انکو دلائے جائیں۔ اس رقم سے خود ان کی ذاتی ماہوار بحیثیت کمانڈر فوج و گورنر آبادی جہان انکے جانے کی بہت کم آمدید تھی۔) دلائی گئی تھی۔ اور اس کے علاوہ دوسرے مصارف کا ذکر تھا جو انہیں پیش آنے والے تھے۔ ان صاحب کو ابھی حال میں گورنمنٹ نے چھ ہزار تومان دلائے تھے اور یہ کہا گیا تھا کہ وہ ضلع کرمان کے گورنر مقرر ہوئے ہیں لہذا یہ ان کی تنخواہ ہے حالانکہ وہ کبھی کرمان نہیں گئے۔ میں نے اس بارے میں کبنت کے ساتھ بہت جت کی اور یہ رقم فیٹے سے انکار کیا مگر پھر مجبور می دینا پڑا۔ اس وقت سے میری روانگی طہران تک جو پانچ مہینے کے بعد ظہور میں آئی برابر اس قسم کے احکامات کبنت کی طرف سے سرکاری خزانہ پر آتے رہے۔ کوئی شخص ایسا نہ تھا جس نے کسی نہ کسی بہانے سے کبنت یا وزیر جنگ کی منظوری حاصل کر کے خزانہ سے رقم کا مطالبہ نہ کیا ہو۔ یہ سلسلہ جو شروع ہوا تو پھر ختم نہ ہوا۔ اصل یہ ہے کہ شاہ معزول کو سگشت دینے کے لئے کبنت اپنے ہوا خواہوں کو روپے

سے خوش کرنا چاہتے تھے۔

اب جیوب سے طہران میں بختیارون کی آمد شروع ہوئی اور ان لوگوں نے روپے کے لئے ایسے مطالبات پیش کئے جو بالکل بیجا تھے۔ مین نے کئی دفعہ کبنت کو اطلاع دی کہ اگر اس طرح خزانہ کی ٹوٹ جاری رہے گی تو میں اپنی خدمت سے استعفا دید ونگا۔ حاکم الملک وزیر فیناں نے بھی بختیار یون کی اس حرکت پر اظہار تاسف کیا اور یہ کہا کہ اگر کبنت ان کے مطالبات کو منظور کرتی رہے گی تو وہ بھی اپنی خدمت سے مستعفی ہو جائیں گے۔ بختیار یون کا پہلا جرم جو طہران پہنچا اسکا سردار ایک نوجوان معیت ہمایون تھا۔ جس نے اس ہم مین بڑی بہادری اور حقیقی حب الوطنی دکھائی۔

تیسری گشت کو سالار الدولہ کرمان شاہ پہنچ گیا اور وہاں تاجرون کو حکم دیا کہ جنگی کام حصول گورنمنٹ کو دینا موقوف کر دیں۔ اور ان سے پچاس ہزار تومان قرض کا طالب ہوا۔ اسی طرح کی درخواست اُس نے وہاں کے بینک سے بھی کی۔ مگر بینک نے صاف انکار کر دیا۔

اب کبنت نے بشمول وزیر اعظم صمصام السلطنت میرے ساتھ بھی مخالفت شروع کر دی اسلئے کہ میں اس سرکاری ٹوٹ کے خلاف تھا اور وزیر اعظم نے صاف انکار کر دیا کہ وہ مجھے حسب وعدہ خزانہ کے لئے فوجی پولیس مرتب کرنے میں مدد نہ دیں گے۔ اور جو بارک اور دوسرا سامان حرب

وزیر جنگ کے قبضہ میں تھا مجھے نہ ولایت ملے گی۔

اس وقت سرکاری فوج میں بہت سے بقیاعدہ بختیاری تھے جو اصفہان اور طہران کے شاہراہ پر پھیلے ہوئے تھے اور خاص طہران میں بارہ سو پولس اور پانسو فوجی پولیس کے سپاہی تھے۔ اس کے علاوہ یقزم خان کا ایک لفٹ جو قزوین میں تعینات تھا اس کے پاس پانسو فوجی پولس کے سپاہی اور دو سو ارمنی مجاہدین موجود تھے جو سپاہی پیشہ کہلاتے تھے۔

آٹھویں اگست کو یہ خبر آئی کہ ارشد اللہ ولد نے سرکاری فوج کو جو طہران کے شمال و مشرق کی طرف دامغان میں تعینات تھی مار کے بھگا دیا۔ سرکاری فوج کے بہت سے سپاہی شاہ معزول کی فوج سے جا ملے جس زمانہ میں سپہدار وزیر جنگ تھے انہوں نے یہ فوج مع دو توپوں کے وہاں تعینات کی تھی۔ یہ توپیں مع اور سامان حرب شاہ معزول کی فوج کے ہاتھ لگئیں۔ اکثر لوگوں کو اس بات کا یقین تھا کہ اس معاملہ میں سپہدار کی سازش ہے اس لئے کہ دستوری حکومت کے ساتھ اس کی مخالفت اب کوئی چھپی ہوئی بات نہ تھی۔

اگست کے مہینہ میں قومی فدا یون کی اکثر فوجیں شاہ کے مقابلہ میں بھیجی گئیں۔ پہلی فتح جو دستوری حکومت کی فوج کو حاصل ہوئی وہ طہران کے شمال و مشرق کی پہاڑیوں میں بمقام فیروزہ کوہ تھی۔ وہاں ایک تنگ

گھائی میں اس نوجوان نخبیاری سردار معین ہایون نے رشید السلطان کی فوج کو شکست دی اور اُسے گرفتار کر لیا۔ اس معرکہ میں رشید السلطان کے ساتھ آدمی مارے گئے۔

پندرہ اگست کی شب کو سالار الدولہ کے آٹھ سو سواروں نے شہر بہان پر قبضہ کر لیا اور وہاں جو باقاعدہ سرکاری فوج تعینات تھی اس نے کچھ مزاحمت کی خود شاہ معزول کی نقل و حرکت کا کچھ پتہ نہ معلوم تھا۔ بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ وہ اس واقعہ سے بہت خائف ہو گیا ہے کہ اس کا سر لانے کے لئے ایک لاکھ تومان مقرر ہوئے ہیں اور بھاگ کے اُس جہاز میں جا چھپا ہے جو اس کے لئے لنگر انداز تھا بلکہ بعض افواہ یہ تھی کہ وہ وہاں سے روانہ ہو گیا ہے۔ اس عرصہ میں یفرم خان چند سپاہیوں کی تھوڑی تھوڑی فوج ان پہاڑی درون کی حفاظت کے لئے بھیجا رہا جو طہران آنے کی راہ میں حایل تھے اور اس کا یہ خیال تھا کہ ایک نوج محمد علی کے عقب میں پیچ کر دریا کا راستہ اس کے لئے مسدود کر دے چونکہ طہران کی حالت بہت نازک تھی اس لئے یفرم خان نے شاہ معزول کے مقابلہ میں اپنا طہران چھوڑنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ اس انتظار میں تھا کہ شاہ معزول کی فوج پایہ تخت کے قریب آئے تو خود حملہ آور ہو۔

گیارہ اگست کو میں ایک دعوت میں گیا جو کرنل بیڈ وز نے گلہک میں دی تھی۔ کرنل بیڈ وز لندن کی ایک کمپنی موسومہ سرس سلگمن براورس

کے ایکٹ تھے۔ اس دعوت میں اور مہمان جو وہاں آئے تھے ان میں مہر جارج
 باز کلس سفیر برطانیہ اور ان کے دوست موسیو پوگلیوسکی کوزیل
 سفیر روس اور مسٹر مورنامہ نگار اخبار لندن ٹائمس بھی تھے۔ ایران
 کی موجودہ حالت پر خوب بحث رہی اور روسی سفیر نے اپنا خیال
 یہ ظاہر کیا کہ شاہ معزول غریب فتح یاب ہو کے قابض ہو جائے گا۔

میسر اسٹوکس کے تقرر کے مسئلہ میں بھی بہت دیر تک گفتگو رہی۔
 ڈنک کے بعد ہم نے برج کے کئی رہبر کھیلے اور میں خوب بازی جیتا۔ میری جیت
 سے روسی سفیر کے دل پر اہل امریکہ کے مالی قابلیت کا بہت اثر ہوا۔

اتنے میں سفیر روس اور میں وہاں سے اٹھ کر مکان کے بالا خانہ پر ٹہلنے
 لگے۔ سفیر روس موسیو پوگلیوسکی کوزیل ایک بہت ہی پر مذاق آدمی تھے۔ باتوں
 باتوں میں انہوں نے پھر دستوری حکومت کی نااہلی کا ذکر کیا اور مجھ سے پوچھنے
 لگے کہ اگر محمد علی پھر بادشاہ ہو جائے تو کیا میں اس کی حکومت میں صدر الہام
 خزانہ یا وزیر با اختیار بننا پسند کروں گا۔

انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ اگر میں اسے منظور کروں تو گورنمنٹ
 روس میری پوری حمایت کرے گی اور معاوضہ خدمت بھی بہت معقول ملے گا
 اب مجھے جو کچھ کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ جب تک یہ تغیر واقع ہو میں چپ چاپ
 رہوں اور کچھ نہ کروں۔ یہ مشورہ گو دبی زبان میں دیا گیا مگر اس کا مطلب

صاف تھا۔ سفیر روس نے اپنے نزدیک ایک بہت معقول تجویز میرے لیے پیش کی۔ اس سے مجھے فلت وینا اُن کا مقصود نہ تھا۔

المختصر اُن کی لچھے دار گفتگو سے اگر سیاسی پہلو اور نششت الفاظ کی صورت بدل دی جائے تو اُن کا صاف صاف مطلب یہ نکلتا تھا کہ مین موجودہ دستوری حکومت کو مدد دینے سے باز آؤں اور اُسے دیوالیہ ہو کے برباد ہونے دوں اور اُس ظالم شیطان محمد علی کی ملازمت قبول کروں جو وزیر اسے روس کا غلام ہو کے رہیگا۔ مین نے وزیر روس سے صاف صاف کہہ دیا کہ مین دستوری حکومت سے عہد کر چکا ہوں کہ حتی الوسع اپنے فرائض بہت خوبی اور ایماندارمی کے ساتھ انجام دوں گا۔ اس ہنگامہ کا نتیجہ کچھ ہی ہو مین محمد علی کی ملازمت کا خیال دل میں نہیں لاسکتا۔

مجھے پھر معلوم ہوا کہ سفر اسے روس متعین طہران اور وینا نے شاہ مغزول کی کامیابی میں بہت کوشش کی گورنمنٹ برطانیہ روسی سفر کی لاعلمی اور نیک نیتی کا راگ ہی گاتی رہی۔ سفر اسے روس نے ۱۹۰۹ء کے معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے شاہ مغزول کی طرفدارمی میں پورا حصہ لیا۔

۵ اگست کو نائب السلطنت کے ساتھ مجھ سے دیر تک گفتگو رہی اور انھوں نے ایران کی حالت کی ایک بہت ہی مایوسانہ تصویر کھینچی گویا انھوں نے اس امر کے متعلق اپنا اطمینان ظاہر کیا کہ ایران کے مالی معاملات

کا انتظام کچھ اچھا ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ کہا کہ ایران میں ہدیہ ہر قسم کی شکایتیں بلند ہوتی ہیں۔ جب کبھی مالی انتظام کی طرف توجہ کی جاتی ہے تین سوڈیش افسر جو گورنمنٹ ایران نے پولیس کی تعلیم کے لیے نوکر رکھے تھے طہران آ گئے۔

کابنٹ وزیر کے ساتھ بہت مباحثوں کے بعد یہ طے ہوا کہ آئندہ سے فوج کی تنخواہ بجائے وزیر جنگ کی وساطت کے میرے ذریعہ سے دلائی جائے اس سے مجھے بہت کچھ اصلاح کا موقع ملا۔

۲۱ اگست کو یہ خبر آئی کہ سالار الدولہ مع دس ہزار فوج کے ہمدان پہنچ گیا ہے اور طہران کی طرف بڑھنے کی تیاری کر رہا ہے۔ اس وقت پایہ تخت یا اس کے اطراف میں دستوری فوج کی تعداد تین ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ اس خبر کے آنے سے اور ہل چل بڑھ گئی۔

۲۲ اگست کو کم سن شاہ کی چودہویں سالگرہ کا دن تھا جس کی خوشی میں طہران سے باہر شاہی قصر میں ایک دربار عام منعقد ہوا۔ میں تو وہاں جانے سکا۔ مگر میرے مددگار مسٹر کیس سن تشریف لے گئے اور ایک نہایت عمدہ شاخ نر ہواں جو امیر البحر پیری اپنے قطب شمال کی مہم سے

۱۔ بحر شمال میں وہیل مچھلی کی جنس کی طرح ایک بہت بڑی مچھلی ہوتی ہے جسے پیشانی پر شل گینڈے کے ہاتھی دانت کا سا ایک بڑا سینگ رہتا ہے۔

ساتھ لائے تھے اعلیٰ حضرت کو نذر دی۔ اُس پر اڈ میرلی پیری کے دستخط بھی کندہ تھے۔ اور یہ تحفہ شاہ کے لئے سفارت ایران متعینہ داشت گلین کے ذریعہ سے بھیجا گیا تھا اور مسٹر کیرسن کے تفویض ہوا تھا کہ وہ پیش کریں۔

سلطان احمد شاہ نے کبھی اس سے پہلے مسٹر کیرسن کو نہ دیکھا تھا اور مترجمین کی بعض غلط بیانی سے وہ کچھ عرصہ تک اس دہو کے مین رہے کہ مسٹر کیرسن وہی شخص ہیں جو قطب شمالی کی مہم پر گئے تھے اور وہ خود اُس شلخ کو نذر دینے لائے ہیں مگر آخر کار اس غلط فہمی کی تصحیح کر دی گئی جس سے مسٹر کیرسن کو اطمینان ہوا۔

اس وقت طہران میں رہنا خوشگوار نہ تھا اس لئے کہ موسم گرما کی شدت تھی اور اس کے علاوہ خاک اس قدر اُڑتی تھی کہ دن بھر بلکرات گئے تک گرو غبار چھایا رہتا تھا۔ خوش قسمتی سے قصر تابک میں جہان مین ٹھہرا تھا ایک عمدہ سرداب بھی تھا۔ ایران میں عموماً کل بڑے بڑے مکانات میں سرداب ہوتے ہیں اور اس سرداب سے ہم کو بہت آرام ملا۔ دن کو سرداب بہت ٹھک رہتا تھا اور میں نے زمین اپنا آفس بنالیا تھا۔ موسم گرما میں (یعنی وسط جون سے آخر ستمبر تک) کل سفرائے دول خارجہ اور یورپین باشندگان طہران اور بہت سے ایرانی اُمرا اور دولتمند لوگ شہر چھوڑ کے پہاڑ پر چلے گئے تھے جو شہر سے آٹھ نو میل کے فاصلہ پر واقع تھا اور جہان اُن لوگوں

کے لئے بہارستانی تفرج گاہ بنے تھے۔ چونکہ مین نے خزانہ کی اصلاح کا کام ابھی ابھی شروع کیا تھا اسلئے میرے واسطے ضرور تھا کہ شہر مین رہوں جہاں اور سرکاری دفاتر تھے۔

اگست کے آخر مہینے مین بختیارون نے طہران مین روپیہ کے لئے ایسے مطالبات پیش کئے کہ مجبوراً مجھے انکار کرنا پڑا اور مین نے صاف کہہ دیا کہ جب تک کوئی فوجی مہم قطعی طور سے تیار ہو کے مقابلہ کے لئے نہ بھیجی جائے گی اُس وقت تک مین ایک حصہ نہ دوں گا۔ وہ جانتے تھے کہ گورنمنٹ کی باقاعدہ فوج بالکل بے مصرف ہے اس لئے ایسی حالت مین جو کچھ وہ طلب کریں گے دلایا جائے گا۔ اُن کی خود غرضی اور لالچ ایسی صاف نمایاں تھی کہ اہل طہران بھی اُن کی اس حرکت سے سخت ناراض ہوئے۔

سفیر روس اور سفیر برطانیہ جب مجھ سے ملنے آئے تو مین نے چالیس لاکھ پونڈ قرض کے معاملہ کا ذکر کیا جو مین لندن کے تجارتی مرسلہ مین براڈرس کے ایجنٹ کے ذریعہ سے ملے کر رہا تھا۔ اثنائے گفتگو مین سر جارج بارکلے نے ملک کے جنوبی تجارتی راستوں کا ذکر کیا کہ اُن کی حالت بہت مخدوش ہو رہی ہے جسکی وجہ سے گورنمنٹ برطانیہ کو تشویش ہے۔ اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ کیا ان راستوں کی حفاظت کا

کوئی معقول انتظام نہیں ہو سکتا۔ میں نے یہ جواب دیا کہ شاہ معزول کی حملہ آوری کی وجہ سے دستور کی حکومت کو اس کے مقابلہ فوج بھیجنے کی ضرورت پیش آئی ہے اس لئے اس سمت کے اضلاع سے بختیار می قبائل طہران بلائے گئے ہیں اور ان کے چلے آنے سے اکثر تجارتی راستے غیر محفوظ ہو گئے ہیں مگر آپ ہی اضافہ کیجئے کہ اس میں گورنمنٹ ایران کا کیا تصور ہے۔ سر جارج بار کھلے نے تب یہ تجویز پیش کی کہ میں ان راستوں کی حفاظت کے لئے پولیس مقرر کروں یا کم از کم اپنی نئی پولیس خزانہ میں سے کچھ سپاہی وہاں بھیج دوں۔

انھوں نے کہا کہ اگر میں اس کا انتظام کر دوں تو وہ اپنی گورنمنٹ کو بذریعہ ہمارے اطلاع دیں گے جس سے دولت برطانیہ کی تشویش رفع ہو جائے گی۔ کیونکہ پارلیمنٹ میں برٹش فارن سکریٹری سے بار بار یہ جواب طلب ہوتا ہے کہ ایران کے اس حصہ ملک کی حالت خراب ہونے سے برطانیہ کے تجارتی اغراض کو جو نقصان پہنچ رہا ہے اس کا گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے کیا انتظام ہوا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ اگر دولت برطانیہ خزانہ کے لئے فوجی پولیس جلد مرتب کرنے میں مجھے مدد دے گی تو میں بہ منظور میں پرشین کابینٹ وزراء بہ خوشی اس کام کو اپنے ذمہ لوٹتا مگر اس فوجی پولیس کی تیاری زیادہ تر میچ اسٹوکس کے تقریر پر منحصر ہے اور جب

تک اُن کے تقرر سے انکار ہوتا رہے گا مین ہنن سمجھتا کہ کس طرح اس مشکل ذمہ داری کو اپنے سر لے سکون گا گو دولت برطانیہ کیسے ہی خواہشمند کیون نہ ہو۔

اشناہ گفتگو مین مین نے یہ بھی کہا کہ میری رائے مین دولت برطانیہ نے میجر اسٹوکس کے معاملہ مین جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ میرا وعدہ کے خلاف ہے اور کھلم کھلا روس کی طرفدار سی کی ہے جو ایران کے معمولی شاہی حقوق مین خواہ مخواہ دخل دینے کی کوشش کرتا ہے۔ مین نے ہنسی ہنسی مین یہ بھی کہہ دیا کہ چونکہ ان دونوں سلطنتوں کا برتاؤ ایران کے ساتھ منافقانہ معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے مناسب ہوگا کہ جرمنی کو بعض اجازت دلائے جائیں اس لئے کہ کچھ عرصہ سے جرمنی ایران کے مغربی حصہ مین آنا چاہتا ہے۔ مین نے یہ بات بالکل ہنسی مین کہی تھی مگر سفیر برطانیہ اسے منکر ایسے خائف ہوئے کہ مین نے جلدی سے دوسرا ذکر چھیڑ دیا۔

اس وقت بختیار سی قبائل کی ایک فوج بہ سرکردگی امیر مصلحت مہمان کے قریب اس لئے ٹھہرے ہوئی تھی کہ اگر سالار الدلولہ کی فوج آگے بڑھی تو اس کا مقابلہ کرے۔ اس فوج کے بختیار یون کو حق النعمت مل چکا تھا مگر اُن کے سردار جو طہران مین موجود تھے بالخصوص صمصام السلطنت کے ایک بھائی سردار جنات تھا منکر ہے تھو۔

کہ ساتھ ہزار تومان اور دلائے جائیں اور جب تک یہ رقم وصول نہ ہوگی ہمیں
 غنیمت کو میدان جنگ میں پیش قدمی کا حکم نہ دیا جائے گا۔ بیچاری دیوالیہ
 گورنمنٹ ایران سے اس طرح کی زرکشی مجھے ایسی ناگوار ہوئی کہ میں نے مجبوراً
 وہاں کے اخباروں کو اس کی اطلاع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے طہران
 میں اس بات کی خبر ہو گئی اور بختیاری سرداروں کو اپنی کوشش میں ناکام
 ہونا پڑا۔

۲۸ اگست کو بہت سے ترکمان جو بہر سرکردگی ارشد الدولہ طہران کی طرف
 بڑے آہستہ آہستہ تھے اور قصہ ایوان کیف تک پہنچ گئے تھے ان سے وہاں
 کچھ سرکاری بے قاعدہ فوج سے مقابلہ ہوا اور سرکردہ فوج نے شکست
 کھائی۔ یہ واقعہ پائے تخت سے ۵۶ میل کے فاصلہ پر واقع ہوا کچھ اور فوج
 مصدام السلطنہ کے چھوٹے بھائی امیر مجاہد کی سرکردگی میں فوراً روانہ
 کی گئی۔

چوتھی ستمبر کو یہ خبر آئی کہ ارشد الدولہ طہران کی طرف بڑے رہا ہے
 اور قبضہ امام زادہ جعفر کے قریب پہنچ گیا ہے اور طہران سے چالیس
 میل کا فاصلہ رہ گیا ہے یفرم خان ساڑھے تین سو چونتیس ہزار آدمی
 سپاہیوں کو لے کر فی الفور طہران سے روانہ ہوا۔ میجر حسنی بہمن
 معلم توپ خانہ بھی اُسکے ساتھ تھے اور ایک میکریم توپ مع تین اسنائپرز

زود فیر توپوں کے میجر حسی کے چارج میں تھی۔ پھر یہ خبر آئی کہ بختیار یون کی فوج نے جو امید مجاہد کی سرکردگی میں بھیجی گئی تھی شکست کھائی۔ اخبار لندن ٹائمز کے نامہ نگار اور ریوٹر کے ایجنٹ مع مسٹر میرٹل امریکن مددگار جو ابھی حال میں طبرستان آئے تھے اور عراق کے پولیس کے افسر مقرر ہوئے تھے اس مہم کے ساتھ روانہ ہوئے تاکہ جنگ کا معائنہ کریں۔

پانچویں ستمبر کو اس بجے دن کے اس فوج نے بہ سرکردگی یقزم خان شاہ معزول کی فوج پر حملہ کر دیا۔ شاہ معزول کی فوج میں دو ہزار ترکمانی اور ایرانی تھے اور ارشد الدولہ ان کا افسر تھا۔ اس فوج میں چودہ سو سوار بھی تھے۔ سرکاری فوج میں پانچ سو بختیاری اور ایک سو اسی ارمنی مجاہدین اور پولیس۔ تین اسٹانڈرٹ توپیں اور ایک میگزین توپ تھی۔ بختیار یون کا رسالہ سردار بہادر اور سردار محتشم کے ماتحت تھا۔ دوسری سرکاری فوج امیر مجاہد کی ماتحتی میں امام زادہ جعفر کے جنوب میں دو میل کے فاصلہ پر ارشد الدولہ سے مقابلہ کر رہی تھی۔ اس فوج میں چار سو بختیاری اور چند فوجی پولیس کے سپاہی تھے دوپہر سے دو گھنٹہ پہلے ارشد الدولہ ایک پہاڑی پر جا ٹھہرا جو تقریباً ڈیڑھ میل مربع ہوگی اور وہاں چار توپیں اپنی حفاظت کے

لئے لگا دین اُس نے تین سو ترکمانی موضع وراہین میں اس لئے
بھیج دیے تھے کہ وہاں ہنگامہ بپا کریں۔ جب یفرم خان اپنی فوج
لئے ہوئے اُسکی نواح میں پہونچا تو اُسے ہندو قون کی آواز سنائی دی جس سے
معلوم ہوا کہ امیر مجاہد ترکمانوں سے لڑ رہا ہے۔

یفرم خان نے میجر حسنی کو میگزیم توپ دیکر اور سردار
بہادر کو رسالے کے ساتھ کر کے روانہ کیا کہ اُس پہاڑی پر قبضہ کر لیں جو
ارشد ولد کی فوج کے داسنے جانب واقع تھی چنانچہ وہ چپ چاپ
پہاڑی پر پہونچ گئے اور وہاں سے میگزیم توپ سے ترکمانوں پر گولہ باری
شروع کر دی۔ ارشد ولد صاحب گرفتار ہو کے آیا ہے تو اُس نے
یہ بیان کیا کہ میگزیم توپ کی آواز سے ترکمان ایسے خائف ہوئے کہ
گھبراہٹ کے منتشر ہو گئے۔ اُن کے افسروں نے ہر چند چاہا کہ سپاہیوں
کو روکیں اور مرتب کریں۔ اتنے میں سردار بہادر نے اپنے بختیاری
رسالہ سے اُن پر حملہ کر دیا پھر کیا تھا سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ ارشد
الدولہ کے پاؤں میں زخم لگا جس کی وجہ سے وہ بھاگ نہ سکا اور بختیاریوں
کے ایک گروہ نے اُسے گرفتار کر لیا۔

ترکمانیوں کے ساتھ شہر آدمی مارے گئے اور تین چار سو گرفتار
ہوئے جن میں بعض زخمی بھی تھے۔ باقی سب بہت بدحواسی کے ساتھ

آرام سے سوؤ صبح کے لئے تیار رہو۔

دوسرے دن صبح کو فوجی پولیس کے میں سپاہی حسب الحکم اُسے (بغیر آنکھ پر پٹی باندھے) ایک دیوار کے قریب لیگئے اور وہاں کھڑا کر کے اُس پر باڑہ ماری۔ وہ ہاتھ اٹھا کے منہ کے بل گرا مگر پھر معلوم ہوا کہ بھی زندہ ہے، صرف ایک گولی لگی ہے۔ تھوڑی دیر تک وہ زمین پر پڑا رہا اتنے میں ارمنی مجاہدین کے چند سپاہی وہاں بھیجے گئے۔ ایرانی سپاہیوں کی نشانہ اندازی بہت خراب بلکہ مشکوک ثابت ہوئی۔ اتنے میں ایک گدھا کہین سے اُدھر آگیا اور ارشد الد ولد اور دیوار کے درمیان حائل ہو گیا۔ لوگ اُسے ہٹانے کے لئے دوڑے تب ارشد الد ولد نیم قدم اٹھا اور فارسی میں آواز بلند یہ کہا ”زندہ بائش محمد علی شاہ“ جب اُس پر دوسری دفعہ باڑہ چلی تو کئی جگہ زخمی ہوا اور مر گیا۔

اُس کے قتل کے وقت نذیرم خان تھے اور نہ دوسرے سردار البتہ مسٹر مور۔ مسٹر ملونی اور مسٹر مریل موجود تھے۔ ارشد الد ولد نے مرتے وقت کسی قسم کا اظہار رنج یا خوف نہیں کیا۔ البتہ یہ صیت کی کہ اُس کی لاش اُس کی بیگم کے پاس طہران بھیج دی جائے۔ اور طلانی تقویٰ جو گلے میں پہنے تھا اُس کے ساتھ دفن کروایا جائے ۶ ستمبر کو اُس کی لاش طہران آئی اور دوسرے دن میدان میں عام نظارے

کے لئے رکھ دی گئی ایک معمولی گاڑی کے سہارے سے وہ رکھ دی گئی تھی اور
 تماشائیوں کا ہجوم اُس کے گرد پیش تھا۔ اس غیر معمولی کارروائی کی اصل
 غرض یہ تھی کہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ شاہ معزول کا یہ شہو جنرل مارگیا
 ہے اور اُس کی ترکمانی فوج نے شکست کھائی ہے یفرم خان نے
 بعد کو مجھ سے بیان کیا کہ اُس کے قتل میں جلدی اس لئے کی گئی کہ اگر وہ زندہ
 طہران لایا جاتا تو روسی سفیر ضرور اُس کی رہائی میں سعی ہوتے اور کچھ نہ کچھ
 بہانہ ڈھونڈتے۔ اس شکست سے شاہ معزول کی سازی اسیدین خاک مین
 مل گئیں مارشل اولہ اُس کا بڑا بہادر اور ہوشیار جنرل تھا اور بڑی
 دلیری کے ساتھ وہ پائے تخت کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اگر یفرم خان
 کی فوج سدا رہ ہو کے اسے شکست نہ دیتی تو طہران فتح ہو جاتا اور سارا
 شہر ترکمانوں کے ہاتھوں ماتحت و تاراج ہوتا۔ کئی ہزار وحشی ترکمان جب شہر
 میں در آتے اور اُنھیں لوٹ مار کی اجازت مل جاتی تو وہ قیامت ہی ڈھا دیتے
 بہت سے ترکمانی قیدی طہران لائے گئے جن میں اکثر معمر سفید ریش لہک
 تھے اور اُن کے ساتھ چار توپیں اور بہت سی بندوقین جو گرفتار ہوئی تھیں
 ہمراہ آئیں۔ ترکمانوں کا باقی گروہ جو میدان جنگ سے بھاگا تھا اُس نے
 سرپٹ مشرق کی طرف کا راستہ لیا اُنھیں یہ ڈر تھا کہ مبادا بختیاری سوار
 اُن کا تعاقب کریں گو ایک بختیاری سوار بھی اُن کے پیچھے نہیں گیا۔

وہ بھاگا بھاگ چلے گئے یہاں تک کہ اُن کے گھوڑے تھک تھک کے گر پڑے۔ مشمہل کی سڑک پر بہت سے تار آفس کی چوکیاں ہیں۔ جو انڈو یورپین ٹیلیگراف کمپنی سے تعلق رکھتی ہیں۔ جب طہران میں بٹش عہدہ دار ٹیلیگراف کو ترکمانوں کے شکست کی خبر ہوئی تو اُس نے فوراً تمام چوکیوں پر تار دیدیا کہ ترکمانوں سے کہا جائے کہ بختیاری اُن کے پیچھے آ رہے ہیں۔ اس چال سے یہ غرض تھی کہ باغیوں کو اپنے بھاگنے کی فکر رہے اور یہ چارے غریب دیہاتیوں کی جائین پکین اور سوا صنعت جو راہ میں واقع ہوں لوٹ سے محفوظ رہیں ورنہ وہ سب کو خاک سیاہ کر دیتے جیسا کہ اکثر موقعوں پر کیا تھا۔

اب یہ خبر آئی کہ شجاع الدولہ سہوانیوں کی ایک بڑی فوج لئے تبریز پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ ارشد الدولہ کی شکست سے شاہ مغول کی آس ٹوٹ گئی اور اب اُسے صرف ہمدان میں اپنے بھائی سالار الدولہ کی کوششوں پر سہارا رہ گیا تھا۔

پانچواں باب

سلطنت
سالار الدولہ کو مقابلہ کیلئے فوجی تیاریاں سرکاری فوج سے اسکا شکست کا شعلہ اشاعہ
کی جائیداد ضبط کرتے وقت ایک واقعہ کا پیش آنا۔ میرا خطاب نام لندن ٹائمس
ماہ ستمبر کی ابتدا میں سرکاری فوج جو یہ سرکردگی بختیاری سردار امیر خٹم
سالار الدولہ کے مقابلہ کے لیے بھیجی گئی تھی اس نے قصبہ ملایار کے قریب
شکست کھائی اور دو سو بختیاری کام آئے۔ کچھ تو گرفتار ہو گئے اور باقی مارے
گئے اور بہت سا سامان جنگ بند و قین توپ اور کار توں دشمن کے ہاتھ لگا
اور اس دغا باز سردار نے یہ بھی کہا کہ پندرہ ہزار تومان جو ابھی حال میں اُسے
شاہی بینک ہمدان سے دلائے گئے تھے وہ بھی ضائع ہوئے۔ ایک اور سرکاری
جنرل امیر نظام نے بھی اپنے تئیں بہت مشکوک حالت میں سالار الدولہ
کے حوالہ کر دیا اور کئی بڑی توپیں جو سرکار نے اُسے ہمدان کی حفاظت کیلئے
دی تھیں سالار الدولہ کے ہاتھ لگیں۔

۱۱۔ ستمبر کو بمقام سفید کوہ سرکاری فوج سے جو معین ہمایوں کے ماتحت
تھی شاہ معزول اور اس کے بھائی شعلہ اشاعہ السلطنت کی فوجوں سے
مقابلہ ہوا۔ شاہ معزول کی فوج نے شکست فاش کھائی اور وہ معہ اپنے

بھائی کو بڑی دقت سے گھرے گھر کی بدولت بھاگ کے نکل گیا اور یہ خبر آئی کہ صرف سات آدمی اُس کے ہمراہ تھے اور وہ بھاگ کے گمیش پٹہ گیا ہے۔

۸ ستمبر کو سالار الدولہ نے پھران سے پھر ان کی طرف پڑھنا شروع کیا اور بظاہر سرکاری فوج اُس کی پیش قدمی میں کچھ مزاحمت نہ ہوئی اُس نے رعایا کے نام جو اعلان شایع کیا اُس میں اپنے تئیں بادشاہ کے لقب سے خطاب کیا اور ایک مقام سے مجلس و کونسل وزیر کے نام تار بھیجا جس میں اپنی مجلس اور اپنے وزیر اور جگ کیا۔ ۱۲ ستمبر کو یفرم خان مع اپنے مجاہدین اور توپخانہ کے بختیار یون کی سرکاری فوج سے جا ملا اور سالار الدولہ کی فوج کو یہ مقام باغ شاہ جو پھران کے جنوب و شمال کی طرف نوے میل کے فاصلہ پر قصبہ قہ اور توران کے درمیان واقع تھا شکست دی۔ یفرم خان کے ساتھ بختیاری افسر سردار بہادر سردار محنتش اور سردار جنگ بھی شریک تھے۔ سالار الدولہ کے ساتھ چھ ہزار فوج تھی جس میں سے پانسو سپاہی مارے گئے اور کچھ زخمی ہوئے اور دو سو سپاہی گرفتار ہو گئے۔ سرکاری فوج کی تعداد دو ہزار سپاہیوں سے کم تھی۔ سرکاری فوج میں بہت کم نقصان ہوا صرف دو مارے گئے اور کچھ زخمی ہوئے۔ غنیمت کی دو توپیں اور بہت سا سامان جنگ ہاتھ آیا۔ سالار الدولہ جنوب و مغرب کی طرف بھاگ گیا اور اُس کی ساری امیدیں پھران فتح کرنے اور تخت پر بیٹھنے کی ہوا ہو گئیں۔ اگر سرکاری فوج مستعدی کیساتھ اُس کا

تعقب کرتی تو غالباً وہ گرفتار ہو جاتا اس لیے کہ وہ صرف چند میل آگے تھا۔
 چنانچہ شروع اکتوبر تک سرکاری فوج دو معرکوں میں کامیاب رہی جسکا
 نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ معزول اور اُس کے بھائی بھاگ گئے اور اُن کی فوجیں بالکل
 منتشر ہو گئیں۔ سرکاری فوج کو ان دو موقعوں پر جو فتح حاصل ہوئی وہ محض
 یضہم خان کی دلیری مستعدی اور ہوشیاری کی بدولت تھی۔ جب یضہم خان
 پھر ان کو واپس آیا تو مجلس نے اسے ایک مرصع تلوار عنایت کی اور مابانہ
 بین سو تومان اُس کی منشن مقرر کی اور وہ شمالی فوج کا افسر قرار پایا۔
 شاہ معزول کے ساتھیوں میں استر اباد کے قریب ابھی کچھ لوگ باقی رہ
 گئے تھے جن کے مقابلہ کے لئے ۱۰ اکتوبر کو معین ہمایون مع پانسو سپاہیوں کو
 بھیجے گئے۔

پھر ان کے جنوب میں قم اور اصفہان کے درمیان کاشان واقع ہے
 وہاں ایک مشہور لٹیرا نائب حسین رعایا کو ستارہا تھا جس کی وجہ سے
 گورنمنٹ کو تشویش تھی۔ چنانچہ میرے حسب تجویز گورنمنٹ نے قزاق بریگیڈ
 کے اڑھائی سو سپاہی مع چند روسی افسروں کے ادھر روانہ کئے تاکہ تین سو
 بختیاری سپاہیوں سے ملکر جو اصفہان سے آ رہے ہیں اُس لٹیرے کی سرکوبی
 کریں مگر یہ لوگ بغیر کسی عمدہ عملی نتیجہ کے پھر ان واپس آئے۔

۲۔ اکتوبر کو نسل و زرا نے میرے پاس ایک حکم بھیجا کہ شجاع السلاطنت

اور سالار الدولہ کی جائیداد پر قبضہ کر کے ضبط کر لیں اور مجھے یہ ہدایت ہوئی کہ
مین بحیثیت صدر المہام خزانہ اس حکم کی تعمیل کروں اور جائیداد مذکور کو خزانہ
مین شامل کر لوں۔

یہ حکم بالکل بجا اور قانوناً باقاعدہ تھا اس لیے کہ وہ تینوں شخص جن کے
خلاف یہ حکم صادر ہوا تھا انھوں نے نہ صرف دستوری حکومت کیساتھ اپنے
معاہدے کی خلاف ورزی کی بلکہ علانیہ بغاوت اختیار کی اور مسلح فوج سے
گورنمنٹ پر حملہ آور ہوئے۔

جبوقت گورنمنٹ ایران نے یہ حکم جاری کرنا چاہا تو محض اخلاقانہ تبراؤ
کے خیال سے وزیر امور خارجہ کے ایک عہدہ دار کو سفیر برطانیہ اور سفیر روس
کے پاس بھیج کر اس کی اطلاع کی اور یہ کہلا بھیجا کہ ”دول خارجہ کے حقوق پر جو
ان جائیدادوں سے کچھ بھی تعلق رکھتے ہوں اس حکم سے اگر کچھ اثر پڑے گا تو گورنمنٹ
ان حقوق کی ضمانت اور ذمہ دار ہے۔ سفیر برطانیہ اور سفیر روس نے اس پر کچھ
اعتراض نہیں کیا۔ ضبطی کے احکام میں بھی اسی مضمون کا ایک جملہ شامل تھا۔

۹۔ اکتوبر دوشنبہ کے دن مین نے اس حکم کی تعمیل کے لئے ضروری
ہدایات جاری کئے کیونکہ ان جائیدادوں کے ضبط کرنے میں مجھے کسی قسم کی
مخالفت یا دقت کا گمان ہی نہ تھا اس لئے مین نے کل چھ پارٹیاں روانہ کیں
ہر ایک پارٹی میں خزانہ کا ایک سول عہدہ دار خزانہ کی پولیس کا ایک افسر اور

پانچ پولیس کے جوان شامل تھے میں نے اُن کو حکم دیا کہ جو کچھ جائیداد خاص شہر
 طہران یا اس کے نواح میں واقع ہو اُس پر سرکاری طرف سے قبضہ کر لیں۔
 شہر میں شعاع السلطنت کی جائیداد میں ایک پارک اور قصر تھا جو
 اتنا ایک پارک سے کچھ دور واقع نہ تھا۔ یہ ایک بڑی مشین عمارت تھی جو مختلف
 قسم کے نایاب قیمتی فرنیچر پر دون اور قالینوں وغیرہ سے آراستہ تھی اُس کے
 گرد ایک بہت بڑا باغ تھا جو ایک مضبوط دیوار سے محصور تھا اس عمارت میں
 شعاع السلطنت کی چند بیگیاں بیچے اور اُن کی مان رہتی تھیں۔
 ہمارے لوگ جب اس مکان پر قبضہ کرنے کے لیے وہاں پہنچے تو اس وقت
 جو کچھ پیش آیا وہ اُس سرکاری رپورٹ کے ترجمہ سے بخوبی ظاہر ہو گا جو میں نے
 ۱۰ اکتوبر کو کنسل وزرا کے سامنے پیش کی۔ وہ رپورٹ فرینچ میں تھی جس کا ترجمہ
 حسب ذیل ہے۔

طہران ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء

بخدمت عالیجناب کنسل وزرا

کنسل وزرا نے جو حکم ضبطی مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۱ء بغرض تعمیل میرے پاس
 بھیجا اور جس کی بنا پر میں نے شاہی گورنمنٹ کی طرف سے شعاع السلطنت
 اور سالار الدولہ باغیوں کی کل جائیداد پر قبضہ کرنا چاہا مگر جو واقعات
 پیش آئے وہ عرض کئے جاتے ہیں۔

جو قوت مین نے بغرض تعمیل حکم فوجی پولیس کے چھ دستہ جن مین ایک ایک سول افسر، ایک افسر پولیس اور پانچ جوان شامل تھے روانہ کیے اور اُن کو یہ ہدایت کی کہ ان دونوں باغیوں کی چھ جائیدادیں جہاں جہاں واقع ہیں وہاں جا کے اُن پر قبضہ کر لیں۔

شعاع السلطنت کی چار جائیدادیں تھیں جن مین ایک باغ طہران مین واقع تھا۔ ایک باغ موسومہ چیزہ گلہک کے قریب اور دو جائیدادیں طہران کے باہر تھیں جنکا نام دولت آباد اور منصور آباد تھا اس طرح سالار الدولہ کی دو جائیدادیں تھیں ایک ضلع شہر یار مین واقع تھی اور دوسری مرد آباد کہلاتی تھی۔

مین نے اپنے لوگوں کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ گورنمنٹ کی طرف سے ان جائیدادوں پر صلح کے ساتھ قبضہ کر لیں اور جو لوگ وہاں موجود ہوں انھیں حکم منبطی کے شرائط سنا دیں اور اس امر کی نسبت مین نے انھیں خاص توجہ دلائی کہ اگر غیر ملک کی رعایا کسی قسم کا معاہدہ ان جائیداد کے متعلق ہوگا تو گورنمنٹ اُس کا پورا لحاظ رکھے گی یا اگر کسی غیر ملکی کے ساتھ کرایہ کا معاہدہ ہوگا تو اُس صورت مین کرایہ واجب الوصول حسب معاہدہ تاختم مدت کرایہ نامہ سرکاری صدر دفتر خزانہ پر بھیجا جائیگا۔

مین نے اپنے لوگوں کو یہ تاکید کی کہ اگر ان جائیدادوں پر قبضہ کریشکی

حالت میں کوئی غیر متوقع واقعہ پیش آئے تو وہ بہت تحمل اور استقلال سے کام لیں اور جب تک مجھ سے پھر اس کی بابت مزید حکم حاصل نہ کر لیں کسی قسم کا جبر نہ کریں۔

کل ۹۔ اکتوبر کو۔ بجے صبح ایک پارٹی جس میں ایک سولین افسر و ایجنٹ ایک افسر پولیس اور چار سپاہی تھے شعاع السلطنت کی جائداد پر راجو طہران میں واقع ہے) قبضہ کر نیکے روانہ ہوئے۔

اُن لوگوں نے اُسی دن جو رپورٹ میرے پاس بھیجی اُس کا ترجمہ منسلک کرتا ہوں اس رپورٹ پر علی اصغر افسر پولیس اور محمد ناظر سولین افسر کے دستخط ثبت ہیں۔

بعلیجناب مٹرشوستر صدر المہام خزانہ ایران

۱۰۔ شوال کو۔ بجے صبح جب میں بہ ہمرہی میرزا علی ۲ اصغر خان تاجک

قدستر اور چار جوانان پولیس شعاع السلطنت کے پارک کو روانہ ہوا اور جب پھاٹک پر پہنچا تو وہاں بعض ایرانی قزاقوں نے ہمیں اندر جانے سے روکا جب ہم نے انہیں سرکاری ضبطی کا حکم دکھایا تب ہم باغ میں داخل ہوئے ہم نے پھاٹک پر ایک جوان تعینات کر دیا بعد ازاں عمارت میں داخل ہوئے اور کمروں کو کھونکرواں کے سامان کی فہرست مرتب کرنے لگے۔ اس عرصہ میں ایک قزاق نے ٹیلیفون کے ذریعہ سے قزاق بریگیڈ کو اس کی خبر کر دی استنبین

ہم نے دیکھا کہ دوروسی افسر اندر داخل ہوئے اور بہت غصہ سے ہم سے کہنے لگے کہ ہمیں پارک میں داخل ہونے کا کوئی حق نہ تھا اور بہتر ہے کہ ہم فی الفور یہاں سے چلے جائیں۔ میرزا علی اصغر خان نے روسی زبان میں اُن سے کہا کہ ہم سرکاری حکم کی تعمیل کرنے آئے ہیں۔ مگر اُنھوں نے اس کی کچھ پروا نہ کی اور ہمکو دھمکایا کہ اگر فوراً نہ چلے جائیں گے تو قزاقوں کے ہاتھوں سے خوب پٹوائینگے چنانچہ اُنھوں نے بارہ روسی قزاق جو باہر حکم کے منتظر کھڑے تھے انھیں بلایا اور حکم دیا کہ ہم پر حملہ کریں۔ میرزا علی اصغر نے ہرچہ ٹیلیفون دینا چاہا مگر نہ دیکے چونکہ ہمیں حکم نہ تھا کہ ہم اس سے زیادہ کچھ کریں ہم نے اپنے لوگوں کو بلایا اور باغ سے روانہ ہو گئے اس پر بھی روسی افسر اور قزاق ٹرک کے آخر تک ہمارے پیچھے پیچھے آئے اور ہمکو دھمکاتے رہے کہ اگر ہم فوراً نہ چلے گئے تو ہمیں حملہ کیا جائیگا۔

وخط

محمد ناظر علی اصغر

بعد ازاں دونوں افسروں نے مجھ سے تفصیلی واقعات زبانی بیان کیے جس سے یہ معلوم ہوا کہ اُن دونوں روسی افسروں نے جو روسی سفارت خانہ سے آئے تھے اور اپنی پوری وردی پہنے ہوئے تھے اور مسلح روسی قزاق جو اُن کے زیر حکم تھے ہمارے آدمیوں کو مار ڈالنے کی دہکی دی تھی۔

جب ایرانی افسر باغ سے میرے پاس آئے اور سارا واقعہ بیان کیا تو میں نے
ساڑھے دس بجے دن کے سفیر کبیر روس مسٹر پوکلیوسکی کو زیس کے نام
انگریزی میں حسب ذیل تار دیا

بخدمت عالیجناب اس۔ پوکلیوسکی کو زیل وزیر سفارت خانہ دولت روس

مقام زرگندہ

میں بہت افسوس کیساتھ آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آج صبح کے نو بجے
میں نے جب تعمیل حکم ضبطی صدر گورنمنٹ ایران شعلع السلطنۃ کی جلد اپر
قبضہ کرنے کے لیے اپنے لوگوں کو بھیجا تھا جب میرے آدمی قابض ہو گئے
اور اساس البیت کی فہرست بنانے میں مصروف ہوئے تو آپ کے سفارتخانہ
دوروسی افسر مع دس روسی قزاقوں کے وہاں گئے اور ہمارے لوگوں کو حکم
دیا کہ فی الفور چلے جائیں اور اگر پھر اس طرف نظر آئیں گے تو ان پر فیر کی جائیگی
ہمارے آدمیوں کو لڑنا منظور نہ تھا اس لیے وہ چپ چاپ وہاں سے چلے آئے
میں یقین کرتا ہوں کہ آپ اپنے افسروں کی اس کارروائی کو بالکل ناجائز اور
بے قاعدہ تسلیم کریں گے لہذا میں استدعی ہوں کہ براہ کرم اپنے سفارت خانہ میں یہ
حکم صادر فرمائیے کہ جو فوج وہاں بھیجی گئی ہے فوراً واپس بلالی جائے اور مجھے
اس کی اطلاع دیجئے۔

دستخط

ڈبلیو مارگین شوستر صدر المہام خزانہ

یہ تازہ بیج کے مین نے موسیو پوکلیو سکی کو ذیل کے نام ایک خط بھی لکھا جس میں اپنے تار کا حوالہ دیکر حسب ذیل فقرہ اور پڑھایا۔

کونسل وزرا نے جو حکم میرے پاس بھیجا ہے وہ صاف اور قطعی ہے لہذا میں اس کی فوری تعمیل کرنے پر مجبور ہوں۔ اطلاعاً عرض کرتا ہوں کہ کل دس بجے اس جائداد پر قبضہ کرنے کے لیے اپنے آدمی پھر روانہ کرونگا مجھے امید ہے کہ جناب نے ضروری احکام جاری کر دیئے ہوں گے تاکہ کوئی بدناما واقعہ نہ پیش آئے اگر اس معاملہ میں کچھ غلط فہمی ہوئی ہو تو میں اس کی معذرت چاہتا ہوں۔

دستخط

ڈبلیو۔ مارگن شوستر صدر المہام خزائن

اسی دن شب کو ابجے موسیو پوکلیو سکی کے پاس سے میرے تار کا

جواب آیا جو ذیل میں درج ہے۔ (پرائیوٹ)

بخدمت مسٹر مارگن شوستر۔ طہران

آپ کا تار اور آپ کا خط وصول ہوا۔ دولت آباد ایک ایسی جائیداد ہے جو دور درسی رعایا کے پاس کرایہ پر ہے لہذا قبل اس کے کہ اُس کی نسبت کوئی کارروائی کیجاتی اول سفیر کبیر روس کو اس کی اطلاع دینا اور اس امر کا اطمینان دلانا ضرور تھا کہ رعایائے روس کے کل حقوق محفوظ رہیں گے اور ان کے ساتھ جو معاہدہ ہوا ہے وہ بدستور قائم رہیگا اس شرط سے البتہ گورنمنٹ ایران شعاع السلطنت کی

جائداد پر قبضہ کر سکتی ہے اور اس صورت میں سفارت روس کی طرف سے کوئی دست اندازی نہ کی جائیگی اگر اس کے علاوہ کوئی اور دعویٰ رجایا سے روس کا شعاع السلطنت پر ہوگا تو گورنمنٹ ایران اسکی ذمہ دار رہیگی۔

شرح و تخط

پوکلیہ سکی

میں کونسل و زرا کی خاص توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ سفیر روس نے میری درخواست کا کچھ جواب نہیں دیا ہے میں نے اُن کو یہ بتا دیا تھا کہ جو روسی فوج شعاع السلطنت کے باغ کو بھیجی گئی ہے واپس بلا لیا جائے مگر انھوں نے اپنے جواب میں ایک دوسری جائداد دولت آباد کا ذکر کیا ہے جو شہر کے باہر واقع ہے اور جبکہ میں نے اپنے تار میں کچھ ذکر ہی نہ کیا تھا۔

چونکہ میں سفیر روس کو اس امر کی اطلاع دے چکا تھا کہ آج میں دس بجے اپنے آدمی بھیجوں گا کہ شعاع السلطنت کے باغ اور مکان پر جو طہران میں واقع ہے قبضہ کر لیں اور چونکہ سفیر روس نے اس بارے میں کچھ جواب ہی نہ دیا لہذا اب سب سے اس کے اور کیا چارہ تھا کہ میں اپنے ارادہ کو پورا کروں۔

چنانچہ آج صبح کو دس بجے میں نے اپنے مددگار مسٹر کیرنس کو معہ پچاس

فوجی پولیس کے سپاہیوں پانچ ایرانی افسروں اور پچاس شہر کے پولیس کے سپاہیوں اور تین افسروں کے روانہ کیا۔ یہ کل فوج میری مددگار مسٹر میریل کے

زیر حکم روانہ ہوئی۔

مین نے مسٹر میریل اور دوسرے افسروں کو یہہ تاکید کی کہ شعاع السلطنت کی جائیداد پر حتی الامکان امن کے ساتھ قبضہ کریں اگر طرف مخالف کی طرف سے کوئی مزاحمت ہو تو اس صورت میں بھی اول روسیوں کو گولی چلانے دین خود سبقت نہ کریں۔ بہر صورت سرکاری حکم کی تعمیل اور اس جائیداد پر قبضہ کرنا ضرور تھا۔

جب مسٹر کیرنس اور میریل مع اس فوج کے بانغ کے قریب پہنچے تو بنظر احتیاط اول روسی سفارت خانہ میں گئے جو قریب میں واقع تھا اور فوجی پولیس کے ایک افسر کو جو روسی زبان جانتا تھا ساتھ لیتے گئے روسی سفیر موسیلو پوخی تا قوف سے مل کر مسٹر کیرنس نے اپنے آنے کا اصل مقصد بیان کیا اور ضبطی کا حکم پڑھ کے سنایا اور جو کچھ مین نے ہدایت کی تھی وہ بھی بیان کی اور انھیں اس بات کا یقین دلایا کہ غیر ملکیوں کے حقوق کا پورا لحاظ رکھا جائیگا۔ بعد ازاں مسٹر کیرنس نے روسی سفیر سے یہ درخواست کی کہ جو فوج بانغ میں تعینات ہے وہاں سے بلائی جائے۔

کچھ بحث کے چند روسی سفیر نے وہاں سے فوج ہٹانے سے انکار کیا۔ اس موقع پر یہہ بیان کر دینا ضرور ہے کہ دوران گفتگو مین روسی سفیر براہر مسٹر کیرنس اور مسٹر میریل سے یہہ کہتا رہا کہ جو فوج بانغ میں تعینات لگائی ہی

وہ اُن کے حکم سے ہے اور میں پھر اس بات کو دہراتا ہوں کہ روسی سفیر نے
فوج ہٹانے سے قطعی انکار کیا۔ تب سٹرکیس نے اطلاع اُس سے کہا کہ اب
جبراً باغ پر قبضہ کیا جائیگا۔

چنانچہ انھوں نے اپنی فوج کو ضروری احکام دیے اور سرکاری فوج کے
سپاہی بلخ کی آہنی پھاٹک پر پہنچے۔ انھوں نے دیکھا کہ چوسات ایرانی قزاق
بند و قون سے مسلح اندر ٹہل رہے ہیں۔ اُن سے کہا گیا کہ پھاٹک کھولیں اور
اگر نہ کھولیں گے تو سرکاری فوج بہ زور باغ میں داخل ہوگی۔ ایرانی قزاقوں نے
یہ جواب دیا کہ اُن کے پاس کبھی نہیں ہے تب قومی سپاہی بلا انتظار ایک
دوسرے پھاٹک کی طرف گئے جو قریب ہی واقع تھا اور اس طرف سے باغ
میں داخل ہوئے انھوں نے ایرانی قزاقوں سے ہتھیار لے لیے اور اُن سے
کہا کہ چپ چاپ وہاں سے چلے جائیں۔ چنانچہ ایرانی قزاق اپنے ہتھیار حوالہ
کر کے وہاں سے روانہ ہو گئے اور باغ میں سرکاری فوج کا پورا قبضہ ہو گیا۔
اسباب وغیرہ کی فہرست تیار کرنے کے متعلق میں نے یہ تاکید کی کہ
دیدیا تھا کہ جو مستورات سکان کے زنا نے حصہ میں رہتی ہوں انھیں کسی قسم کی
تکلیف نہ دی جائے اُن کا جی چاہے تو سروسٹ وہیں رہیں یا بہ آرام و
اطمینان دوسری جگہ چلے جائیں اس کے علاوہ میں نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ
اُن کے عزیزوں میں سے جو کوئی مرد وہاں موجود ہو اُسے اندر بھیج کے یہ

اس لیے کہ وہ کچھ فاصلہ پر واقع ہے۔

میں اپنی اس رپورٹ کو بغیر اس یقین کے ختم نہیں کر سکتا کہ اس معاملہ میں روسی سفیر اور اس کے افسروں نے نہایت ناواجمی برتاؤ کیا جو گورنمنٹ ایران کے شاہی حقوق اور قانون ملک کے سرسرخ خلاف ہے۔ میرے آدمیوں نے باوجود ان دشواریوں کے بہت انسائنت اور باقاعدگی برتی۔

اس واقعہ کے بعد اخبار میں روسیوں نے یہ چھپوایا کہ مسٹر کیرنس فی اٹمائے ملاقات میں روسی سفیر سے قطع کلام کیا یا گفتگو ہو رہی تھی کہ انھوں نے جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ ملاقات یا مباحثہ کا ذکر ہی سرسرخ غلط ہے اس لیے کہ مسٹر کیرنس محض اخلاقاً مسیو پوخی تانوف سے ملنے گئے تھے کوئی سٹیننگ یا مباحثہ پہلے سے نہ ٹھہرا تھا اور وہاں جانے سے اُن کی غرض صرف یہ تھی کہ کوئی بدنام واقعہ نہ پیش آئے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ روسی سفیر کسی طرح نہیں مانتے تب مسٹر کیرنس وہاں سے چلے آئے اور انھیں یہ اُمید تھی کہ جب قبضہ ہو جائیگا تب یہ جھگڑے منٹ جائیں گے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب سرکاری عہدہ داروں نے امن کے ساتھ جائیداد پر قبضہ کر لیا تب دو گھنٹہ کے بعد مسٹر پیٹروف اور مسٹر ہلڈے براڈ چھانک پر آئے اور ایرانی ستر یون کو گالیاں دینا شروع کیا اور اُن سے کہا کہ وہ مار ڈالے جائیں گے۔ یہ ہماری کارروائی صرف

اس لیے کی گئی کہ یہہ نا واقعہ سپاہی غصہ میں آکر ان پر حملہ کریں اور تب انہیں یہہ بہانہ مل جائے کہ ایرانی افسروں نے روسی گورنمنٹ کی ہتک کی۔ یہ دونوں وہی روسی نائب سفیر ہیں جو ایک دن پہلے ہمارے لوگوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔ المختصر جب انہوں نے دیکھا کہ اس کوشش میں ناکام رہے اور بجائے اوپر بھی قبضہ نہ ہو سکا تب ان دونوں نے خواہ مخواہ گورنمنٹ روس کو اس جھگڑے میں پھنسانا چاہا۔

میں نے اپنے لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ اس فریب میں نہ آئیں چنانچہ سب نے بہت تھل کیا اور گو یہہ نائب سفیر ہر طرح پر انہیں برا بھلا کہتے رہے مگر انہوں نے کچھ اعتنا نہ کیا تب وہ مجبور ہو کے وہاں سے چلے گئے اور اقرار دیا کہ ان کے ساتھ بڑی دولت کا برتاؤ کیا گیا۔ حالانکہ وہ خود یہاں بیٹھے بھائے جھگڑا سول لینے آئے تھے۔

موسیو پوخی تانوف نے بلا اطلاع سفیر کبیر سینٹ پیٹرس برگ کو یہہ غلط بیانات لکھے بھیجے اور مجھے معلوم ہوا کہ یہہ ساری کارروائی سفیر کبیر کو ناگوار ہوئی مگر گورنمنٹ روس نے اس معاملہ میں جو طرز عمل اختیار کیا وہ قابل دید ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ روس کی وزارت خارجہ کے معاملات کیسے معقول ہیں جہاں افسری اور ماتمی کا کچھ لحاظ نہیں کیا جاتا اور ماتحت کی عدول حکمی پر چشم پوشی کی جاتی ہے۔ گورنمنٹ روس کو چاہیے تھا کہ اس معاملہ میں

تحقیقات کرتی اور جس فریق کی زیادتی ثابت ہوتی اُسے سزا دیتی مگر یہ کچھ نہ ہوا اور سچائی و انصاف کا خون کیا گیا۔ وجہ یہ تھی کہ موسیو کو کوصاف کے تقرر سے گورنمنٹ روس کی کبنت وزیر اہل اصول پیش قدمی کے مؤیدین کو غلبہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ کبنت نے ایک ماتحت کے بیان کو افسر بالادست کی رائے کے خلاف صحیح تسلیم کر لیا محض اس لیے کہ پوخی تانوف کی غلط بیانی اُن کے حب نہ تھی۔

موسیو پوخی تانوف کو خود بھی سفیر کبیر اور نیز سفیر برطانیہ جس ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے پھر ان میں ایک مشہور بات تھی۔ سر جارج بارکلی نے اُن کو اپنے وہاں دعوت میں بلانا موقوف کر دیا اور شعاع السلطنت کے معاملہ میں اُن کی اس کارروائی کو ایک مجنونانہ حرکت سے تعبیر کیا۔ بالآخر پوخی تانوف اور موسیو پو کلیوسکی کو ذیل کے باہمی تعلقات میں ایسا کھنچاؤ ہو گیا کہ سالانہ سرکاری بال میں جو ۱۹۔ دسمبر کو روسی سفارت خانہ میں دیا گیا تھا پوخی تانوف بلائے گئے نہ اُن کے اسٹاف کے لوگ اور نہ اُن کی بیوی کو اور سب یورپین لوگ وہاں موجود تھے۔ جہاں پوخی تانوف کے روسی سپاہیوں نے ہمارے آدمیوں کو شعاع السلطنت کے باغ سے نکال دیا اُسی روز سہ پہر کو موسیو پو کلیوسکی کو ذیل نے جو اس وقت زرگندہ میں اپنے بہارستانی مکان میں تھے جو شہر سے چند میل فاصلہ پر واقع ہے روسی سفیر پوخی تانوف کو

ٹیلیفون کے پاس بلایا اور اُن سے پوچھا کہ اس معاملہ میں کیوں دخل دہی لگتی
 دونوں میں سخت کلامی کی نوبت پہنچی۔ اور آخر میں سفیر کبیر موسیو پو کلیو سکی
 کو ذیل نے پوخی تانوف سے یہ کہہ کہ تم ہرگز اس طرح کی کارروائی کر نیے مجاز نہ تھے
 پوخی تانوف نے جواب دیا کہ میرے پاس کافی وجوہ موجود ہیں جس پر پو کلیو سکی نے
 کہا کہ اگر کوئی معقول وجہ نہ ہو تو تم کو چاہیے کہ جلد کوئی تلاش کرو اس لیے کہ میں تمہاری
 شکایت کا تار دیکھا ہوں۔ تب پوخی تانوف نے یہ عرض کیا کہ میں آپ کے ملاحظہ
 میں کچھ کاغذات بھیجوں گا اور اس کے ساتھ ہی پوخی تانوف نے فوراً ایک آدمی
 بنک کو روانہ کیا کہ بعض جعلی دستاویزات جو شعاع السلطنت نے کئی برس
 پہلے بینک کے نام کھے تھے لے آئے۔ یہ دستاویزات اس وقت گرطے
 گئے تھے جب محمد علی کو تخت سے اتارینکا مسئلہ پیش تھا۔ شعاع السلطنت
 نے اس امید میں یہ مصنوعی دستاویز روسی بینک کے نام روس کے مشورہ سے
 لکھ دی تھی کہ بینک دو لاکھ پچیس ہزار تومان اُس کے لیے دستوری حکومت سے
 اس بنا پر وصول کر لے گا کہ شعاع السلطنت برادر شاہ معزول اتنی رقم کا قرضدار
 ہے جو بینک کو ملنا چاہیے۔ حالانکہ یہ سب جھوٹ تھا۔ بجائے اس کے کہ وہ
 بینک کا قرضدار ہو۔ خود بینک اس کا ویندار تھا جیسا کہ اس کے مصدقہ وصیت
 نامہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ وصیت نامہ اُس نے ایران چھوڑتے وقت لکھا تھا۔

۱۔ یہ ساری گفتگو اسیدن شام کو ٹیلیفون کے ایک ایرانی ملازم نے جو روسی زبان بولتا تھا اور جو یہ گفتگو سن رہی تھی بیان کی۔

ان باتوں کو پوشیدہ رکھنا بیکار ہے لہذا ۱۔ اکتوبر کو مین نے لندن ٹائمز کے نامہ نگار اور ریوٹر کے ایجنٹ سے جوچہ سے ملنے آئے تھے صاف صاف بیان کر دیا کہ گورنمنٹ روس کا میچرا سٹوکس کے معاملہ میں گورنمنٹ ایران کو دھمکانا اور میچرا سٹوکس کے تقرر پر اعتراض کرنا بالکل غیر واجبی اور ناجائز ہے اور اس معاملہ میں دولت برطانیہ کا روس کی طرف داری کرنا اس بات پر وال ہے کہ یہ دونوں سلطنتیں ہندین چاشتیں کہ ایران کچھ ترقی کرے اور یہاں کی مالی حالت درست ہو۔ گو مین نے یہ واقعات بہت نرم الفاظ میں بیان کیے۔ اور وہ لوگ خود بھی ان معاملات سے بخوبی واقف تھے مگر لندن ٹائمز نے ۱۹۔ اکتوبر کے پرچہ میں میرے بیانات کی تردید کی اور یہ لکھا کہ جو کچھ کہا جاتا ہے وہ غلط اور بے بنیاد ہے۔ چونکہ یہ مشہور اخبار عموماً برٹش فارن آفس کا نیم سرکاری اخبار کہلاتا ہے اس لیے میں مجبور ہوا کہ مجھ پر جو حملہ کیا گیا ہے اُسکی تردید کروں اور برٹش عامہ خلائق کو حقیقی واقعات سے آگاہ کروں تاکہ گورنمنٹ برطانیہ کو وہاں کی رعایا انصاف پر مجبور کرے اور ایران کی خود مختاری اور شامانہ اختیارات جن کے تحفظ کا دونوں سلطنتوں نے اقرار واثق کیا ہے قائم رہیں۔

چنانچہ مین نے ایک مضمون تیار کیا اور بعض ایرانی مشاہیر صاحب الرائے سے بھی مشورہ لیا۔ بعد ازاں کبسنٹ سے خانگی طور پر اجازت لیکر ۱۹۔ اکتوبر کو مین نے وہ مضمون شائع ہونے کیلئے لندن ٹائمز کو بھیج دیا۔

میرا مضمون دسویں۔ گیا رھوین نو مبر کے نامزین دو دفعہ کر کے چھاپا گیا۔
 جب لندن سے ۱۰۔ نو مبر کی ڈاک آئی اور سفیر برطانیہ کو اس مضمون کی اطلاع ہوئی
 تو انھوں نے میرے پاس سے اُسکی نقل منگوا لی۔ انگلستان کے کل اخباروں نے
 اس مضمون کی نسبت اپنی مختلف رائیں ظاہر کیں اور اسیکی بنا پر پارلیمنٹ میں
 فارن سکریٹری سے بہت کچھ سوالات کئے گئے۔

چھٹا باب

گورنمنٹ ایران کے پاس روس کا پہلا الٹیمیٹم آنا۔ گورنمنٹ برطانیہ
 کا گورنمنٹ ایران کو الٹیمیٹم قبول کرنے کی صلاح دینا۔ گورنمنٹ ایران کا
 معذرت کرنا۔ دوسرا الٹیمیٹم نازل ہونا

اکتوبر کے آخر میں گورنمنٹ روس نے اپنی فوجیں انڈلی میں اتارنا شروع کیا
 اور ایک بڑی فوج باکو میں جمع ہونے لگی اسوقت انگلستان نے گورنمنٹ ایران
 کو اسکی اطلاع دی کہ وہ بھی ہندوستانی سواروں کے دو غول پوشہر کو بھیج رہا ہے
 جہاں سے وہ شیراز جا ئیں گے اور سفارت خانہ برطانیہ کی حفاظت کریں گے
 سدا رمی وہ فوجی حضرت جو کچھ دن پہلے ندو بوٹ پہنے ہوئے میرے

پاس تشریف لائے تھے۔ اور فوج کے اخراجات کیلئے روپیہ کے طالب
ہوئے تھے۔ انہوں نے بندہ چیرمین ترکمانوں سے شکست کھائی۔ اس
معرکہ میں روسی جنگی جہاز اور روسی سفیر نے برابر باغیوں کی مدد کی۔

دوسری نوبر کو موسیو پولکیو سکی کو زیل سفیر کبیر روس وزیر امور خارجہ
ایران کے دفتر پر تشریف لائے اور اپنی گورنمنٹ کی طرف سے زبانی یہ مطالبہ
پیش کیا کہ خزانہ کی فوجی پولیس کا پہرہ شعاع السلطنت کے باغ سے فوراً اٹھا
دیا جائے اور اس گجگہ قزاق بریگیڈ سے کچھ ایرانی قزاق اس جائداد کی نگرانی
کیلئے وہاں بھیج دیئے جائیں۔ اس کے علاوہ یہ کہ روسی عہدہ داران سفار کو
جو شکایت دی گئی ہے اسکی معافی مانگی جائے۔ وزیر امور خارجہ ہر چند اس
بات پر اڑے رہے کہ ہمارے اندرونی معاملات میں کیوں دخل دیا جاتا ہے
اور ہمارے شاہی حقوق کیوں پامال کیے جاتے ہیں۔ مگر اس نے ایک نہ
سنی بلکہ گورنمنٹ ایران کی طرف سے اس بارہ میں جو تحریری شکایت بھیجی
گئی تھی اسے بھی اُسنے واپس کر دیا۔

سفیر کبیر نے یہ بیان کیا کہ مجھے یہ ہدایت ہوئی ہے کہ ایران کی مجلس وزرا
سے اس بارہ میں فی الفور مان یا نہیں جواب طلب کروں۔

وزیر امور خارجہ ایران نے یہ کہہ کر ایسے اہم معاملہ میں بغیر مشورہ دوسرے
وزرا کے کوئی کارروائی نہیں کیا سکتی۔ چنانچہ دو دن تک اس مسئلہ پر بحث

ہوتی رہی۔ بعد ازاں مجھ سے رائے پوچھی گئی۔ میں نے یہہ کھا کہ ایسے پولیٹیکل معاملہ میں میں دخل دینا نہیں چاہتا تاہم میری رائے یہہ ہے کہ روس کا مطالبہ بالکل ناجائز اور خلاف قاعدہ ہے۔ اور اگر گنٹ وزیر ایران کے حقوق محفوظ رکھنا چاہتی ہے تو اس سے بہتر موقعہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حق ایران کے طرف ہے۔

جس دن یہہ زبانی الیٹیم دیا گیا اسی دن ایک اور واقعہ پیش آیا۔ طہران کے بعض دولت مند اُمراء سے کسی طرح ٹکس وصول نہ ہوتا تھا ہر چند کوشش کی گئی مگر بے سود ہوئی۔ تب میں نے خزانہ کی فوجی پولیس کے چند سپاہی بھیجے کہ بزور ٹکس وصول کریں۔ اور یہہ طریقہ ایران میں کوئی نیا نہ تھا۔ بلکہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا آیا تھا۔ ان اُمراء میں سب سے زیادہ نادہند پرنس علاء الدولہ خاندان شاہی کا ایک رکن تھا جو سابق میں شیراز کا گورنر بھی رہ چکا تھا۔

جب اس نے کئی دفعہ ٹکس کلکٹر کو گالیاں دیکر اپنے گھر سے نکال دیا تب بینٹیکس کلکٹر کو مع پانچ جوانوں کے اس کے مکان پر بھیجا یہہ لوگ وہاں جا کر بھانک پر بیٹھ گئے اور علاء الدولہ کو اطلاع دی کہ جب تک سرکاری دیون ادا نہ کریں گے اس وقت تک انکی جائیداد پر سرکاری قبضہ رہیگا۔ علاء الدولہ دوسرے دروازہ سے ٹکس صمصام السلطنت وزیر عظم کے

وہاں پھونچا۔ جن کا گھر قریب تھا۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر کر یہ بیان کیا کہ خزانہ کے عہدہ داروں نے اس کی بڑی بغیرتی کی اس طرح اور باتیں بنا کے اپنے دوست وزیر اعظم کو ایسا برہم کر دیا کہ انھوں نے اپنے بھائی امیر عیاد ایک بختیاری سردار کو اس لئے بھیجا کہ خزانہ کی فوجی پولیس کو علماء الدولہ کے مکان سے نکال دین امیر عیاد تو میرے دشمن تھے ہی اس لئے کہ میں نے کئی دفعہ ان کو روپیہ دینے سے انکار کیا تھا وہ علماء الدولہ کے فرزند کو جو فوج کا کرنل تھا ساتھ لے کر مع چند بختیاری جوانوں کے علماء الدولہ کے مکان پر آئے اور خزانہ کے جوانوں پر حملہ آور ہو کر انھیں لکڑی سے خوب پیٹا اور ان کی بند و فین چھین لیں یہ واقعہ سر شام پیش آیا۔

دوسرے صبح کو وزیر اعظم نے مجھے اس واقعہ کی اطلاع دی میں نے فی الفور انھیں لکھا کہ اس معاملہ میں آپ کو تحریر اسماعیلی مانگی چاہیے اور ان لوگوں کو سزا دینی چاہیے جو اس جرم کے مرتکب ہوئے ہیں اور فی الفور کل رقم ٹیکس داخل کرنی چاہیے۔ چنانچہ دوسرے دن وزیر اعظم نے بڑی انسایت کے ساتھ کونسل میں اسماعیلی مانگی اور ایک تحریری معذرت نامہ بھی مجھے بھیجا اور یہ کہا کہ بڑھاپے کی وجہ سے انھیں بہت جلد غصہ آ جاتا ہے جب ایسا عالی مرتبت شخص جیسے کہ پرنس علماء الدولہ آنکھوں میں آنسو بھرے دوڑتا ہو امیرے پاس آیا تو اس وقت مجھے اپنی طبیعت پر ضبط نہ رہا۔

وزیر اعظم کے فوجی ایڈیکانگ نے معذرت کے ساتھ جوالون کی بند و قین واپس کین اور کل رقم ٹیکس آنہ پائی ادا کر دی گئی۔ اس واقعہ کا اثر بہت اچھا ہوا اس سے خزانہ کی وقت بہت بڑھ گئی اور بہت سے دوسرے امراء و شہزادے جواب تک ٹیکس دینے سے انکار کر رہے تھے سب نے اپنا اپنا ٹیکس ادا کر دیا۔ اگر میں اس صحت کی جو خزانہ کے جوالون کو ملی تھی کچھ پروانہ کرتا تو مجھے اپنا دفتر ہی بند کر دینا ہوتا۔ ایسے ایسے خفیف واقعے ایران میں بہت اہمیت رکھتے ہیں جہاں وقت کا بڑا خیال کیا جاتا ہے اس میں خواہ کوئی معمولی آدمی ہو یا گورنمنٹ۔

چند روز کے مباحثہ کے بعد کمنٹ وزرائے چھٹی نومبر کو وزارت خارجہ کے ایک عہدہ دار کی زبانی روسی ایٹم کا جواب کہلا بھیجا۔ جواب بہت مؤثر تھا جس سے گورنمنٹ ایران کی وقت قائم رہتی تھی۔ اور جس کا منشاء یہ تھا کہ۔

شعاع السلطنت کے واقعہ کی بلا رورعایت پوری تحقیقات کی جائے جو کہ اس تحقیقات کا نتیجہ ہو گا گورنمنٹ ایران اس کی پابندی کریگی۔

اس عرصہ میں اخباروں میں یہ چھپا کہ روس شمالی ایران میں صوبہ گیلان اور ضلع تالیج پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اس میں شک نہیں کہ گورنمنٹ روس کو ایران کے استقلال اور انداز جواب پر بہت ہی تعجب ہوا تھا۔

ساتویں نومبر کو سفیر برطانیہ سر جارج بارکلے نے مجھے لکھا کہ وہ مجھے

وہی مطالبہ تحریر میں پیش کیا جو گورنمنٹ روس کی طرف سے زبانی ہوا تھا
موسکو ڈی گیر نے بیان کیا کہ اگر ۸ مہ گھنٹے میں اس کی تعمیل نہ کی جائے گی
تو دونوں گورنمنٹوں کے سیاسی تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

اخبار لندن ٹائمس نے میرے مضمون پر قدح کی اور ایک مضمون چھاپا
جس میں مجھے یہ الزام لگایا کہ میں ایرانی فداویوں کیساتھ شریک ہو گیا ہوں میری
سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے اخبار لندن ٹائمس کا کیا مطلب تھا جس حالت
میں کہ میں نے ایران میں دستوری حکومت کی ملازمت ہی اختیار کی تو
شرکت کا کیا ذکر ہے۔ اس وقت میرا مضمون جو لندن ٹائمس میں۔
چھپ چکا تھا فارسی میں اس کا ترجمہ ایک چھوٹی سی کتاب کی صورت میں چھپا گیا
اور تمام ملک میں کثرت سے تقسیم ہوا جب مجھے یہ الزام لگایا کہ میں نے
اس کا ترجمہ کر کے شائع کرایا ہے حالانکہ مجھے اس کا علم بھی نہ تھا تو اس وقت
ایک مقامی اخبار لندن نے اس بات کا اقرار کیا کہ اس نے یہ مضمون فارسی
میں چھاپ کے تقسیم کیا ہے۔

۱۱۔ نومبر کو ایرانی گنبنٹ وزیر روس کی فوجی تیاریوں سے جو وہ شمالی
حصہ ملک پر قبضہ کرنے کے لئے کر رہا تھا بہت خائف ہوئی اور دولت
برطانیہ سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ سر ایڈورڈ گرے نے فوراً بذریعہ
تار کے یہہ صلاح دی کہ روسی الیٹیم منظر کر لیا جائے اور معافی مانگی جائے

صمصام السلطنت وزیر اعظم نے مجھے لکھا کہ اپنے کل جوان
شعاع السلطنت کے باغ سے اٹھائوں۔ یہ بیوقوف بڑھا کئی روز سے کسی
سخت روسی سازش میں پھنسا ہوا تھا بلکہ مجلس کے بعض اراکین اُسکی سچی
وفا داری پر شک کر نیلگے تھے۔ جب میرے پاس صمصام السلطنت کا یہ حکم
پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اُس پر بجائے کل وزیر اسے کونسل کے صرف اُنہیں
کے دستخط ثابت ہیں۔ چونکہ پچھلا حکم ضابطی جو میرے پاس آیا تھا اُس پر کل وزیر
کے دستخط تھے لہذا میں نے لکھا کہ کونسل کا حکم کونسل ہی منسوخ کر سکتی ہے
اور میں نے اس بات پر زور دیا کہ یا تو میرے ایجنٹ ان جاہلادون پر
نکدہ ان۔ بین یا اُن کی نگرانی یا نفل مجھ سے علیحدہ کر لیجائے میں اُن کا ذمہ دار
نہیں ہو سکتا۔

اب پھر سب معمول کنسٹ وزیرانہ نزل میں آئی ایک دن تو وزیر مال
یہ کہتے تھے کہ اُنھوں نے استعفا دیدیا ہے اور دوسرے دن پھر کونسل
چیمبر میں موجود ہوتے تھے۔

۱۸۔ نومبر کو سفارت خاندروس نے گورنمنٹ ایران کو یہ اطلاع دی کہ
چونکہ الیمیرم منظور نہیں ہوا لہذا سیاسی تعلقات منقطع سمجھ جائیں مگر تجارتی
معاملات سفرائے روس کے ہاتھوں طے ہوتے رہیں گے۔ اس کے بعد یہ
خبر آئی کہ چارنہرار روسی فوج کوہ قاف سے ایران کی طرف آرہی ہے اب

کینٹ نے سراپڈ ورڈ گرس کے مشورہ پر غور کیا اور بالآخر یہ طے پایا کہ اُنکے سب رائے عمل کرنا چاہئے چنانچہ میرے نام ایک تحریری حکم بھیجا کہ شعل السلطنت کی جائداد حوالہ کر دوں اور اپنے جوائن کو بلالون مین نے اس حکم کی تعمیل کر دی اور ہر ایک چیز جس پر قبضہ کیا تھا واپس دیکر اُس کی رسید لے لی۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ برٹش فارن آفس روس کی فوجی تیاریوں سے بہت خائف ہوئی اور ایران کو جو مشورہ دیا گیا وہ محض اس لئے تھا کہ روسی فوج کی پیش قدمی رُک جائے ورنہ اندیشہ یہہ تھا کہ پارلیمنٹ مین اس کی نسبت سخت اعتراض ہو گا کہ روس معاہدہ ۱۹۰۷ء کی خلاف ورزی کیوں کر رہا ہے اس درمیان مین ایک نئی کینٹ وزیر اوقایہ ہوئی جس نے یہ رائے دی کہ روس سے معافی مانگی جائے۔

چنانچہ سہم ۲۔ نومبر کو وثوق لدولہ وزیر امور خارجہ بڑے ٹھاٹھ سے روسی سفارت خانہ میں پہنچے اور سفیر کبیر روس سے ہاتھ ملا کے یہہ کہنے لگے کہ میں اپنی گورنمنٹ کی طرف سے معافی مانگنے آیا ہوں اور جو ہتک سفارت خانہ کے عہدہ داروں کو شعل السلطنت کے معاملہ میں ہوئی اس کی معذرت چاہتا ہوں۔ اس کے عوض میں سفیر کبیر صاحب نے اُنکے ساتھ ایسا بدنام سیاسی مذاق کیا جو ایک روسی کینٹ ہی بلا لحاظ انصاف و انسانیت کر سکتی ہے

وزراے ایران بطاہر یہہ سمجھے کہ اگر اپنی ذلت گوارا کر کے شعاع السلطنت کی جاد او واپس کر دیں گے تو اس سے روس کا غصہ فرو ہو جائے گا اور کل معاملے ہو جائیگا۔ انھیں روس کی چال بازیوں کی خبر نہ تھی۔ روس یہہ کب چاہتا تھا کہ ایران اس کے مطالبات منظور کرے۔ اگر اسے اپنے سفارتخانہ کے ماتحت عہدہ داروں کی شان و شوکت قائم رکھنا مقصود ہوتا تو البتہ وثوق الدولہ کی معذرت معاملہ کو طے کر دیتی مگر روس تو دراصل شمالی حصہ ایران پر قبضہ کرنے کیلئے بہانہ ڈھونڈھتا تھا۔ سرائیو و ڈگرے نے بذریعہ سفیر برطانیہ ستیفیلڈ ایران کونسلٹ وژر کو یہہ یقین دلایا کہ اگر روس سے معافی چاہی جائے گی تو روسی فوج جو مغرب ایران میں داخل ہو چاہتی ہے اُس کی پیشقدمی رک جائیگی چنانچہ سرائیو و ڈگرے کے اس طرح یقین دلانے پر گورنمنٹ ایران نے روسی مطالبات کو منظور کیا۔

جب وثوق الدولہ نے سفیر کبیر روس سے معافی چاہی ہے تو اسوقت سفیر صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ایران نے پہلے انٹیم کے مطالبات تو منظور کر لیے مگر ایک اور انٹیم تیار ہو رہا ہے جسکی اطلاع میں آپ کو دیتا ہوں اُس وقت وثوق الدولہ کی صورت دیکھنے کے قابل تھی اُن کے منہ پر ہوا یہاں اڑ رہی تھی اور اوسان خطا تھے۔ یہ ملاقات سفیر برطانیہ نے ٹھہرائی تھی۔ خیر اس درمیان میں کوئی نئی بات تو نہ ہوئی جس سے دوسرے انٹیم کی بنا پڑتی مگر یہہ صاف ظاہر تھا

کہ روس چاہتا ہے اپنی فوجیں شمالی حصہ ملک میں بھر دے۔ گو دولت
برطانیہ یا گورنمنٹ ایران کچھ بھی کہے یا کرے۔ روس جس موقعہ کے انتظار میں
تھا وہ آخر آ ہی گیا۔ مدت سے اُسکا یہ ارادہ ہے کہ ہندوستان کی طرف اپنی
فوجیں بڑھائے اور خلیج فارس کا کوئی وبالے یہہ آرزو پوری ہونے کے دن آگے
مراکش کا جھگڑا بھی بالکل طے نہ ہوا تھا جبکی وجہ سے اُسے یقین تھا کہ ایران کے
ساحل میں برطانیہ کی طرف سے کوئی سخت اعتراض نہ ہوگا۔

چنانچہ جب وعدہ ۲۹۔ نومبر کو گورنمنٹ روس کی طرف سے ایک دوسرا
ایٹیمٹم آ ہی گیا اور اس کی منظوری ۴ مئی گھنٹے کے اندر چاہی گئی۔
اس ایٹیمٹم کی عبارت بہت ہی پُر لطف تھی۔ لہذا اس کا ترجمہ ذیل میں
درج کیا جاتا ہے۔

روس کے دوسرے ایٹیمٹم کا ترجمہ

۲۲۔ نومبر بروز جمعہ جب آپ مجھے ملنے آئے تو میں نے اشنا گفتگو میں
آپ سے بیان کیا تھا کہ بعض وجوہ سے امپریل گورنمنٹ روس چند اور مطالبات
گورنمنٹ ایران سے چاہنے والی ہے چنانچہ میں اُسکے متعلق اپنی گورنمنٹ کے
ہدایات کا منتظر تھا۔ اب وہ ہدایات مجھے مل گئے اور میں گورنمنٹ روس کی طرف
حسب ذیل مطالبات پیش کرتا ہوں۔

(۱) مسٹر شوستر اور لیکافر سے موقوف کر دیے جائیں۔ دوسرے لوگ

جو مشر شوستر نے بلا کے ملازم رکھے ہیں ان کے متعلق دوسری تجویز کے لحاظ سے عمل کیا جائیگا۔

(۲) گورنمنٹ ایران اس بات کا عہد کرے کہ آئندہ کسی غیر ملکی کو بلا اجازت و منظورگی گورنمنٹ روس و گورنمنٹ برطانیہ ملازم نہ رکھیگی۔

(۳) گورنمنٹ روس نے حال میں جو فوج ایران کو بھیجی ہے اس کے اخراجات گورنمنٹ ایران بطور تاوان کے ادا کرے۔ رقم کا تعین اور طریقہ ادائیگی گورنمنٹ ایران کا جواب آنے پر طے ہوگی۔

اس الشیم کی شرح جو وزیر سفارت خانہ روس نے کی وہ بھی پُر لطف ہے اسکا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

یہ تجاویز جو پیش کیے گئے ہیں انکی شرح بیان کر دینا بھی ضرور ہے۔

(۱) چونکہ مشر شوستر کی صحتک آئینہ عمل کی وجہ سے گورنمنٹ روس کو تہوہ اپنی فوج ایران کی طرف بھیجنا ہوئی اس لیے جو کچھ اخراجات عائد ہوئے اسکا مواخذہ ملنا بہت ضرور ہے۔

(۲) گورنمنٹ روس کی یہ خواہش ہے کہ جو اسباب مخالفت پیدا ہو گئے ہیں دور کر دیے جائیں اور آئندہ مصلح کی ایسی بنیاد ڈالی جائے جس پر دونوں گورنمنٹیں مضبوطی کیسا تھ قصر اخلاص اور اتحادی تعلقات قائم کر سکیں اور جو معاملات اب تک تصفیہ طلب ہیں وہ طے ہو جائیں۔

(۳) بسلسلہ امور تہذیبیہ بالامین اس امر کی اطلاع دیتا ہوں کہ گورنمنٹ روس بہم گھٹتے سے زیادہ اس کے جواب کا انتظار نہ کرے گی اور اس عرصہ میں جو روسی فوجیں آئی ہیں وہ سرشت میں ٹھہری رہیں گی۔ اگر کچھ جواب نہ آیا یا جواب آیا بھی اور وہ خاطر خواہ نہ ہوا تو اس صورت میں فوجوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا جائیگا اور یہ ظاہر ہے کہ فوجوں کے بڑھنے سے ایران کو اور زیادہ تاوان دینا ہوگا۔

اس الٹیٹیم کے آئیٹے کمنٹ وزیر خارجہ خلاق پر جو اثر ہوا اسکے بیان کی ضرورت نہیں ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں۔

اول تو اس الٹیٹیم کی عبارت خاکسار چھپدہ رکھی گئی تھی بالخصوص جہان تاوان یا معاوضہ کا ذکر آیا تھا یا نہ ہاں معاملات تصفیہ طلب کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔

اس الٹیٹیم کے ساتھ ہی ایک خط بھی آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ شعاع السلطنت کی والدہ لیڈی نرہتہ السلطانہ نے عالیحضرت زار اور ان کی بیگم زارینہ کو تارویا تھا جس کی بنا پر گورنمنٹ ایران کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آج سے انکی جائیداد اور خود بیگم صاحبہ گورنمنٹ روس کی حفاظت میں سمجھی جائیں۔

یہ بیگم صاحبہ اب تک تو ایران کی رعایا سے تحقین مگر اب گورنمنٹ روس نے صرف ایک تار بھیج کر انکی حیثیت کو بدل دیا۔



سائوان باب

روٹی کا حنگامہ مجلس سے روسی الیٹیم کی منظوری۔ روسی فوج کا حملہ۔ ایران کی طرف سے اسکی مداخلت۔ ایرانی ستوراک کی دلیری۔ ۲۴۔ دسمبر کو مجلس کا برخاست ہونا

۲۹۔ نومبر کو روس نے جوائٹیم بھیجا اس میں گورنمنٹ برطانیہ کا بھی نام درج تھا حالانکہ سفیر برطانیہ کو اسکی کچھ خبر ہی نہ تھی۔ اگر دولت ایران ان مطالبات کو منظور کر لیتی جوائٹیم میں درج تھے تو گویا اپنے شاہی حقوق روس و برطانیہ کو حوالہ کر دیتی۔ یہ جوائٹیم پیش ہونے کے چند روز بعد میں ایڈورڈ گرنے سے پارلیمنٹ میں یہ پوچھا گیا کہ گورنمنٹ برطانیہ کا نام اس میں کیوں درج کیا گیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ روس کے مطالبات سے ان کو اتفاق ہے البتہ تاوان کے مضمون سے وہ متفق نہیں ہیں اس لیے کہ اگر ایران سے تاوان لیا جائیگا تو ایران کی مالی حالت اور بہتر ہو جائے گی جسکی وجہ سے جنوبی حصہ ملک میں بہتوں کی حفاظت کیلئے پولیس کا انتظام نہ ہو سکیگا جسکی وجہ سے برطانیہ کی تجارت کو نقصان پہنچے گا۔ برٹش فارن آفس نے اس

ایٹیمین صرف یہی ایک چیز قابل اعتراض سمجھی۔ سر ایڈورڈ کرے نے میری نسبت
یہ الزام لگایا کہ میں نے ایران میں ترقی معکوس کا طریقہ اختیار کیا ہے جس کی
وجہ سے مجھے اپنی تجاویز میں ناکامیابی ہوئی ہے لہذا میرا وہاں رہنا بیکار ہے
۲۹۔ نومبر کو ایٹیمین پیش ہونے کے دو گھنٹہ بعد سر پھر کو نائب السلطنت نے
مجھے بلا بھیجا میں وہاں گیا اور میں نے دیکھا کہ وزراء کے کبنت انھیں گھیرے
ہوئے بیٹھے ہیں جن میں میرے پرانے دوست خاتم السلطنت بھی تشریف
رکھتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ بزرگ پھر کس طرح وزیر اعظم مصہام السلطنت
کے مزاج میں داخل ہو گئے۔

نائب السلطنت نے کہا کہ گورنمنٹ کو روٹی کے ہنگامہ سے بہت تشویش
ہے۔ ایران میں روٹی کی کثرت اور ارزانی سے کبنت کے انتظامی قابلیت
کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ گیہوں کی روٹی یہاں کے لوگوں کی خاص غذا ہے
بالخصوص شہروں اور بڑے بڑے قصبوں کے باشندے اسی پر جیتے ہیں
عموماً یہ روٹی لوگوں کے گھر دن میں نہیں پکائی جاتی بلکہ عام نان پزروں
کی دوکانوں میں تیار ہوتی ہے۔ اور طہران میں نان پزروں کی صد ہا دوکانیں
ہیں۔ یہ روٹی لمبی لمبی ٹیوں کی صورت میں آدھی انچ موٹی پکائی جاتی ہے
اور ان ٹیوں کو لوگ ہاتھوں ہاتھ اس طرح لیجاتے ہیں جیسے پیٹے کا غذا۔
سڑکوں پر اکثر آپ دیکھیں گے کہ ایرانی ان روٹیوں میں اپنا پیر یا پھل پیٹے

ہو کے لیجا رہت ہیں۔

موسم بہار میں جب گہیوں کٹنا ہے تو اسوقت گورنمنٹ بجائے روپیہ کے ایک مقدار گہیوں کی محصول میں لے لیتی ہے۔ پایہ تخت کے اطراف کے اضلاع میں یا دوسرے بڑے بڑے قصبوں میں گورنمنٹ یہہ گہیوں سرکاری انبار خانوں میں جمع کرتی ہے تاکہ موسم خزان میں رعایا کو کثرت سے ارزان روٹی مل سکے۔ یہہ طریقہ ایران میں ایک مدت دراز سے جاری ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے اور گورنمنٹ اپنے غلہ کو فروخت کر ڈالے تو امرا یا دوسرے دولت مند جن کے اضلاع میں گہیوں بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ آپس میں مل کر غلہ کو خرید لین گے اور جس قیمت کو چاہیں گے نان پیروں کے ہاتھ فروخت کرینگے۔ جسکا نتیجہ یہہ ہوگا کہ روٹی گران ہو جائیگی اور بلوے اٹھ کھڑے ہونگے۔ چنانچہ اسی امر کے تدارک کیلئے گورنمنٹ نے یہہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ جب غلہ گران ہو تو سرکاری انبار خانوں سے گہیوں نکال کر نان پیروں کے ہاتھ ارزان قیمت پر فروخت کیا جائے۔ اس طریقہ سے روٹی کی قیمت گران نہیں ہونے پائی کیونکہ لوگوں کو اس بات کا علم رہتا ہے کہ سرکار کے پاس انبار خانوں میں غلہ موجود ہے اور اسکی وجہ سے امرا یا دوسرے دولت مند لوگ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ چنانچہ اسوقت گورنمنٹ کو ایسی وقت کا سامنا ہے جسکی وجہ سے مناسب سلطنت اور مجلس وزراء کو سخت تشویش ہے۔ اس سال ایران کے شمالی حصہ میں

بالخصوص طہران کے اطراف فصل بہت خراب ہوئی ہے جس کی وجہ سے قلعہ بہت کم پیدا ہوا ہے۔ اس کمی کا سبب کچھ تو خشک سالی ہے اور کچھ عام اتیری جب معمولی آبی ایران میں آیا ہے ہر طرف لوٹ مار شروع ہے جسکی وجہ سے زراعت کو سخت نقصان پہنچا ہے اسکے علاوہ موسم بہار میں برابر لڑائی ہوئی اور پائے تخت کے نواح میں بہت سے تختیاریوں اور دوسری بیقاعدہ سپاہ کے اجتماع سے تمام قاطریں اور شتر بان بھاگ گئے ہیں۔ اور جن ذرائع سے غلہ شہر میں آتا تھا وہ مفقود ہو گئے ہیں۔

لہذا عہدہ داران خزانہ کا فرض یہ ہے کہ جو محصول گئیہوں پر یا دوسری اجناس مثل چانول۔ بھو۔ روئی اور کاہ پر واجب الا و اہو بجائے روپیہ کے غلہ لیا جائے اور یہ غلہ شہر میں منسگا کے ابنار خانوں میں جمع کر دیا جائے چنانچہ اس وقت کا لحاظ کر کے مجلس وزراء نے تجویز کیا کہ من غلہ کی درآمد کافی نگرانی رکھوں۔ اور یہ دیکھتا رہوں کہ وہ ابنار خانوں میں جمع کیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پائے تخت کے بعض عہدہ داروں اور گورنر کیلئے یہ غلہ ہمیشہ بہت مفید مطلب ہوتا تھا۔

چنانچہ میں نے اس بارہ میں سخت کوشش شروع کی کہ قبل راستہ مسدود ہونے کے گئیہوں و درازا ضلع سے شہر میں آجائے۔ میں نے طہران کے عہدہ داران مینوسپٹی کو اس بات سے روکا کہ روٹی کے نرخ میں خیانت سے

باز رہیں۔ بہت سے امرا جو دستوری حکومت کے خلاف تھے انھوں نے اُنہیں
ایکجا کر لیا تھا۔ جس سے انکی غرض ایک یہ تھی کہ اپنے تین مالا مال کریں۔ اور
دستوری حکومت کو وقت میں پھنسائیں۔

میں نے نائب السلطنت اور مجلس وزراء سے یہ صاف کہہ دیا کہ اگر وہ

چاہتے ہیں کہ میں اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لوں تو اول اُن کو چاہیے کہ ایک
ایماندار شخص طہران کا گورنر مقرر کریں ورنہ میں اس ذمہ داری کو اپنے سر نہ لوں گا۔
انھوں نے وعدہ تو کیا مگر حسب معمول امر و زفر داہر ملتے رہے یہاں تک کہ سات
روز بروز اتر ہوتی گئی۔ وقتاً فوقتاً روٹی کیلئے شہر و زمین بوسے ہوئے مگر آسانی
سے اُن کا تذرا کر دیا گیا۔

ایک واقعہ کی مقدار سنگین پیش آیا۔ طہران میں ایک خاص نان پڑھتا
جو مینو سلٹی کے عہدہ داروں سے ملا ہوا تھا۔ اور وہ گویا بڑا سر غنہ تھا۔ یہ شخص
بہت بدنام تھا۔ بلکہ اُسکی نسبت یہ مشہور تھا کہ اُسنے کئی دفعہ بعض لوگوں کو جو اسکی
دوکان میں ملازم تھے اور اسکی ان حرکتوں سے نالاں تھے۔ تنور میں ڈھکیلا کر
خاکستر کر ڈالا تھا۔

ایک دن بعض نامی فدا یوں سے میں نے اُسکی سازشوں کا ذکر کرتے
ہوئے یہ کہہ کر ان سارے ہنگاموں کا باعث یہی شخص ہے۔ وہ اول تو بہت
خراب روٹی لوگوں کے ہاتھ بچتا ہے اور اُسپر طرہ یہ ہے کہ قیمت بہت

گران لیتا ہے۔ پس مناسب یہ ہے کہ یہ شخص دفع کر دیا جائے۔ ایک دن صبح کو جب مین اپنے دفتر میں گیا تو میرے ایک ایرانی مدوکار نے مجھے بیان کیا کہ میری حسبِ خواہش وہ نان پڑ مار ڈالا گیا۔ اس خبر کے سننے سے مجھے بہت تعجب ہوا۔ دریافت کرتے معلوم ہوا کہ فی الحقیقت لوگوں نے بلوہ کر کے اُس نان پڑ کو ہلاک کر دیا۔ مین نہیں سمجھتا کہ میرے کہنے سے ایسا کیا گیا۔ مگر تاحم مین نے ارادہ کیا کہ آئندہ سے اپنی رائے کے اظہار میں بہت احتیاط سے کام لون گا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ شخص خود ایک خونی تھا اور غریبوں پر ظلم کر کے اُس نے بہت دولت جمع کی تھی۔ لہذا ایسی صورتیں اسکا مارا جانا کچھ خلافِ انصاف تو نہ ہوا۔ مگر ایرانی مدوکار نے جس طرح سے اُس کے خاتمہ کی نقل بیان کی اُس سے مجھے ایک صدمہ ہوا۔ اس شخص کے مارے جانے بلوے دفع ہو گئے اور روٹی کا نرخ معین کرنے میں آسانی ہوئی۔

۲۱۔ نومبر کی سپرہر کو مجلس مین ایک غیر معمولی واقعہ پیش آیا۔ وزیر اعظم صدرِ مہام السلطنت نائب السلطنت سے ملکر پارلیمنٹ میں گئے اور نئی مجلس وزراء قائم کرنے کے لیے چند نام پیش کئے جن میں محتشم السلطنت کا نام بھی شامل تھا اور انکی رائے تھی کہ محتشم السلطنت وزیرِ عدالت بنائے جائیں۔ اراکین پارلیمنٹ گودت سے بدنام دُزار کے ناموں سے واقف تھے

مگر محتشم السلطنت کا نام پیش کرنے پر وہ بہت بگڑ گئے۔ وزیر اعظم کے تعلقات
 روسی سفارت خانہ کے ساتھ کچھ عرصہ سے بہت گھاڑھے ہو رہے تھے۔ اور
 چونکہ محتشم السلطنت روسی جاسوسوں اور سازشیں کیا تھے گہرے تعلقات
 رکھتا تھا اس لیے وہ چاہتے تھے کہ اُسے بھی کبنت میں شریک کریں۔ حالانکہ
 دوسرے وزراء اُسکی اس تجویز کے خلاف تھے۔ جب بوڑھے وزیر اعظم نے ناسوکی
 فہرست پڑھ کر سنائی اور نئے وزیر عدالت محتشم السلطنت کا نام لیا تو
 اُسوقت پارلیمنٹ میں ایک ہلچل ہوئی۔ پرنس سلیمان مرزا نے ممبر پرچہ کے
 یہ اعلان کیا کہ نمبر ان پارلیمنٹ کو وزیر اعظم پر پورا بھروسہ ہے مگر سپیڈار کی
 کبنت کے دغا باز ممبروں میں سے کسی شخص کو جدید کبنت کیلئے پارلیمنٹ منظور
 نہیں کر سکتی۔ تب وزیر اعظم ممبر پرچہ پر گئے اور نہایت سخت الفاظ میں جمہوریت
 پسند گروہ کے خلاف ایک تقریر کی۔ موتمن الملائح جو پارلیمنٹ کے صدر نشین
 تھے اُنھوں نے وزیر اعظم کو روکنا چاہا جس پر وزیر اعظم صاحب یہ کہہ کر وہاں سے
 چلے گئے کہ اپنے بختیار یوں کو بلا کے کل جمہوریت پسند لوگوں کا کام تمام کر دیں گے
 بعد ازاں طہران کے مجتہد صاحب آٹھے اور اُنھوں نے اپنی تقریر میں صدر نشین
 اور جمہوریت پسند گروہ پر حملہ کیا۔ تب صدر نشین نے تین مرتبہ اُن کو منع کیا کہ
 خاموش رہیں اور یہ کہہ کر کہ اگر پھر کوئی کلمہ زبان سے نکالیں گے تو حسب قواعد
 مجلس وہ قید کر دیئے جائیں گے۔ اب مجلس میں ایک ضحکا مہ ہو گیا اور اس میں

شک نہیں کہ ایران کی پارلیمنٹ میں ایسے واقعہ کا وقوع بہت شرم
ناک تھا۔

یہ واقعہ اوروسی الشیخیم کی افواہ جب شہر میں پھیلی تو ایک عجیب ہل چل پڑی۔
اگر لیفٹننٹ خان شہر کا گواہ نہ ہوتا تو سارے شہر میں ایک بلوہ ہو جاتا جس کی
وجہ سے بہت خونریزی ہوتی اس وقت خزانہ کی پولیس میں آٹھ سو سپاہی تھے جو
ملہران میں موقعہ موقع سے تعینات کر دیے گئے تھے یہ سپاہی پورے قواعد و ان
اور بخوبی مسلح تھے اور چار امریکن اُن کے افسر تھے وزیر اعظم کی یہ کوشش کہ
محترم السلطنت پھر کینٹ میں داخل ہوں اور جمہوریت پسند گروہ کی
نسبت ان کی یہ دھمکی کہ یہ بختیار یون سے اُن کا قلع و قمع کرایا جائے گا یہ
سب باتیں اس امر کی شاہد تھیں کہ روسی سازش زور و نبرہ اور وزیر اعظم
ملے ہوئے ہیں اور دستوری حکومت کیلئے خطرہ کا سامنا ہے بعد کو پھر یہ معلوم
ہوا کہ پرنس علاء الدولہ جس نے سرکاری مالگزاری دینے سے اول انکار
کیا تھا اب اور دوسرے بدعاشوں سے ملکر گورنمنٹ روس سے درخواست
کر رہا ہے کہ محمد علی کو پھر تخت پر بٹھا دیں۔ چنانچہ پولیس نے اس مضمون کی ایک
عرضی بھی گرفتار کی جس پر علاء الدولہ اور بہت سے دوسرے لوگوں کے
دستخط تھے۔

الشیخیم پیش ہونے کے دوسرے دن نواب حسین قلی خان اور لیفٹننٹ خان

مجھ سے ملنے آئے اور موجودہ حالت کی نسبت میری رائے پوچھی۔ مین نے اُن سے
 کہا کہ آپ مجلس اور کنبٹ کو اس بات کی اطلاع کرو دیجئے کہ میرا یا میرے امریکن دوستوں
 کا کچھ خیال نہ کریں بلکہ اپنے ملک کیلئے جیسا مناسب سمجھیں تصفیہ کریں اُن کے
 جانے کے بعد اور بہت سے امریکن مجلس مجھ سے ملنے آئے اور مشورہ کے طالب
 ہوئے۔ مین نے سب کو وہی جواب دیا اور یہہ کہا کہ گورنمنٹ کے تصفیہ پر میری
 آئندہ نیکنامی پراثر پڑیگا مگر مجھے اسکی کچھ پروا نہیں۔ مین یہہ نہیں چاہتا کہ میری
 وجہ سے اُن کو الیٹیم کے تصفیہ میں کوئی وقت پیش آئے۔ مجلس روسی الیٹیم کا
 جو کچھ فیصلہ کر لگی مین وعدہ کرتا ہوں کہ میں خود اور میرے ساتھ دوسرے
 اہل امریکہ اسکی پابندی کرینگے۔

دوسرے دن صبح کو جب میں آفس گیا تو مین نے سنا کہ پرنس علاء الد
 مارڈ والا گیا۔ وہ اپنے مکان سے کہیں جا رہا تھا کہ تین آدمیوں نے جو قریب میں
 کسی بالا خانہ پر اس کی تاک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ گولی سے اسکا کام تمام کر دیا۔
 اور گولی لگتے ہی وہ فوراً مر گیا۔

اسی طرح مشیر السلطنت پر بھی حملہ ہوا مگر وہ بچ گیا۔ ٹانگ میں زخم
 لگا اور اس کا بھتیجا مارا گیا۔ وہ گھوڑے پر جا رہا تھا اور بھتیجا بھی ساتھ ساتھ
 تھا۔ یہ مشیر السلطنت سابق مین محمد علی کے عہد میں وزیر اعظم رہ چکے تھے۔
 ملہران مین خفیہ انجمنیں قائم تھیں۔ جب اُن کے ممبروں کو یہہ یقین ہوا کہ ایران میں

دستوری حکومت کے خلاف ایک گہری سازش ہو رہی ہے اور اسکی کوشش کی جا رہی ہے کہ اس ظالم مجسم شیطان محمد علی کو پھر تخت پر بٹھایا جائے تو اسوقت اس طرح کے جرائم قتل کی صورت میں ظاہر ہونے لگے۔ جب ملک کے فدا یوں کو یہ بات اچھی طرح سے معلوم ہو گئی کہ شاہ معزول کے ہوا خواہ اور اُمہر ملک کو روس کے ہاتھ فروخت کر رہے ہیں تو ان کی آتش غضب بھڑک اُٹھی۔ یہہ انجمنین جو چند سال قبل ایران میں دستوری حکومت قائم کرنے کے باعث ہوئی تھیں اور جن کے ممبروں نے بڑی مردانگی دکھائی تھی ابھی تک پر غاصت نہ ہوئی تھیں بلکہ ان کا وجود دستور قائم تھا۔ البتہ جب تک دستوری حکومت کو کسی قسم کا اندیشہ نہ رہا یہہ انجمنین ساکت و سامت رہیں مگر چون ہی دستوری حکومت کو کسی قسم کا خطرہ محسوس ہوا تو وہ خم ٹھوک کر میدان میں آگئیں۔ ان انجمنوں کے اراکین فدا ئی کہلاتے تھے اور وہ ہمیشہ اپنے ملک کے لیے جان دینے کو تیار رہتے تھے۔ پرنس علاء الدولہ کے مارے جانے کا یہہ اثر ہوا کہ ہر امیر اور عہدہ دار جس کے دل میں چور تھا اپنی جگہ پر کانپنے لگا۔ جب صمصام ^{سلطنت} کو ان کے دوست پرنس علاء الدولہ کے مارے جانے کی خبر ہوئی تو وہ رونے لگا اور قسم کھائی کہ جو لوگ اسکی موت کا باعث ہوئے ہیں انھیں خاک میں ملا دوں گا اور ایک جان کے لیے میں جمہوریت پسند کی جانیں لوں گا۔

روس کے دوسرے ایٹیم کی وجہ یہہ بیان کیجاتی ہے کہ میں نے سٹر

لیکھا فرسے کو جو رعایائے برطانیہ تھے اس حصہ ملک میں ٹیکس حکم مقرر کیا۔ جو روس کے زیر اثر کہلاتا تھا اور اپنے مضمون لندن ٹائمس کا فارسی میں ترجمہ کر کے چھپوایا اور تقسیم کیا حالانکہ یہ دونوں باتیں اگر سچ ہی ہوتیں تو بہت ہی خفیف تھیں۔ چہ جائیکہ ان کی کچھ اصلیت ہی نہ تھی۔

تاہم روسی مطالبات نے اہل ایران کو ڈنگ کر دیا گوروس کی طرف سے فریبانہ کوشش ان مطالبات کو جائز ثابت کرنے میں کی گئی۔ دستور کی حکومت گوجند سال سے وزراءے روس کی سختیوں اور ناجائز زیادتیوں کی عادی ہوئی تھی۔ مگر مجلس وزراء کو ایسی کارروائی کی کہی توقع نہ تھی۔

اب کینٹ کو کچھ معلوم ہو چلا کہ برطانیہ اور جرمنی کی وزارتوں نے فیض کی وجہ سے یورپ کا امن مخدوش ہے اور مراکش کے معاملہ میں جو کھینچاؤ ہو گیا تھا گواب کم ہو رہا ہے مگر اب بالکل رفع نہیں ہوا انھیں یہ محسوس ہوا کہ سر ایڈورڈ گریور وین پیچیدگیوں میں ایسے گرفتار رہیں کہ وہ ایشیا کے سائل کی اہمیت بھولے ہوئے ہیں اور دولت برطانیہ پر ایشیائی معاملات کی وجہ سے جو اثر پڑنے کا اندیشہ ہے اس کا خیال ہی نہیں کرتے۔ ان اسباب سے اب روس کو موقع مل گیا ہے کہ اپنے پرانے منصوبہ کو پورا کر لے۔ ایران کو ہضم کر جائے اور خلیج فارس پر اپنا بحری مرکز جائے۔ جب تک روس کے پاس یہم بہانہ موجود ہے کہ وہ انگریزین کنونشن مشاعرہ کو تسلیم کرتا ہے اس وقت تک

اُسے ایران میں اپنی کارروائیاں جاری رکھنے کا پورا موقعہ حاصل ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس بہانہ سے برٹش فارن آفس سے پارلیمنٹ میں باز پرس نہ ہوگی کہ کیوں روس اپنے معاہدہ پر قائم نہیں ہے۔

باوجود ان سب باتوں کے اہل ایران جیسا کہ واقعات سے ثابت ہوگا ان بڑی عیسائی سلطنتوں کے عہد و پیمان پر پورا بھروسہ کئے ہوئے تھے اور یہ بات کہی اُن کے خیال میں بھی نہ آتی تھی کہ اُن کا قومی وجود اور آزادی راتوں رات یون پامال ہو گئی ہے اور یہ سارے حلیفہ اقرار اور معاہدے محض بچوں کا کھیل ہیں۔

جب انہیں اصل حقیقت معلوم ہوئی تو آپ انسر گذشت کا معاملہ ہرچکا تھا مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اگر پہلے سے ہی اس کی اطلاع ہوتی تو وہ بیچارے کیا کر سکتے۔ جو حیلہ روس نے اب اختیار کیا اگر وہ بھی نہ ہوتا تو وہ اپنے اغراض کے لیے اور بہت سے بہانے ڈھونڈھ لیتا۔ بہر حال جو حال ایران کے گرد پھیلایا گیا۔ خواہ انسانی ہاتھوں نے پھیلایا ہو یا ایران کی بد قسمتی سے۔ ۱۹۱۱ء کے موسم بہار میں یورپین بساط شطرنج پر یہ غیر متوقع چال بڑی ہو۔ مگر خس شمال کی یہ ہوشیاری تھی کہ قبل اس کے موقعہ ہاتھ سے جائے اُس نے پنچ مار ہی دیا۔

یہ ناگہانی مصیبت جو گورنمنٹ ایران کو پیش آئی ہر شخص ایک دوسرے

کی نسبت بدگمان ہو گیا۔ انتظام ملک میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ گروہ قائم ہو گئے کینٹ وزیر اقصیٰ صہام السلطنت کے زیر اثر ہو گئی اور نائب السلطنت بھی کم و بیش انھیں کے طرفدار بن گئے۔ اراکین مجلس چونکہ اب بھی سچے دل سے حب الوطنی کا دم بھرتے تھے اور ایران کی حکومت قائم رکھنا چاہتے تھے وہ وزراء کے مقابلہ میں کلمہ بہ کلمہ اپنی ذمہ داریاں اٹھانے کے لیے مستعد ہو گئے ایران کے مدبرین اور سردار جن سے اس وقت کینٹ مرکب تھی ان کی

یہ رائے ہوئی کہ دوسرا اطمینان بھی منظور کر لیا جائے۔ یہ رائے خواہ اسوجہ سے ہو کہ روس کی دیکھیوں کی آڑ میں برہنہ سنگینوں کی نوکین نظر آتی تھیں۔ یا انھوں نے یہ خیال کر کے کہ مقابلہ زبردست کا ہے مخالفت سے کیا نتیجہ ہو گا۔ یہ رائے ویدی۔ گوسب کو اس بات کا علم ضرور تھا کہ اس کا نتیجہ رعایا پر ظلم و تعدی کے سوائے اور کچھ نہ ہو گا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جو کچھ کر رہے ہیں اس میں اپنے ملک کی سخت ناک حرامی ہے۔

چنانچہ پہلی ڈسمبر کو قبل اس کے کہ ہم گھنٹہ کی مدت جو روس نے معین کی تھی ختم ہو وزراء کینٹ پارلیمنٹ میں آئے تاکہ ممبران پارلیمنٹ سے اپنی رائے کی نسبت ان کی منظوری حاصل کریں بارہ بجنے میں ایک گھنٹہ کی کسر تھی۔ پارلیمنٹ کی عمارت کھچا کھچ لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ سب کی صورتوں سے تشویش کے آثار نمایاں تھے۔ عمارت کی غلام گردش میں شاہیر

ایران اور وکلاء سفارت خانہ ہائے دول خارجیہ بیٹھے تھے۔ سب کو یہی انتظار تھا کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ اونٹ کس کل بیٹھتا ہے۔ بارہ بجے ایران کی قسمت کا فیصلہ ٹھہرا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ایران کا وجود بحیثیت قوم باقی رہتا ہے یا غلامی نصیب ہوتی ہے۔

کنسٹنٹنولہ تو یہ مہم ارادہ کر کے آئی تھی کہ پارلیمنٹ کی منظوری حاصل کرنے میں کوئی پہلو فرو گذاشت نہ ہونے پائے وہ سمجھے تھے کہ ہم گھنٹہ مختوم نہیں اب صرف ایک گھنٹہ باقی رہ گیا ہے۔ اتنی دیر میں لوگوں کو غور یا بحث کرنے کا موقعہ کیا ملیگا۔ چنانچہ وزیر اعظم مصباح السلطنت نے یہ تجویز پارلیمنٹ کے سامنے پیش ہی کر دی کہ مجلس وزراء کو اختیار دیا جائے کہ روس کا دوسرا الٹیمٹیم بھی منظور کر لے۔

جب یہ تجویز پڑھی گئی ایک عجیب سنائے کا عالم تھا۔ سر سٹھ ممبر پارلیمنٹ بوڑھے۔ جوان۔ مجتہد۔ مقنن۔ ڈاکٹر۔ تاجر اور امراسب اپنی اپنی جگہ پر خاموش بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک بزرگ مجتہد اسلام کھڑے ہوئے اور اُمتوں نے یہ فرمایا۔ ”بھائیو! وقت تنگ ہے۔ ادھر بارہ بجے کہ اس معاملہ میں رائے دینے کا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ لہذا میں نہایت مختصر الفاظ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر اللہ کی مرضی یہی ہے کہ ہماری آزادی اور ہمارا ملک بہ زور ہم سے چھین لیا جائے تو خیر یہی سہی۔ مگر ہم کو اپنے ہاتھوں سے محض کاغذ پر

دستخط کر کے اُسے نہ دینا چاہیے۔ اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے انہوں نے ایک اشارہ کیا اور اسکے بعد اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

یہ الفاظ گو بہ ظاہر صاف و سادہ تھے۔ مگر اُن میں بلا کا اثر بھرا تھا۔ اپنے خانگی جلسہ میں ایسی باتیں کر لینا آسان ہے مگر ایک ظالم شقی القالب کے سامنے جسکے جاسوس وہاں بیٹھے ہوئے غور سے اس مشکل کو گھور رہے تھے اور اپنے دل میں اسکے لئے ہزارے قید۔ اذیت وہی یا جلا وطنی تجویز کر لی تھی اس طرح کے الفاظ منہ سے نکالنا کچھ سہیل نہ تھا۔

اُن کے بعد اور نمبران پارلیمنٹ نے کھڑے ہو کر تقریریں کیں اور اپنے ملک کی عزت اور حریت کو قائم رکھا اور اس بات کا اعلان کیا کہ جو حقوق اپنا خون پسینہ کر کے حاصل کئے گئے ہیں انہیں اس طرح ہاتھ سے نہ جانے دینگے۔

بارہ بجے سے چند منٹ پہلے سب سے رائے لی گئی دو ایک بُزولے توپ چاپ اٹھ کے باہر چلے گئے باقی سب نے نام نہام کنبنٹ کی تجویز کے خلاف اپنی رائے دی اور جب یہ معاملہ ختم ہوا تو یہ شخص (فرخواریہ) تاجروان یا بڑھا اپنی اور اپنی اہل و عیال کی قسمت کا فیصلہ کر لیا۔ سب یہ جانتے تھے کہ شمالی خرواس گنہ میں جاتا ہے مگر سکویہ منظور تھا۔ لیکن اپنی قومی حریت اور ملک کی وقعت کی قربانی گوارا نہ تھی۔ اہل یہیم ہے کہ ان بیچارے ایرانیوں نے اس موقع پر بڑی دلیری دکھائی اور اُن ملک فرس وزیر کو شرمایا جو یہ تجویز لیکر آئے تھے۔ حاضرین جلسہ میں اکثر لوگ رونیلگے۔

گران لیتا ہے۔ پس مناسب یہ ہے کہ یہ شخص دفع کر دیا جائے۔ ایک دن صبح کو جب نین اپنے دفتر میں گیا تو میرے ایک ایرانی مددگار نے مجھے بیان کیا کہ میری حسبِ خواہش وہ نان پڑ مار ڈالا گیا۔ اس خبر کے سننے سے مجھے بہت تعجب ہوا۔ دریافت کرئیے معلوم ہوا کہ فی الحقیقت لوگوں نے بلوہ کر کے اُس نان پڑ کو ہلاک کر دیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ میرے کہنے سے ایسا کیا گیا۔ مگر تاہم میں نے ارادہ کیا کہ آئندہ سے اپنی رائے کے اظہار میں بہت احتیاط سے کام لون گا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ شخص خود ایک خونی تھا اور غریبوں پر ظلم کر کے اُس نے بہت دولت جمع کی تھی۔ لہذا ایسی صورت میں اسکا مارا جانا کچھ خلاف انصاف تو نہ ہوا۔ مگر ایرانی مددگار نے جس طرح سے اُس کے خاتمہ کی نقل بیان کی اُس سے مجھے ایک صدمہ ہوا۔ اس شخص کے مارے جانے بلوے دفع ہو گئے اور روٹی کا نرخ معین کرنے میں آسانی ہوئی۔

۲۱۔ نومبر کی سپرہر کو مجلس میں ایک عظیم مولیٰ واقعہ پیش آیا۔ وزیر اعظم صدصام السلطنت نائب السلطنت سے ملکر پارلیمنٹ میں گئے اور نئی مجلس وزیر اقام کرنے کے لیے چند نام پیش کیے جن میں محتشم السلطنت کا نام بھی شامل تھا اور انکی رائے تھی کہ محتشم السلطنت وزیر عدالت بنائے جائیں۔ اراکین پارلیمنٹ گوردت سے بدنام دزرا کے ناموں سے واقف تھے

مگر محتشم السلطنت کا نام پیش کرنے پر وہ بہت بگڑ گئے۔ وزیر اعظم کے تعلقات
 روسی سفارت خانہ کے ساتھ کچھ عرصہ سے بہت گھاڑے ہو رہے تھے۔ اور
 چونکہ محتشم السلطنت روسی جاسوسوں اور سائبرینین کیساتھ گہرے تعلقات
 رکھتا تھا اس لیے وہ چاہتے تھے کہ اُسے بھی کنٹیننٹ میں شریک کریں۔ حالانکہ
 دوسرے وزراء اُسکی اس تجویز کے خلاف تھے۔ جب بوڑھے وزیر اعظم نے ناسونکی
 فہرست پڑھ کر سنائی اور نئے وزیر عدالت محتشم السلطنت کا نام لیا تو
 اُسوقت پارلیمنٹ میں ایک ہلچل ہوئی۔ پرنس سلیمان مردانے ممبر برچھکے
 یہہ اعلان کیلئے ممبران پارلیمنٹ کو وزیر اعظم پر پورا بھروسہ ہے مگر سپہدار کی
 کنٹینٹ کے دغا باز ممبروں میں سے کسی شخص کو جدید کنٹینٹ کیلئے پارلیمنٹ منظور
 نہیں کر سکتی۔ تب وزیر اعظم ممبر پر گئے اور نہایت سخت الفاظ میں جمہوریت
 پسند گروہ کے خلاف ایک تقریر کی۔ موتمن الملائح جو پارلیمنٹ کے صدر نشین
 تھے اُنھوں نے وزیر اعظم کو روکنا چاہا جس پر وزیر اعظم صاحب یہہ کہہ کر وہاں سے
 چلے گئے کہ اپنے بختیاریوں کو بلا کے کل جمہوریت پسند لوگوں کا کام تمام کر دیں گے
 بعد ازاں طہران کے مجتہد صاحب آٹھے اور اُنھوں نے اپنی تقریر میں صدر نشین
 اور جمہوریت پسند گروہ پر حملہ کیا۔ تب صدر نشین نے تین مرتبہ اُن کو منع کیا کہ
 خاموش رہیں اور یہہ کہا کہ اگر پھر کوئی کلمہ زبان سے نکالیں گے تو حسب قواعد
 مجلس وہ قید کر دیئے جائیں گے۔ اب مجلس میں ایک ہنگامہ ہو گیا اور اسمین

بالخصوص طہران کے اطراف فصل بہت خراب ہوئی ہے جس کی وجہ سے غلہ بہت کم پیدا ہوا ہے۔ اس کمی کا سبب کچھ تو خشک سالی ہے اور کچھ عام اتیری جب سے محل علی ایران میں آیا ہے ہر طرف لوٹ مار شروع ہے جسکی وجہ سے زراعت کو سخت نقصان پہنچا ہے اسکے علاوہ موسم بہار میں برابر لڑائی ہوئی اور پائے تخت کے نواح میں بہت سے تختیاریوں اور دوسری بیقاعدہ سپاہ کے اجتماع سے تمام قاطریں اور شتر بان بھاگ گئے ہیں۔ اور جن فداغ سے غلہ شہر میں آتا تھا وہ مفقود ہو گئے ہیں۔

لہذا عہدہ داران خزانہ کا فرض یہ ہے کہ جو محصول گیلہوں پر یا دوسری اجناس مثل چانول۔ جو۔ روئی اور کاہ پر واجب الاواہ ہو سچائے روپیہ کے غلہ لیا جائے اور یہ غلہ شہر وں میں منگاکے ابنار خانوں میں جمع کر دیا جائے چنانچہ اس وقت کا لحاظ کر کے مجلس وزراء نے مجھے کہا کہ میں غلہ کی درآمد پر کافی نگرانی رکھوں۔ اور یہہ دیکھتا رہوں کہ وہ ابنار خانوں میں جمع کیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پائے تخت کے بعض عہدہ داروں اور گورنر کیلئے یہ غلہ ہمیشہ بہت مفید مطلب ہوتا تھا۔

چنانچہ میں نے اس بارہ میں سخت کوشش شروع کی کہ قبل راستہ مسدود ہونے کے گیلہوں و دروازہ اضلاع سے شہر میں آجائے۔ میں نے طہران کے عہدہ داران مینوسپلی کو اس بات سے روکا کہ روٹی کے نرخ میں خیانت سے

بازر میں۔ بہت سے امرا جو دستوری حکومت کے خلاف تھے انھوں نے اچھین
ایکجا کر لیا تھا۔ جس سے انکی غرض ایک یہ تھی کہ اپنے تئیں مالا مال کریں۔ اور
دستوری حکومت کو وقت میں پھنسائیں۔

میں نے نائب السلطنت اور مجلس وزراء سے یہ صاف کہہ دیا کہ اگر وہ
چاہتے ہیں کہ میں اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لوں تو اول اُن کو چاہیے کہ ایک
ایماندار شخص طہران کا گورنر مقرر کریں ورنہ میں اس ذمہ داری کو اپنے سر نہ لوں گا۔
انھوں نے وعدہ تو کیا مگر حسب معمول امر و زفر داپڑالتے رہے یہاں تک کہ حالت
روز بروز ابتر ہوتی گئی۔ وقتاً فوقتاً روٹی کیلئے شہر و زمین بوسے ہوئے مگر آسانی
سے اُن کا تدارک کر دیا گیا۔

ایک واقعہ کی قدر سنگین پیش آیا۔ طہران میں ایک خاص نان پزیر تھا
جو مینو سیلٹی کے عہدہ داروں سے ملا ہوا تھا۔ اور وہ گویا بڑا سرغنہ تھا۔ یہ شخص
بہت بدنام تھا۔ بلکہ اُسکی نسبت یہ مشہور تھا کہ اُس نے کئی دفعہ بعض لوگوں کو جو اسکی
دوکان میں ملازم تھے اور اسکی ان حرکتوں سے نالان تھے۔ تنور میں ڈھکیلا
خاکستر کر ڈالا تھا۔

ایک دن بعض نامی فدا یوں سے میں نے اُسکی سازشوں کا ذکر کرتے
ہوئے یہ کہہ دیا کہ ان سارے ہنگاموں کا باعث یہی شخص ہے۔ وہ اول تو بہت
خراب روٹی لوگوں کے ہاتھ بچتا ہے اور اُسپر طرہ یہ ہے کہ قیمت بہت

گران لیتا ہے۔ پس مناسب یہ ہے کہ یہ شخص دفع کر دیا جائے۔ ایک دن صبح کو جب مین اپنے دفتر میں گیا تو میرے ایک ایرانی مددگار نے مجھے بیان کیا کہ سیری حسب خواہش وہ نان پڑھا ڈالا گیا۔ اس خبر کے سننے سے مجھے بہت تعجب ہوا۔ دریافت کرتے معلوم ہوا کہ فی الحقیقت لوگوں نے بلوہ کر کے اُس نان پڑ کو ہلاک کر دیا۔ مین نہیں سمجھتا کہ میرے کہنے سے ایسا کیا گیا۔ مگر تاہم مین نے ارادہ کیا کہ آئندہ سے اپنی رائے کے اظہار میں بہت احتیاط سے کام لوں گا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ شخص خود ایک خونی تھا اور غریبوں پر ظلم کر کے اُس نے بہت دولت جمع کی تھی۔ لہذا ایسی صورتیں اسکا مارا جانا کچھ خلاف انصاف تو نہ ہوا۔ مگر ایرانی مددگار نے جس طرح سے اُس کے خاتمہ کی نقل بیان کی اُس سے مجھے ایک صدمہ ہوا۔ اس شخص کے مارے جانے بلوے دفع ہو گئے اور روٹی کا نرخ معین کرنے میں آسانی ہوئی۔

۲۱۔ نومبر کی سہ پہر کو مجلس میں ایک غیر معمولی واقعہ پیش آیا۔ وزیر اعظم صاحبام السلطنت نائب السلطنت سے ملکر پارلیمنٹ میں گئے اور نئی مجلس وزراء قائم کرنے کے لیے چند نام پیش کئے جن میں محترم السلطانہ کا نام بھی شامل تھا اور انکی رائے تھی کہ محترم السلطنت وزیر عدالت بنائے جائیں۔ اراکین پارلیمنٹ حکومت سے بدنام وزراء کے ناموں سے واقف تھے

مگر محتشم السلطنت کا نام پیش کرنے پر وہ بہت بگڑ گئے۔ وزیر اعظم کے تعلقات
 روسی سفارت خانہ کے ساتھ کچھ عرصہ سے بہت گارٹھے ہو رہے تھے۔ اور
 چونکہ محتشم السلطنت روسی جاسوسوں اور سازشیں کیساتھ گہرے تعلقات
 رکھتا تھا اس لیے وہ چاہتے تھے کہ اُسے بھی کنٹیننٹ میں شریک کریں۔ حالانکہ
 دوسرے وزراء اُسکی اس تجویز کے خلاف تھے۔ جب بوڑھے وزیر اعظم نے ناموں کی
 فہرست پڑھ کر سنائی اور نئے وزیر عدالت محتشم السلطنت کا نام لیا تو
 اُسوقت پارلیمنٹ میں ایک ہلچل ہوئی۔ پرنس سلیمان مردانے ممبر پر چڑھ کر
 یہہ اعلان کیا کہ ممبران پارلیمنٹ کو وزیر اعظم پر پورا بھروسہ ہے مگر سپہدار کی
 کنٹینٹ کے دغا باز ممبروں میں سے کسی شخص کو جدید کنٹینٹ کیلئے پارلیمنٹ منظور
 نہیں کر سکتی۔ تب وزیر اعظم ممبر پر گئے اور نہایت سخت الفاظ میں جمہوریت
 پسند گروہ کے خلاف ایک تقریر کی۔ مومتمن الملائہ جو پارلیمنٹ کے صدر نشین
 تھے اُنھوں نے وزیر اعظم کو روکنا چاہا جس پر وزیر اعظم صاحب یہہ کہہ کر وہاں سے
 چلے گئے کہ اپنے بختیار یوں کو بلا کے کل جمہوریت پسند لوگوں کا کام تمام کر دینگے
 بعد ازاں طہران کے مجتہد صاحب آٹھے اور اُنھوں نے اپنی تقریر میں صدر نشین
 اور جمہوریت پسند گروہ پر حملہ کیا۔ تب صدر نشین نے تین مرتبہ اُن کو منع کیا کہ
 خاموش رہیں اور یہہ کہا کہ اگر پھر کوئی کلمہ زبان سے نکالیں گے تو حسب قواعد
 مجلس وہ قید کر دیئے جائیں گے۔ اب مجلس میں ایک ضحکا مہ ہو گیا اور اسمین

شک نہیں کہ ایران کی پارلیمنٹ میں ایسے واقعہ کا وقوع بہت شرم ناک تھا۔

یہ واقعہ اوروسی ایٹیم کی افواہ جب شہر میں پھیلی تو ایک عجیب ہل چل مچ گئی۔ اگر لیفرم خان شہر کا کووال نہ ہوتا تو سارے شہر میں ایک بلوہ ہو جاتا جس کی وجہ سے بہت خونریزی ہوتی اس وقت خزانہ کی پولیس میں آٹھ سو سپاہی تھے جو طہران میں موقع سے تعینات کر دیے گئے تھے یہ سپاہی پورے قواحدان اور بخوبی مسلح تھے اور چار امریکن اُن کے افسر تھے وزیر اعظم کی یہ کوشش کہ محتشم السلطنت پھر کینٹ میں داخل ہوں اور جمہوریت پسند گروہ کی نسبت ان کی یہ دھمکی کہ یہ بختیار یون سے اُن کا قلع و قمع کرایا جائے گا یہ سب باتیں اس امر کی شاہد تھیں کہ روسی سازش زور وں پر ہے اور وزیر اعظم ملے ہوئے ہیں اور دستوری حکومت کیلئے خطرہ کا سامنا ہے بعد کو پھر یہ معلوم ہوا کہ پرنس علاء الدولہ جس نے سرکاری مالگزاری دینے سے اول انکار کیا تھا اب دوسرے بد معاشوں سے ملکر گورنمنٹ روس سے درخواست کر رہا ہے کہ محمد علی کو پھر تخت پر بٹھادیں۔ چنانچہ پولیس نے اس مضمون کی ایک عرضی بھی گرفتار کی جس پر علاء الدولہ اور بہت سے دوسرے لوگوں کے دستخط تھے۔

ایٹیم پیش ہونے کے دوسرے دن نواب حسین قلی خان اور لیفرم خان

جھ سے ملنے آئے اور موجودہ حالت کی نسبت میری رائے پوچھی۔ مین نے اُن سے
 کہا کہ آپ مجلس اور کینٹ کو اس بات کی اطلاع کرو دیجئے کہ میرا پامیرے امریکن مددگار
 کا کچھ خیال نہ کریں بلکہ اپنے ملک کیلئے جیسا مناسب سمجھیں تصفیہ کریں اُن کے
 جانے کے بعد اور بہت سے امریکن مجلس جھ سے ملنے آئے اور مشورہ کے طالب
 ہوئے۔ مین نے سب کو یہی جواب دیا اور یہہ کہا کہ گورنمنٹ کے تصفیہ پر میری
 آئندہ نیکنامی پر اثر پڑیگا مگر مجھے اسکی کچھ پروا نہیں۔ مین یہہ نہیں چاہتا کہ میری
 وجہ سے اُن کو الیٹیم کے تصفیہ میں کوئی وقت پیش آئے۔ مجلس روسی الیٹیم کا
 جو کچھ فیصلہ کریگی مین وعدہ کرتا ہوں کہ مین خود اور میرے ساتھ دوسرے
 اہل امریکہ اسکی پابندی کریں گے۔

دوسرے دن صبح کو جب مین آفس گیا تو مین نے سنا کہ پریس علاء الد
 مارڈ والا گیا۔ وہ اپنے مکان سے کہیں جا رہا تھا کہ تین آدمیوں نے جو قریب مین
 کسی بالا خانہ پر اس کی تاک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ گولی سے اسکا کام تمام کر دیا۔
 اور گولی لگتے ہی وہ فوراً مر گیا۔

اسی طرح مشیر السلطنت پر بھی حملہ ہوا مگر وہ بچ گیا۔ ٹانگ میں زخم
 لگا اور اس کا بھتیجا مارا گیا۔ وہ گھوڑے پر جا رہا تھا اور بھتیجا بھی ساتھ ساتھ
 تھا۔ یہ مشیر السلطنت سابق مین محمد علی کے عہد میں وزیر اعظم رہ چکے تھے۔
 طہران میں خفیہ انجمنیں قائم تھیں۔ جب اُن کے ممبروں کو یہ یقین ہوا کہ ایران میں

دستوری حکومت کے خلاف ایک گہری سازش ہو رہی ہے اور اسکی کوشش کی جا رہی ہے کہ اس ظالم مجسم شیطان محمد علی کو پھر تخت پر بٹھایا جائے تو اسوقت اس طرح کے جرائم قتل کی صورت میں ظاہر ہونے لگے۔ جب ملک کے فدا یون کو یہ بات اچھی طرح سے معلوم ہو گئی کہ شاہ معزول کے ہوا خواہ اور امرا ملک کو روس کے ہاتھ فروخت کر رہے ہیں تو ان کی آتش غضب بھڑک اٹھی۔ یہہ انجمنین جو چند سال قبل ایران میں دستوری حکومت قائم کرنے کے باعث ہوئی تھیں اور جن کے ممبروں نے بڑی مردانگی دکھائی تھی ابھی تک پر خاست نہ ہوئی تھیں بلکہ ان کا وجود بدستور قائم تھا۔ البتہ جب تاک دستوری حکومت کو کسی قسم کا اندیشہ نہ رہا یہہ انجمنین ساکت و سامت رہیں مگر چون ہی دستوری حکومت کو کسی قسم کا خطرہ محسوس ہوا تو وہ فم مٹھوک کر میدان میں آگئیں۔ ان انجمنوں کے اراکین فدا ئی کہلاتے تھے اور وہ ہمیشہ اپنے ملک کے لیے جان دینے کو تیار رہتے تھے۔ پرنس علاء الدولہ کے مارے جانے کا یہہ اثر ہوا کہ ہر امیر اور عہدہ دار جس کے دل میں چور تھا اپنی جگہ پر کانپنے لگا جب صمصام ^{سلطنت} کو ان کے دوست پرنس علاء الدولہ کے مارے جانے کی خبر ہوئی تو وہ رونے لگا اور قسم کھائی کہ جو لوگ اسکی موت کا باعث ہوئے ہیں انھیں خاک میں ملا دوں گا اور ایک جان کے لیے میں جمہوریت پسند کی جانیں لون گا۔

روس کے دوسرے انٹیٹیم کی وجہ یہہ بیان کیجاتی ہے کہ مین نے مسٹر

لیکھا فرے کو جو رعایائے برطانیہ تھے اس حصہ ملک میں ٹیکس کا کٹ مقرر کیا۔ جو روس کے زیر اثر کہلاتا تھا اور اپنے مضمون لندن ٹامس کا فارسی میں ترجمہ کر کے چھپوایا اور تقسیم کیا حالانکہ یہ وہ دونوں بائین اگر سچ ہی ہو تین تو بہت ہی خفیف تھیں۔ چہ جائیکہ ان کی کچھ مصلحت ہی نہ تھی۔

تاہم روسی مطالبات نے اہل ایران کو دنگ کر دیا گوروس کی طرف سے فریبانہ کوشش ان مطالبات کو جائز ثابت کرنے میں کی گئی۔ دستوری حکومت گو چند سال سے وزراءے روس کی سختیوں اور ناجائز زیادتیوں کی عادی ہو چکی تھی۔ مگر مجلس وزراء کو ایسی کارروائی کی کبھی توقع نہ تھی۔

اب کینٹ کو کچھ معلوم ہو چلا کہ برطانیہ اور جرمنی کی وزارتوں نقیض کی وجہ سے یورپ کا امن مخدوش ہے اور مراکش کے معاملہ میں جو کھینچاؤ ہو گیا تھا گواہ کم ہو رہا ہے مگر اب بالکل رفع نہیں ہوا انھیں یہ محسوس ہوا کہ سر ایڈورڈ کرے یورپ میں پیچیدگیوں میں ایسے گرفتار ہیں کہ وہ ایشیا کے مسائل کی اہمیت بھولے ہوئے ہیں اور دولت برطانیہ پر ایشیائی معاملات کی وجہ سے جو اثر پڑنے کا اندیشہ ہے اسکا خیال ہی نہیں کرتے۔ ان اسباب سے اب روس کو موقع مل گیا ہے کہ اپنے پرانے منصوبہ کو پورا کر لے۔ ایران کو ہضم کر جائے اور خلیج فارس پر اپنا بحری مرکز جمائے۔ جب تک روس کے پاس یہ بہانہ موجود ہے کہ وہ انگریزوں کو نشانہ بنائے گا تو تسلیم کرتا ہے اسوقت تک

اُسے ایران میں اپنی کارروائیاں جاری رکھنے کا پورا موقعہ حاصل ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس بہانہ سے برٹش فارن آفس سے پارلیمنٹ میں باز پرس نہ ہوگی کہ کیوں روس اپنے معاہدہ پر قائم نہیں ہے۔

باوجود ان سب باتوں کے اہل ایران جیسا کہ واقعات سے ثابت ہوگا

ان بڑی عیسائی سلطنتوں کے عہد و پیمان پر پورا بھروسہ کئے ہوئے تھے اور یہ بات کہی اُن کے خیال میں بھی نہ آتی تھی کہ اُن کا قومی وجود اور آزادی راتوں رات یون پامال ہو گئی ہے اور یہ سارے حلفیہ اقرار اور معاہدے محض بچوں کا کھیل ہیں۔

جب انہیں اصل حقیقت معلوم ہوئی تو آبِ انسِ گشت کا معاملہ ہو چکا تھا مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اگر پہلے سے ہی اس کی اطلاع ہوتی تو وہ بیچارے کیا کر سکتے۔ جو حیلہ روس نے اب اختیار کیا اگر وہ بھی نہ ہوتا تو وہ اپنے اغراض کے لئے اور بہت سے بہانے ڈھونڈھ لیتا۔ بہر حال جو حال ایران کے گرد پھیلایا گیا۔ خواہ انسانی ہاتھوں نے پھیلایا ہو یا ایران کی بد قسمتی سے۔ ۱۹۱۱ء کے موسم بہار میں یورپین بساطِ شرنج پر یہ غیر متوقع چال بڑی ہو۔ مگر خرس شمال کی یہ ہوشیاری تھی کہ قبل اس کے موقع ہاتھ سے جائے اُس نے بچہ مار ہی دیا۔

یہ ناگہانی مصیبت جو گورنمنٹ ایران کو پیش آئی ہر شخص ایک دوسرے

کی نسبت بدگمان ہو گیا۔ انتظام ملک میں بھوٹ پڑ گئی اور وہ گروہ قائم ہو گئے
 کبنت وزیر اصرار صدام السلطنت کے زیر اثر ہو گئی اور نائب السلطنت
 بھی کم و بیش انھیں کے طرفدار بن گئے۔ اراکین مجلس چونکہ اب بھی سچے دل سے
 حب الوطنی کا دم بھرتے تھے اور ایران کی حکومت قائم رکھنا چاہتے تھے وہ
 وزراء کے مقابلہ میں کلمہ بہ کلمہ اپنی ذمہ داریاں اٹھانے کے لیے مستعد ہو گئے
 ایران کے مدبرین اور سردار جن سے اس وقت کبنت مرکب تھی ان کی
 یہ رائے ہوئی کہ دوسرا اطمینان بھی منظور کر لیا جائے۔ یہ رائے خواہ اس وجہ سے
 ہو کہ روس کی دھمکیوں کی آڑ میں برہنہ سنگینوں کی نوکین نظر آتی تھیں۔ یا
 انھوں نے یہ خیال کر کے کہ مقابلہ زبردست کا سب سے مخالفت سے کیا نتیجہ
 ہو گا۔ یہ رائے ویدی۔ گوسب کو اس بات کا علم ضرور تھا کہ اس کا نتیجہ رھایا
 پر ظلم و تعدی کے سوائے اور کچھ نہ ہو گا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جو کچھ
 کر رہے ہیں اس میں اپنے ملک کی سخت تک حرامی ہے۔

چنانچہ پہلی دسمبر کو قبل اس کے کہ مہ گھنٹہ کی مدت جو روس نے زمین
 کی تھی ختم ہو وزیر اے کبنت پارلیمنٹ میں آئے تاکہ ممبران پارلیمنٹ سے
 اپنی رائے کی نسبت ان کی منظوری حاصل کریں بارہ بجنے میں ایک گھنٹہ
 کی کسر تھی۔ پارلیمنٹ کی عمارت کھچا کچھ لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ سب کی
 صورتوں سے تشویش کے آثار نمایاں تھے۔ عمارت کی غلام گردش میں مشاہیر

ایران اور وکلاء سفارت خانہ بائے دول خارجہ بیٹھے تھے۔ سب کو یہی انتظار تھا کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ اونٹ کس کل بیٹھتا ہے۔ بارہ بجے ایران کی قسمت کا فیصلہ ٹھہرا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ایران کا وجود بحیثیت قوم باقی رہتا ہے یا غلامی نصیب ہوتی ہے۔

کنٹ دنڈ تو یہ مصمم ارادہ کر کے آئی تھی کہ پارلیمنٹ کی منظوری حاصل کرنے میں کوئی پہلو فرو گذاشت نہ ہونے پائے وہ سمجھے تھے کہ ہم گھنٹہ مختتم نہیں اب صرف ایک گھنٹہ باقی رہ گیا ہے۔ اتنی دیر میں لوگوں کو غور یا بحث کرنے کا موقعہ کیا ملیگا۔ چنانچہ وزیر اعظم مصباح السلطنت نے یہ تجویز پارلیمنٹ کے سامنے پیش ہی کر دی کہ مجلس وزراء کو اختیار دیا جائے کہ روس کا دوسرا الٹیمیم بھی منظور کر لے۔

جب یہ تجویز پڑھی گئی ایک عجیب سنائے کا عالم تھا۔ سر سٹم ممبر پارلیمنٹ بوڑھے۔ جوان۔ مجتہد۔ مقنن۔ ڈاکٹر۔ تاجار اور امراسب اپنی اپنی جگہ پر خاموش بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک بزرگ مجتہد اسلام کھڑے ہوئے اور انھوں نے یہ فرمایا۔ ”بھائیو! وقت تنگ ہے۔ ادھر بارہ بجے کہ اس معاملہ میں رائے دینے کا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ لہذا میں نہایت مختصر الفاظ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر اللہ کی مرضی یہی ہے کہ ہماری آزادی اور ہمارا ملک بہ زور ہم سے چھین لیا جائے تو خیر یہی سہی۔ مگر ہم کو اپنے ہاتھوں سے محض کاغذ پر

دستخط کر کے اُسے نہ دینا چاہیے۔ اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے انہوں نے ایک اشارہ کیا اور اسکے بعد اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

یہ الفاظ گو بہ ظاہر صاف و سادہ تھے۔ مگر اُن میں ہلاکا اثر بھرا تھا۔ اپنے خانگی جلسہ میں ایسی باتیں کر لینا آسان ہے مگر ایک ظالم شقی القلب کے سامنے جسکے جاسوس وہاں بیٹھے ہوئے غور سے اس مسئلہ کو گھور رہے تھے اور اپنے دل میں اسکے لئے ہزارے قید۔ اذیت وہی یا جلا وطنی تجویز کر لی تھی اس طرح کے الفاظ منہ سے نکالنا کچھ کھیل نہ تھا۔

اُن کے بعد اور ممبران پارلیمنٹ نے کھڑے ہو کر تقریریں کیں اور اپنے ملک کی عزت اور حریت کو قائم رکھا اور اس بات کا اعلان کیا کہ جو حقوق اپنا خون پسینہ کر کے حاصل کئے گئے ہیں انہیں اس طرح ہاتھ سے نہ جانے دینگے۔

بارہ بجے سے چند منٹ پہلے سب سے رائے لی گئی دو ایک بُرولے تو چیپ چاپ اٹھ کے باہر چلے گئے باقی سب نے نام بنام کنبنٹ کی تجویز کے خلاف

اپنی رائے دی اور جب یہ معاملہ ختم ہوا تو ہر شخص نے خواہ مخبت یا تاجرجوان یا بوڑھا) اپنا اور اپنا اہل و عیال کی قسمت کا فیصلہ کر لیا۔ سب یہ جانتے تھے کہ شمالی خریس کمنہ میں جاتا ہے مگر سب کو یہ منظور تھا۔ لیکن اپنی قومی حریت اور ملک کی وقعت کی قربانی گوارا نہ تھی۔ اصل یہ ہے کہ ان بیچارے ایرانیوں نے اس موقع پر بڑی دلیری دکھائی اور اُن ملک فروش و زرا کو شرمایا جو یہ تجویز لیکر آئے تھے۔ حاضرین جلسہ میں اکثر لوگ رونیلگے۔

اور ہر طرف سے احسنت کی آوازیں بلند ہوئیں۔ وزراء کے کینٹ مارے
ندامت کے پانی پانی ہو گئے اور خوف زدہ ہو کے وہاں سے نوک و دم ہوئے
جلسہ برخواست ہوا اور ممبران پارلیمنٹ اس مسئلہ پر مکرر غور کرنے کیلئے چلے گئے
کہ آئندہ اپنے ملک کیلئے کیا تدبیر اختیار کرنا چاہیئے۔ قاعدہ کی رو سے تو
اس ووٹ نے کینٹ کا خاتمہ کر دیا اور اس کا وجود ہی باقی نہ رہا۔ طہران کی ایک
بڑی شاہراہ لالہ زار پر لوگ جوق کے جوق آنے شروع ہوئے اور انھوں نے
یہ نعرے مارنے شروع کیے کہ نمک حراموں کو تہ تیغ کرو اور نڈا کو شاہد کر کے
یہ کہنے لگے کہ وہ اپنے ملک کیلئے اپنی جانیں قربان کرینگے۔

چند روز بعد ممبران پارلیمنٹ اور اراکین کینٹ معزول کا ایک خانگی جلسہ
ہوا جس میں پھر وہی رائے قائم رہی کہ روسی الیٹیمٹ نامنظور کیا جائے۔ اس عرصہ
میں روس کی ہزار ہا فوج اور توپ خانے فلس اور جلفہ سے شمالی ایران
میں آنے شروع ہوئے اور باکو سے بحر کسپین کو عبور کر کے ایرانی بندرگاہ
انزالی میں بڑا اوڈالاکیا۔ جہاں سے کوہ البرز کے راستہ سے قزوین اور طہران
کی طرف فوج کو کوچ کا حکم ہوا۔

اب طہران میں یہ حالت تھی کہ جلسہ پر جلسہ ہوتے تھے کمیٹی پر کمیٹیاں
یکجائی بھٹیں۔ پہلے تو ممبران پارلیمنٹ کے خلاف سازشیں ہوئیں۔ بعد ازاں
علانیہ دھمکیاں دی جانی لگیں۔ مگر وہاں سے ممبران پارلیمنٹ باوجود ان سب

باتون اور مزید خطرون کے وہ اپنی رائے بر قائم رہے۔

دسمبر کا سارا مہینہ اسی تشویش اور پریشانی میں گزرا مگر ممبران پارلیمنٹ کے قدم نہ ڈگے۔ حالت یہ تھی کہ ایک صنگامہ محشر پاتا تھا۔ برف پوش پہاڑ تک ملک کی اس تباہی پر اشک افسوس بہاتے تھے۔

مجتہدین اسلام نے یہہ اعلان شائع کیا کہ کوئی شخص روسی یا انگریزی اسباب نہ خریدے۔ یہاں تک کہ لوگ ایک دن ٹریم میں سوار نہ ہوئے محض اس شبہ پر کہ ٹرمپوے روس کی ملک ہے۔ جب بلجین سفیر نے وادیلا چائی اور ایران کے فارن آفس میں درخواستیں بھیجیں کہ ٹرمپوے کے مالک اہل بلیم مین تب خدا خدا کر کے شک رفع ہوا۔ تمام دن ٹریم کی گاڑیاں خالی رہیں۔ کوئی سوار نہ ہوتا تھا۔ اگر کوئی شخص غلطی سے بیٹھ بھی گیا تو دوسرے لوگوں نے اس کی ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹ لیا۔ تمام سڑکوں پر نوجوان ایرانی طلباء کا ہجوم تھا۔ جن دوکانوں میں روسی مال نظر پڑا اس کے دروازے اور کھڑکیاں مساکر دیں۔ یہاں تک کہ لوگوں نے چار پینا چھوڑ دیا کہ وہ روس سے آتی ہے (گو چار عموماً ہندوستان سے بھیجی جاتی ہے) بعض اوقات ان نوجوان ایرانیوں۔ طالب علموں۔ اور عورتوں کے جوق سفراء و دل خارجہ کے سفارتخانوں پر پہنچنے فریاد کرتے تھے کہ دنیا کی ایسی بڑی اور زبردست سلطنتوں نے ہم غریبوں پر کیوں ظلم ڈھایا ہے۔

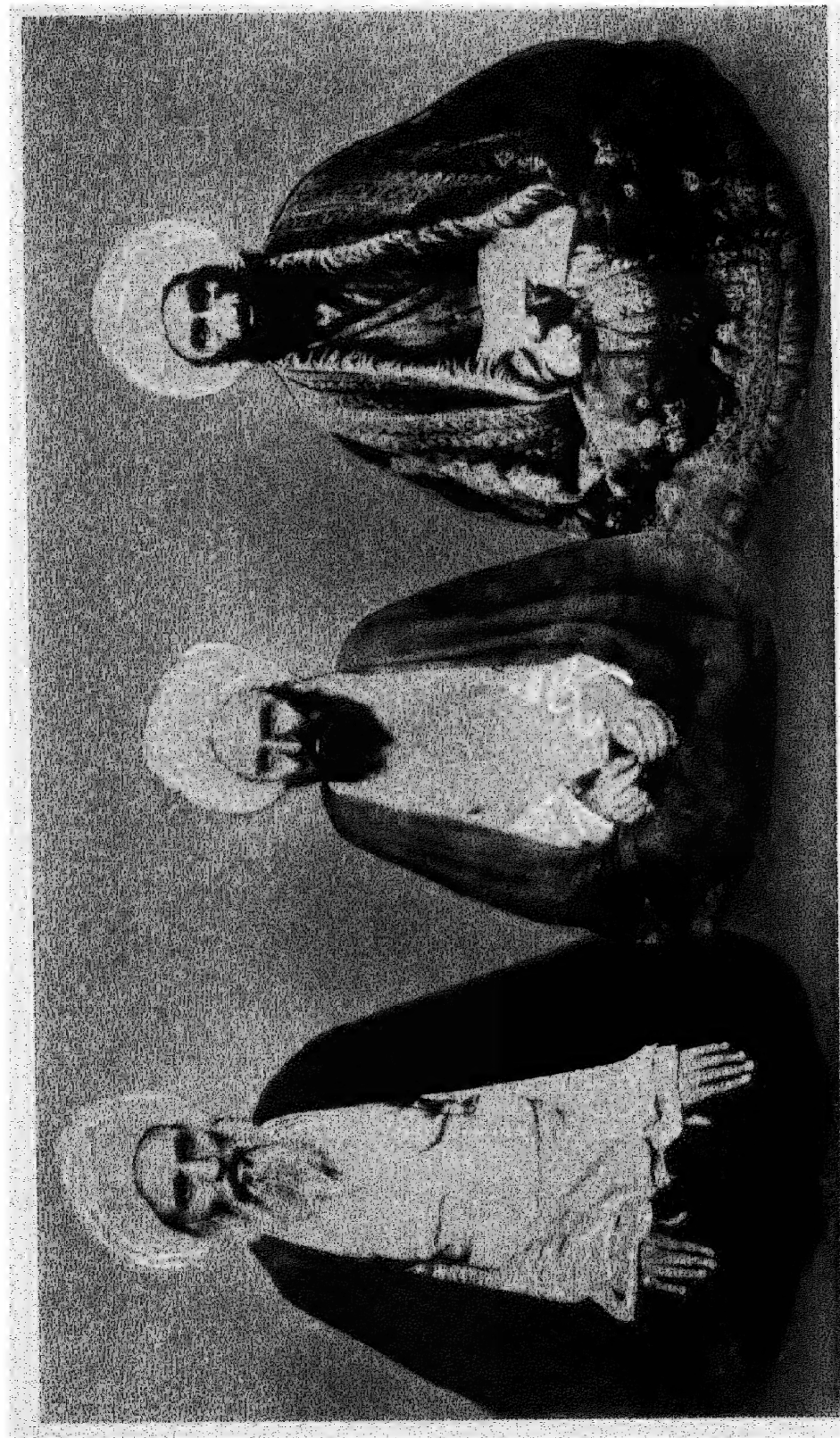
ایک دن یہ افواہ اڑی کہ نجف اشرف کے مجتہد نے روسیوں کو خلاف
جہاد کا اعلان دیا ہے۔ دوسرے دن یہ خبر آئی کہ روسی فوج نے جو طہران کو
آ رہی تھی قزوین میں غارتگری شروع کر دی۔

جب لوگوں نے انگریزی اسباب کی خریداری بالکل ترک کر دی تو شیراز
میں اسکا ایسا اثر ہوا کہ ہندوستانی فوج کو جو وہاں بھیجی گئی تھی کھانا دستیاب
ہونا دشوار ہو گیا۔

بعض مجتہدین نے یہ فتویٰ دیا کہ بنک کے نوٹ ناپاک ہیں اس لئے
انہیں نہ چھونا چاہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سکیڑوں نوٹ بنک کو واپس کر دیے گئے
اور ان کا روپیہ لے لیا گیا۔ نوبت یہ پہنچی کہ بنک کو روزانہ بیس ہزار تومان
لفٹ دینے پڑے۔

ایک دن خفیہ پولیس نے دو آدمی گرفتار کئے جو مجھے مار ڈالنے کی فکر میں
تھے۔ ان کی خانہ تلاشی ہوئی اور بام بنائے کا سامان سمیت چند بام کے برآمد
ہوا۔ جب پولیس نے تحقیقات کی۔ تب انہوں نے قبول دیا کہ بعض ایرانی ہوا خواہان

۱۳۵۴ دسمبر کو نجف اشرف کے بڑے مجتہد ملا محمد کاظم خراسانی نے دفعتاً انتقال فرمایا اسکی نسبت یہ شہور
ہوا کہ کسی جاسوس نے انہیں زہر دیا کچھ عجیب نہیں کہ ایسا ہوا ہو اسلئے کہ وہ طہران کو آ رہے تھے اور روسیوں کے
خلاف جہاد پر دفا کہنے کا ارادہ رکھتے تھے مجتہدین اسلام میں ملا محمد کاظم خراسانی اور ان کے دو شریک مجتہد حاجی حسین
ہبش خلیل اور ملا عبد اللہ مازندرانی دستوری حکومت کے بڑے طرفدار تھے۔



Mullá Muḥammad Kázim al-Khurásání. Hájji Mírzá Ḥusayn ibn Khalíl. Mullá ‘Abdu’lláh al-Mázandarání

THE THREE GREAT MUJTAHIDS WHO SUPPORTED THE NATIONAL CAUSE

شاہ معز دل نے اُن کو بہت سارے پیسے دیکر اس کام کیلئے معین کیا تھا۔ کہ جب مسٹر شوستر کی گاڑی سڑک پر نکلے تو انہیں بام سے اُڑا دیں۔

اس وقت طہران میں رضا خطرناک تھا۔ یہ تو ایک معمولی بات تھی کہ مین اپنے آفس میں بیٹھا ہوا گولیوں کی سن سنناہٹ کی آواز سنتا تھا۔ سڑکوں اور گلیوں میں جدال و قتال گرم تھا۔ کوئی شب ایسی نہ گزرتھی کہ ماسر اور پستول کی بارود نہ چلتی ہو۔ روسیوں کی جو فوج قزوین سے یہاں پہنچ گئی تھی اس کے بعض افسر تائبک پارک کے گرد گشت لگاتے تھے اور پھاٹکوں کے محافظین کو چراتے رہتے تھے۔ روس نے ایک بڑی فوج ایران میں محض میرے نکالنے کیلئے بھیجی تھی اور روسی نیم سکراری اخباروں میں مجھ پر سخت حملے چھپتے تھے۔ اسکا اثر یہ ہوا کہ بہت سے بدعاش اور پولیٹیکل بھگڑے کوہ قاف سے طہران اسیلے آئے تھے کہ مجھے ضرر پہنچائیں۔ ان کا خیال تھا (خواہ صحیح ہو یا غلط) کہ اس ذریعہ سے گورنمنٹ روس اُن پر مہربان ہوگی۔ اور انہیں اپنی پناہ میں لے لیگی۔ جیسا کہ ضعیف الدولہ کے قاتلوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔

ایک دن سر شام میں میرے بیوی کے ایک دعوت میں جا رہا تھا۔ کہ دفعتاً مجھے خبر ملی کہ تین چرس قریب کی گلی میں میرے منتظر کھڑے ہیں۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا تو صحیح تھا۔ میں نے دعوت میں جانا موقوف کر دیا۔ اس وقت بعض ایرانی فدا ہونے والے مجھے اجازت چاہی کہ میری جان کی حفاظت کیلئے

چند فدا یوں کا ایک باڈی گارڈ مرتب کریں جو ہمیشہ میرے ساتھ رہے۔
 میں نے بخوشی منظور کیا۔ اسوقت سے برابر یہ فدائی والیئر ہمیشہ میرے ساتھ
 رہتے تھے۔ اور کبھی مجھ سے جدا نہ ہوتے تھے۔ الا اسوقت جب میں سونے
 جاتا تھا۔

۱۴۔ ڈسمبر کو میجر اسٹوکس طہران سے روانہ ہو گئے کہ ہندوستان
 جا کر اپنی خدمت کا جائزہ لیں۔ دوسرے دن سفارتخانہ روس نے گورنمنٹ
 ایران کو یہ اطلاع دی کہ اگرچہ دن کے اندر شرائط الطیم کی تعمیل نہ کی جاسکی تو
 چار ہزار روسی فوج جو قزوین میں ٹھہری ہوئی ہے طہران کی طرف بڑھے گی
 چند روز بعد وہ ہزار ترکمانیوں نے روسی فوج کو قزوین کی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر
 مازندران سے پایہ تخت کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ اور دامغان تک آگئے
 جہاں سے طہران بہت قریب تھا۔ اسوقت طہران میں چھ توپا ہیوں سے زیادہ
 نہ تھے۔ چنانچہ یہ چھوٹی سی فوج یفرم خان کے ایک لفٹنٹ کیساتھ بھیجی گئی
 کہ ترکمانوں کو روکے۔ اسوقت تمام دنیا کے مسلمانوں کی طرف سے طہران میں
 ہمدردی اور مہمت دلانے کے تار اور پیغام آتی شروع ہوئے اس میں شک
 نہیں کہ بعض تاروں کے مضمون نے وزراء کابینہ کو بجز مذمت میں ڈبو دیا ہوگا
 ۱۵۔ مجھے یہ سننے نہایت افسوس ہوا کہ ان فدا یوں میں سے ایک شخص کو میری روانگی کے بعد چھانی دی گئی
 اور بنا پھانسی دینے کی یہ قرارداد کی گئی کہ وہ خطرناک فدائی تھا۔

یہہ وزیر ابتدا ہی سے روسی غلامی کیلئے کمر بستہ تھے۔

حکومت کی مجلس محافظت ایران نے کینٹ وزیر کو اس مضمون کا تادیباً
”نئے تجاویز ہرگز منظور نہ کرو بلکہ جو جو فیچسٹر اور دنیا کے مسلمانوں میں
پیدا ہوا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ ہندوستان کی عورتوں تک
کو جوش اگیا ہے۔ شمال کا دباؤ ریل کے اجارے کیلئے ہے۔ جنوب
کے مشورہ پہرہ دست کرو۔ امریکہ کے ساتھ تعلقات بڑھاؤ۔

ایک دفعہ وزیر امور خارجہ ٹرکی نے پارلیمنٹ میں ایک سوال کا عجیب
جواب دیا جس سے حسی آتی ہے۔ ان حضرات نے یہہ بیان کیا کہ ایران
کی خود مختاری خطرہ میں نہیں ہو سکتی اس لئے کہ انگریز شین معاہدہ کے
روس سے وہ محفوظ ہے حالانکہ اس وقت بارہ ہزار روسی فوج ایران کے
شمالی حصہ پر قابض تھی۔

مجلس نے اس معیبت سے نکلنے کیلئے بہت سی تدبیریں سوچیں
منجملہ ان کے ایک بالکل نئی تدبیر یہ تھی کہ گورنمنٹ امریکہ کو ایران میں
دخل دینے کا موقعہ دیا جائے۔ ایک شب کو مجلس کے بہت سے نامی
اراکین میرے پاس آئے اور یہہ درخواست کی ایک مختصر مسودہ
قانون تیار کروں جسکی روسے کئی مشہور ریلین بنانے کا اجارہ دیا جا
نام کی جگہ خالی چھوڑ دی جائے۔ یہہ قانون فوراً پاس کر دیا جائیگا اب

آپ بعض امریکن اہل دول کے نام اس میں درج کر دیجے۔ پس فوراً نیویارک کو تار دیجئے کہ یہ اجارے ان لوگوں کو دیئے گئے ہیں اور اجارے داروں سے کہئے کہ اپنی گورنمنٹ سے اُن کیلئے پشت پناہی چاہیں۔ میں نے اس تجویز کی تائید تو کی مگر یہ کہا کہ میں ایسے معاملہ میں دخل نہیں دیکتا ہوں مشیرالذولہ جو برائے نام وزیر عدالت تھے اور الیٹیم آنے کے وقت سے کبنت کی کارروائیوں سے بالکل الگ الگ رہتے تھے مجھے پوچھنے لگے کہ اگر مجلس مجھے پورے اختیارات دیدے تو کیا میں روس انگلستان کیساتھ یہ معاملات طے کر سکتا ہوں۔ اُنھوں نے یہ بھی کہا کہ ان کے بھائی جو کبنت کے پریسیڈنٹ ہیں۔ اُن کی خواہش ہے کہ اس طرح کی تجویز مجلس میں پیش کریں اور مجلس کے بہت سے اراکین بھی اس کی تائید میں ہیں۔ میں نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ یہ معاملات خود کبنت کو طے کرنے چاہئیں۔ صدرالمہام خزانہ اس کیلئے موزوں نہیں بالخصوص جس حالت میں کہ الیٹیم میں خود میری علیحدگی کی ایک شرط درج ہے مجلس کے بعض اراکین نے یہ تجویز کی کہ گورنمنٹ ایران روس کے مطالبہ کو منظور کرے اور مجھے جہنیت صدرالمہام خزانہ علیحدہ کر دے۔ مگر بطور مشیر خاص رکھ لے۔

جب مجلس نے مایوس ہو کے ایک کمیٹی بااثر ممبروں کی بنائی۔ اور

اُسے نائب السلطنت کے پاس بھیج کر یہ کہلا بھیجا کہ مجلس کو وذر اسے کینٹ پر اعتبار باقی نہیں رہا ہے لہذا مجلس کی یہ تجویز ہے کہ نائب السلطنت کو اختیار دے کہ روس اور انگلستان کیساتھ اس معاملہ میں گفتگو کریں۔ اور گورنمنٹ ایران کی طرف سے شرائط کو طے کریں۔ نائب السلطنت یہ سننے کے بعد حواس ہو گئے اور اُن کے چہرے پر ہوائیاں اڑنیلگین۔ اور گھبرا کے یہ کہنے لگے کہ اگر پھر ایسی بات کہی جائے گی تو وہ آدھ گھنٹہ کے اندر اپنی گاڑی میں سوار ہو کر انٹلی روانہ ہو جائیں گے۔

ایک وقت ایران کی چارون پولیٹکل گروہ کے وکلا ایک جگہ جمع ہوئے اور یہ تجویز کی کہ روسی فوج جو پایہ تخت کی طرف بڑھی آ رہی ہے اُسکو روکنا چاہیے۔ اس مقابلہ کیلئے ایران کے پاس جتنی فوج تھی اسکی تعداد یہ ہے دو ہزار بختیاری۔ تین سو ارمنی مع مشین گنس۔ اور تقریباً تین ہزار فدائی یا قومی مجاہدین جنہوں نے اس بات کا حلف لیا تھا کہ ایران کی دستوری حکومت کو بچائیں گے۔ یہ کل فوج ایک بے قاعدہ مگر دلیر آدمیوں کا ایک مجمع تھا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ پہاڑوں کے درون میں روسی فوج کو بخوبی روک دیتے۔ گو اس کی تعداد پندرہ ہزار تک ہوتی۔ فدائیوں کو روس کے مقابلہ کا بڑا اشتیاق تھا اور اُن کی بہادری اور دلیری میں کوئی کلام نہیں اس لیے کہ چند ہفتہ بعد جب تبریز میں روسی فوج سے مقابلہ

ہوا تو چہرہ دن تک برابر لڑا کیئے حالانکہ روس کی فوج تعداد میں زیادہ تھی۔
ایک اور پانچ کا مقابلہ تھا اور اُس کے پاس نہی وضع کا توپ خانہ تھا۔ اور
ان بیچاروں کے پاس ایک توپ بھی نہ تھی۔

اس فوج کے علاوہ ایران کے پاس اس وقت گیارہ سو خزانہ کے
فوجی پولیس کے سپاہی تھے جنکو چار بہادر اور ہوشیار امریکن افسروں نے
باقاعدہ تعلیم دی تھی۔ یہ لوگ نوجوان ایرانیوں میں سے چُن چُن کر نوکر رکھے
گئے تھے۔ اور وہی لوگ جنہیں اپنے ملک کی جان نثاری کا دعوے ہوتا تھا
اس فوج میں بھرتی ہوئے تھے۔ انہیں اچھی قواعد سکھائی گئی تھی اور عمدہ
قسم کے ہتھیاریوں سے مسلح تھے جب اُن کے پینتیس ایرانی افسروں کو
معلوم ہوا کہ مجلس برخواست ہوا چاہتی ہے تو وہ میرے پاس آئے اور
التجائی کہ انہیں اپنے ملک کی واسطے لڑنے کی اجازت دی جائے۔ انکی
صورتوں سے یہ ہکتا تھا کہ وہ روسی فوج کے مقابلہ کیلئے تلمے ہوئے ہیں
شب میں بہت دیر تک اس بارہ میں بحث ہوتی رہی۔ اور بالآخر
یہ طے پایا کہ روس کی پیشقدمی کو روکنا چاہیے۔ اس کے بعد وہ لوگ
میرے پاس آئے اور اس بارے میں مجھ سے صلاح پوچھی مجھے وہ وقت
خوب یاد ہے کہ مختلف طبقوں کے بارہ آدمی بحیثیت وکلاء ایک ایسے
شخص سے ایسے اہم معاملہ میں مشورہ لینے میں جسے وہ کافر سمجھتے ہیں معاملہ

بہت نازک تھا کہ آیا تلوار کھینچ کر مقابلہ میں آنا چاہیے یا چپ چاپ ملک کو
حوالہ کر دینا چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ اول الذکر صورت میں ہزار ہا
بندگان خدا کی جانیں کام آئیں گی اور آخر میں معلوم نہیں کہ اور کیا آفت
نازل ہو۔

ہم تین گھنٹہ تک اس بارہ میں گفتگو کرتے رہے اور آخر کو میں نے
مجبوراً یہہ رائے ظاہر کی کہ اگر اس وقت روسی فوج کا مقابلہ کیا جائیگا تو یہہ
یاد رہے کہ برون گھلتے ہی پچاس ہزار روسی فراق ایران میں گھس آئیں گے۔
اور ایرانی حریت کا نشان تک باقی نہ رہیگا۔ اور ایسا کشت و خون ہوگا کہ تین
اور یتیم بچے بھی نہ بچیں گے کہ وہ فدائیوں کی قبر پر اشک ماتم بہائیں۔
یہہ باتیں بہت رنج و تھین اور اٹھین عجب ایسے اجنبی سے مشورہ
ہی نہ لینا تھا۔ مگر میں خوش ہوں کہ میں نے اصل حقیقت کو اُن پر ظاہر
کر دیا۔

وہ اس بات پر راضی ہوئے کہ روس کے مطالبات کے خلاف حکمت
عملی سے کام لینا چاہیے۔ لڑنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس کے بعد وہ ان
سے اٹھ کے چلے گئے اور اُن بیچاروں کو اور ذلت پر ذلت اور ٹھانی پڑی۔
گو دینا کے نزدیک اسکی کچھ حقیقت نہ ہو مگر اُن لوگوں کے دل سے کوئی
پوچھے جن پر یہہ گذر رہی ہو۔

جب طہران میں یہ افواہیں اُڑیں کہ بعض مشہور جاسوس مجلس کے اکثر
ممبروں کو دھکیان اور رشو تین دیکر راضی کر رہے ہیں تو اُس وقت ایران
کی عورتوں نے وہ کام کیا ہے جو تاریخ میں سونے کے حرفوں سے لکھنے
کے قابل ہے جب سے ایران نے نیا جنم لیا نہرا رہا عورتیں اپنے ملک کی
محبت میں کوشاں تھیں کہ وطن کی حالت درست ہو۔

سنہ ۱۹۰۷ء سے ایران کی عورتیں ایک دم ترقی کی طرف مایل ہوئیں۔ دینا
میں یہ ایک عجیب بات ظاہر ہوئی گو اس بیان سے صدیوں کے خیالات
غلط ہوتے ہیں۔ مگر جو کچھ میں لکھ رہا ہوں اصل واقعہ ہے۔ کوئی قصہ
یا کہانی نہیں۔

یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ اگر عورتیں اپنی اخلاقی قوت سے مدد نہ دیتیں
تو ایران کی انقلابی تحریک کبھی یہ صورت نہ پکڑتی بلکہ ایک بدنام خالفت کے
پیرایہ میں ظاہر ہو کے رہ جاتی۔ عورتوں نے حریت کی روح کو زندہ کیا۔ یہ
بیچارے تمدنی اور معاشرتی دہرے مظالم اٹھائی ہوئی تھیں۔ انکی بڑی
آرزو تھی کہ یہ نو نہال تحریک بار آور ہو۔ ایران میں دستوری حکومت قائم
ہو اور ملک میں مغربی تمدن۔ معاشرت۔ تجارت اور اخلاقی اصول جاری
ہوں۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ مجتہدین اسلام فی لوگوں کی
اس خواہش کی تائید کی حالانکہ ان تغیرات سے ان کے قدیم اختیارات

مراعات کو بہت نقصان پہنچتا تھا۔

مظفر الدین شاہ کے ظلم و تعدی سے ۱۹۶۷ء میں جو انقلاب بغیر کسی خونریزی کے ظہور میں آیا۔ اُس وقت سے اب تک ایران کی نقاب پوش بی بیان ملک کی آزادی کے لیے نہایت بے چینی کے ساتھ کوشاں رہیں یہاں تک کہ بعض قدیم رسم و رواج اٹھا دیے جو اس گوشش میں مانع تھے۔ مجھے مسلمان عورتوں کے اعلیٰ مقاصد اور پُر اثر جوش دیکھنے کا بہت موقع ملا ہے۔ ہم یورپ اور امریکہ کے رہنے والے تو مدت سے اس بات کے عادی ہیں کہ ہمارے یہاں کی عورتیں ہر ایک کام میں ہر ایک پیشہ میں علم ادب میں سائنس میں پالٹیکس میں نسل مردوں کے حقہ لیتی ہیں لیکن مشرق کی نقاب پوش عورتوں کی نسبت کیا کہا جائے جو ایک ہی شب میں معلم بن گئیں اخباروں کی نامہ نگار ہو گئیں۔ عورتوں کے کلب قائم کروٹی اور پولیٹیکل معاملات میں اچھپچھپ دینے لگیں۔ ایک ایسے ملک میں جہاں کل تک جہالت کا اندھیرا چھایا تھا اور صدیوں سے بادشاہی مظالم ہوتے آئے تھے۔ دفعتاً ان عورتوں کا جدید خیالات اختیار کر لینا اور ترقی کی راہ میں آنا ایک عجیب معجزہ تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہاں کی عورتوں میں اپنے ملک کی تمدنی اور معاشرتی ترقی کا خیال کیسے پیدا ہوا اور ہمارے تمدنی اور معاشرتی اصولوں کو انھوں نے کیسے مان لیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں کی

عورتوں میں یہ خیالات پیدا ہوئے اور اب تک موجود ہیں اور اس کیساتھ ہی ساتھ ان میں وہ معلومات پیدا ہوئے جو عموماً سالہا سال کے عملی تجربے سے حاصل ہوتی ہیں۔

ایران کی عورتوں نے دنیا کے لئے ایک نمایاں مثال اس بات کی پیش کی ہے کہ ان میں نئے خیالات اختیار کرنے کی کیسی قابلیت ہے۔ اور جس طرح ایک جہاد کرنے والے کو بشارت ہوتی ہے۔ اس طرح انہیں بشارت ہوئی اور انھوں نے ابتداء ہی سے اپنے منصوبے پورے کر نین گمشدگی کی۔ میری خوش قسمتی سے ایران پہنچتے ہی قومی مجلس مجھ پر پورا بھروسہ کرنے لگی اور اس مجلس کے اراکین گویا کل اہل ایران کے وکیل تھے۔ اور ان سے اہل ملک کی اُمید و ن اور آرزوؤں کا اندازہ ہوتا تھا جب مجلس کا اعتبار مجھے حاصل ہو گیا۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ ایک اور بڑی مگر خفیہ قوت میرے کام کو نظر شوق و غور سے دیکھ رہی ہے۔ یہ بات طہران میں بہت مشہور تھی کہ عورتوں کی متحدہ خفیہ سوسائٹیاں قائم ہیں اور ایک مرکزی سائٹی ان کی صدر ہے جن کی وہ سب تابع ہیں۔ میں نے اب تک ان میں سے نہ کسی کا نام سنا۔ نہ صورت دیکھی۔ مگر صد ہا مختلف طریقوں سے مجھے اس بات کا علم ہوا کہ ہزار ہا عورتیں حب الوطنی کے جوش میں مجھے مدد دے رہی ہیں۔ چند واقعات تمثیلاً لکھنا کافی ہوں گے۔ گذشتہ موسم بہار میں ایک

دن صبح کو میں اپنے دفتر میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں مجھ سے کہا گیا کہ حکمہ خزانہ کا ایک
 ایرانی منشی کسی ضروری امر میں مجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ مشرقی ممالک میں
 ایسے ہی عجیب اور غیر متوقع ذرائع سے بعض امور کی اطلاع ہوتی ہے۔ لہذا
 کسی بات میں انکار کرنا مناسب نہیں۔ چنانچہ وہ منشی اندر آیا۔ میں نے پہلے
 کبھی اسکو نہ دیکھا تھا۔ وہ مجھ سے فریج میں بائین کرنیگا اور آزادی کیساتھ گفتگو
 کرنے کی اجازت چاہی۔ اول اس نے بہت معذرت کی اُس کے بعد یہ کہا
 کہ اس کی والدہ ہماری دوست ہے اور اُس نے اُسے میرے پاس اسلئے
 بھیجا ہے کہ میں اپنی میم صاحب کو ایک ایرانی امیر کے وہاں جنکی بیگم نے
 بلایا ہے نہ جانے وہ اس لیے کہ وہ امیر دستوری حکومت کے دشمن ہیں
 اگر میری میم صاحب اُن کے وہاں جائیں گی تو ایرانی مجھ سے بدگمان ہو جائیں گی
 میں نے منشی کا شکریہ ادا کیا گو مجھے خود اُس وقت تک اس کا علم نہ تھا۔ مگر پھر
 معلوم ہوا کہ یہ واقعہ صحیح تھا۔ تب میں نے اپنی میم صاحب کو وہاں جانے
 سے منع کیا۔ میں نے اس نوجوان منشی کو پھر بلایا بھیجا اور اُن سے پوچھا کہ
 تمہاری ماں کو میری میم صاحب کے خانگی معاملہ کا علم کیونکر ہوا۔ اُس نے کہا کہ
 خفیہ سوسائٹی کو اس بات کی خبر ہو چکی تھی کہ آپ کی میم صاحب فلان جگہ جانیوالی
 ہیں اور اس معاملہ میں مستورات میں بہت کچھ بحث ہوئی۔ چونکہ میری ماں
 اُس سوسائٹی کی ایک ممبر ہیں۔ اس لیے انھوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کو

ہوشیار کروں۔

ایک اور واقعہ جو ابھی حال میں پیش آیا یہ ہے کہ ایک دن بہت سی غریب عورتیں اتابک پارک میں آئیں اور یہ شکایت کر نیکین کہ خزانہ سے سرکاری منشنوں کا روپیہ نہیں ملتا حالانکہ دس لاکھ ڈالر سے زیادہ واجب الادا ہے۔ اُس وقت جو کچھ روپیہ خزانہ میں موجود تھا فوج کے لئے اُسکی سخت ضرورت تھی جو شاہ معزول کے مقابلہ میں لڑ رہی تھی۔ میں نے اپنے ایک ایرانی سکرٹری سے کہا کہ ان عورتوں کے پاس جاؤ اور اُن سے دریافت کرو کہ کس نے اُن کو بیہ شکایت کرنے کیلئے یہاں بھیجا ہے۔ سکرٹری نے واپس آ کے ایک امیر کا نام لیا جو شاہ معزول کے مشہور ہوا خواہوں میں تھا اور محمد علی کی بڑی طرفداری کر رہا تھا تب میں نے پھر عورتوں کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر تم سب چپ چاپ اس وقت چلی جاؤ تو کل اس کا جواب ملیگا۔ چنانچہ وہ سب چلی گئیں۔ تب میں نے عورتوں کی ایک سوسائٹی میں کہلا بھیجا کہ آج کل دستوری حکومت کو روپیہ کی سخت ضرورت ہے اس لیے منشن ادا کرنے سے مجبور ہیں۔ آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان عورتوں کو سمجھائیں کہ آئندہ خزانہ پر ایسی شورش نہ کریں گو منشنوں کی ادائیگی ممکن نہ ہوئی مگر پھر کبھی عورتوں نے ایسا ہنگامہ نہ کیا۔

طہران میں یہ ہشل مشہور ہے کہ جب عورتیں گورنمنٹ کے خلاف کوئی ہنگامہ

کمرین تو یہ سمجھنا چاہیے کہ حالت خطرناک ہے جب شعاع السلطنت کی جائداد کی ضبطی کا معاملہ پیش ہوا اور گورنمنٹ روس نے دیکھا کہ اُس کے سفیر کبیر کے پاس کوئی معقول غدر و خذل دہی کا نہیں ہے تو اسوقت یہ قہر گڑھا گیا کہ شعاع السلطنت کی جائداد روسی بینک کے پاس رہن ہے اور شعاع السلطنت دولاکھ پچیس ہزار روٹا لاکھ مقروض ہے۔ ہر شخص جانتا تھا کہ یہ دعویٰ بالکل جھوٹ اور لغو ہے مگر وہاں کوئی باقاعدہ طریقہ نہ تھا جس سے معاملات رہن کا سرانغ لگتا۔ اگر اُس باغی شہزادہ شعاع السلطنت سے اس بارہ میں دریافت کیا جاتا تو وہ یقیناً حلف اٹھا لیتا کہ جائداد بینک میں ہے اس لئے کہ ضبطی سے محفوظ رہتی تھی مین اس فکر میں تھا کہ کس طرح دعویٰ کو غلط ثابت کروں۔ روسی بینک سے جب یہ کہا گیا کہ اگر یہ قرضہ صحیح ہے تو اُس کے ثبوت میں اپنے کتابچہ اور حسابات پیش کرو تو اس نے کچھ اعتنا نہ کیا۔

اسوقت ایک ایرانی عورت کی حب الوطنی اور دلیری کا مجھے ایک نمایاں ثبوت ملا اور اس معاملہ میں اُس نے بڑی مدد کی۔

میرے ایک ایرانی مددگار جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اپنے ملک کے جان نثار ہیں مجھے ملنے آئے اور کہا کہ اُن کی بہن پرنس شعاع السلطنت کی ایک بیگم ہیں جنہوں نے شعاع السلطنت کی آخری وصیت نامہ کی ایک نقل حاصل

کی ہے۔ یہ وصیت نامہ اسی سال پرنس کے ایران چھوڑنے سے پہلے مرتب ہوا ہے اور اصول شرع محمدی و قانون ملک کے مطابق ہے اور بالکل باقاعدہ ہے۔

انہوں نے مجھے یہ اطلاع دی کہ اس دستاویز (وصیت نامہ) میں شعاع السلطنت کی کل جائیداد تفصیل وار درج ہے اور اس کے کل قرض کی تفصیل یعنی جن جن کا وہ مقروض ہے یا خود اسکا روپیہ جس کسی سے واجباً اصول ہے سب اس میں درج ہے گویا اسکی مالی حالت کی صحیح اور حقیقی کیفیت اس سے معلوم ہو سکتی ہے۔ میرے مددگار کی ہمشیر نے ان سے کہا کہ یہ دستاویز میرے ملاحظہ میں پیش کروں گا ان کے ایسا کر نیسے ان بچاری کی جان و مال کا اندیشہ تھا اور ان کے بچوں کے حقوق تلف ہوتے تھے مگر ان سب باتوں کو انہوں نے گوارا کیا اور یہ خیال کیا کہ اپنے ملک کا فرض سب پر مقدم و مرجح ہے۔ یہ وصیت نامہ میں نے لے لیا اور اس کی مدد سے میں نے اس جھوٹ کو ثابت کر دیا جس پر گورنمنٹ روس بھروسہ کئے ہوئے تھی اور اپنے سفیر کی مخالفت و دست اندازی کو اس معاملہ میں جائز تسلیم کرتی تھی۔

جب ہر سمت یہ سرگوشیاں ہونے لگیں کہ مجلس اپنی رائے پر قائم رہے یا روس کے انٹیم کو منظور کر لے۔ اور ہر طرف شکوک اور بدگمانی

کا تیرہ و تار ابر جھا گیا تو اس وقت ایران کی عورتوں نے اپنے وطن کی محبت
 اور اپنے ملک کی حریت کی حفاظت میں وہ آخری حجاب بھی اٹھا دیا جس سے
 اُن کی جنس کا امتیاز تھا اور ایسی دلیری دکھائی کہ ایران کی تاریخ میں یادگار رہی۔
 کئی دفعہ یہ افواہ گرم ہوئی کہ اراکین مجلس نے اپنے خفیہ جلسوں میں اس بات کو
 طے کر لیا ہے کہ روسی الٹیمٹم منظور کر لیا جائے۔ تمام شہر کے لوگ تشویش سے
 پریشان تھے اور ہر شخص کو یہی فکر تھی کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ ہم نے ان
 لوگوں کو اپنا وکیل بنا کے پارلیمنٹ میں بھیجا ہے۔ انھیں اپنے فرض کی
 ادائی پر قائم رکھنے کیلئے کیا کرنا چاہیے۔ کسی کے ذہن میں کچھ نہ آتا تھا مگر
 واہ ری ایران کی عورتیں۔ آخر انھیں نے اس گتھی کو سلجھایا۔ تین سو عورتیں
 اپنے اپنے محسروں سے نکلیں۔ اُن کے قدم سے استقلال ظاہر تھا وہ
 سب معمولی سیاہ لباس پہنے تھیں۔ سفید جالی کا نقاب منہ پر ڈالے تھیں
 اکثر وں کے ہاتھ میں پستول تھا اور بعض اپنی دامنوں میں دبا تھیں سب کی سب میدوی پارلیمنٹ کی طرف گئیں
 اور باہر ٹھہر کر صدر نشین کے پاس کھلا پہنچا کہ اندرائی کی اجازت دیجئے۔ معلوم نہیں کہ اس عجیب واقعہ سے
 سرزمین شیر و خورشید کے مہر ان پارلیمنٹ کے دلون پر کیا اثر ہوا ہوگا۔
 صدر نشین صاحب نے آئی کی اجازت دی۔ وہ سب اندر داخل ہوئیں۔ اور بڑی
 دلیری سے صدر نشین صاحب کا سامنا کیا۔ اس خیال سے کہ شاید وہ یا ان کے
 شرکار مطلب کو نہ سمجھیں۔ انھوں نے اپنی نقابین الٹ دیں اور پستول

دکھا کے کہا کہ ہم سب یہ تصفیہ کر کے آئے ہیں کہ اس پارلیمنٹ
میں ہمارے شوہر۔ ہمارے لڑکے۔ ہماری بھائی جو اس وقت موجود ہیں۔ ان
سب کو ابھی اسی وقت مار ڈالیں گے۔ اگر انھوں نے روسی الیٹیم منظور
کرنے کا ذرا بھی خیال ظاہر کیا۔ بڑے شرم کی بات ہے کہ تم لوگ مرد ہو کے
اپنا فرض ادا نہیں کرتے اور ملک کی حریت اور وقت کو یوں کھونا چاہتے ہو
ہم تم سب کو مار نیچے بعد اپنے تئیں بھی ہلاک کر ڈالیں گے اور ہماری لاشیں
تمھاری لاشوں کیساتھ مل جائیں گی۔

گو دو ایک ہفتہ کے بعد روسیوں کے ہاتھوں پارلیمنٹ تو برباد ہو گئی مگر
اُس نے وطن فروشی کا دماغ اپنے ذمہ نہ لیا۔

یہ بات محض ایران کی نقاب پوش عورتوں کی بدولت ظہور میں آئی۔
جن عورتوں کی عمر ایک بلند چار دیواری کے اندر مردوں کی اطاعت اور ہر
طرح کے ظلم و تعدی میں گزری ہو اور جنہیں زمانہ حال کی تعلیم کا کوئی موقع
نہ ملا ہو ان سے ایسی دلیری ظاہر ہونا ایک عجیب بات تھی۔ اس میں
شک نہیں کہ مدت العمر کی قید نے انھیں آزادی کا شائق بنا دیا تھا اور
وہ دن رات اپنے ملک کیلئے وعائیں مانگتی تھیں اور ملک کے ہوا خا ہونے
کا رروائیوں کو ایسی نظر سے دیکھتی تھیں جیسے کوئی مان اپنے بچے کو کہتی ہے
اور ایسے آڑے وقت میں جب مردوں کے دل ہندوق کی گولی۔ پچاسی کے

پھندے اور قید خانہ کے دروازوں کے ڈر سے بیٹھے جاتے تھے انھوں نے
یہ مردانگی دکھائی۔

جب روس نے دیکھا کہ نہ دھمکی سے کام نکلتا ہے نہ رشوت سے مطلب
برآری ہوتی ہے تب اس نے بہ زور پارلیمنٹ کو توڑنا چاہا۔

۲۴ دسمبر کو سہ پہر کے وقت وہی مغرور مجلس وزرا پارلیمنٹ کے
ٹوڑنے کا ذریعہ بنائی گئی۔ روس نے پہلے سے ان لوگوں کو رشوتیں دے کر
ہموار کر رکھا تھا۔ چنانچہ یہ لوگ فوجی پولیس اور سختیاریوں کو لیکر وہاں گئے
اور کل ممبران پارلیمنٹ اور ملازمین جو موجود تھے سب کو بہ جبر نکال دیا۔
اور اُس کے بعد پھاٹک میں قفل ڈال کے گارڈ سپاہیوں کا ایک پہرہ
تعیینات کر دیا۔ ممبران پارلیمنٹ کو یہ دہمکی دی گئی کہ اگر پھر وہاں واپس
آئینکی کوشش کریں گے یا کسی اور جگہ جمع ہوں گے تو انھیں سزائے موت
دی جائیگی اور شہر ملہران اُس وقت سے گویا روس کے ماتھے میں آگیا اور
سارے شہر میں فوجی عمل ہو گیا۔ جن لوگوں نے یہ کام انجام دیا وہ سات
وزرائے کینٹ تھے جو بجائے خود ڈائریکٹر بن بیٹھے تھے۔ پہلے انھوں نے
یہ دریافت کر لیا تھا کہ دوہرا سختیاری جو شاہ مغرور کو شکست دیکر واپس
آئے تھے اور شہر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کو روسی جاسوسوں نے
ہموار کر لیا ہے اور انھیں یہ سمجھا دیا ہے کہ روس کی طرف ذری میں ان کا

فائدہ ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ معزول کینٹ کے ممبروں کو کس قسم کا لالچ یا فائدہ دیا گیا جبکہ وجہ سے انھوں نے اپنے ملک کے خلاف روس کی طرفداری منظور کر لی۔ اس میں شک نہیں کہ لالچ اور خوف دونوں باتیں اس میں شامل تھیں۔ وزیر اعظم بختیار یون کے بڑے سردار تھے اور سردار محتشم بھی وزیر جنگ بن بیٹھے تھے یہ دونوں شخص ہمیشہ سے تھالی کے بگین مشہور تھے۔ کبھی ملک کے خیر خواہ ہو جاتے تھے اور کبھی خلاف میں سازشیں کرنے لگتے تھے۔ کیس وقت تو سپاہیانہ آن بان دکھاؤ تھے اور کبھی لٹیرے بن جاتے تھے کچھ تو ان کا موروثی طمع زر اور پھر روسی فوج اور توپوں کا ڈر انھیں اس راہ پر لے آیا کہ اپنا ملک ایک غیر سلطنت کے ہاتھ کیسہ زر اور حکومت کے وعدوں پر بیچ ڈالیں۔ گو اس حرکت سے ان کی ساری عزت و وقعت خاک میں مل گئی مگر روپیہ تو ضرور ہاتھ آیا اور علاوہ روپیہ کے ان سے یہ وعدہ کیا گیا کہ وزارت ہمیشہ انھیں کے خاندان میں رہیگی۔ جب انھوں نے پارلیمنٹ کے خلاف ہتھیار اٹھائے جو ہمیشہ ان کی طرف سے بدگمان تھی تو اس وقت دستوری حکومت کی دوسری مسلح فوج جو یغرم خان کو ماتحت تھی اس کا دل بیٹھ گیا اور افسوس ہے کہ یہ بہادر ارمنی بھی ان سے جا ملا ان دونوں فوجوں کی مدد سے انھوں نے ایران میں دستوری حکومت کا نام و نشان مٹا دیا۔ اب یہ بیچارہ ملک ان سات مشرقی بدعاش

مدبرین کے پنجہ میں آگیا جو خوروس کے ہاتھ تک چکے تھے۔ افسوس ہے کہ حریت اور ملک کی ترقی کیلئے اہل ایران نے جو بہادری اور دلیری دکھائی تھی اُسکا یہہ انجام ہوا۔

اسیدن سہ پہر کو برخاست شدہ پارلیمنٹ کے بہت سے ممبر تجھسے ملنے آئے یہہ لوگ وہ تھے جنہیں میں خوب جانتا تھا۔ سب نے یوروپین تعلیم پائی تھی اور اُن کی ہمت اولوالعزمی۔ ہوشیاری اور حب الوطنی میں کلام نہ تھا۔ اُن کے ہموطنوں کا یہہ نا جائز فعل اُن کی نظر میں محض ایک پولیٹیکل تغیر نہ تھا بلکہ بہت زیادہ اہمیت رکھتا تھا۔ وہ اسے ایک ایسا شدید جسم بھرمستی اور بے ایمانی سمجھتے تھے کہ جکی مثل ہونا غیر ممکن ہے۔ جب وہ آئے تو سب کی آنکھوں میں آنسو بھرے تھے اور آواز لڑکھڑاتی تھی۔ وہ سب اس پس و پیش میں تھے کہ آیا اُن وزراء کو مار ڈالیں اور دغا باز بے ایمان بختیار یون کو شہر سے نکال دیں۔ جنہوں نے دستوری حکومت کو یون برباد کیا یا مشرقی خیال کے بموجب خودکشی کر لیں۔ اُنہوں نے اس بارہ میں میری صلاح پوچھی اور میں نے اُن کو یہہ رائے دی کہ ہرگز ایسا مت کرو۔ اُن دغا بازوں کو مارنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ اس سے روس اور انگلستان کو اور بہانہ ملیگا کہ ایرانی امن کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

وہ دستوری حکومت جس کیلئے صد ہا آدمیوں کی جانیں کام آئی تھیں۔

جب اس طرح ایک گھنٹہ میں مٹا دی گئی کہ کسی کی نکسیر تک نہ چھوٹی تو اس سے اہل ایران کا تحمل خود واری اور امن پسندی ثابت ہوتی ہے۔ اگر کسی دوسرے مہذب ملک میں یہ واقعہ پیش آتا تو خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔

مجھ سے اکثر لوگوں نے یہ سوال کیا ہے کہ ایرانی دراصل اپنی گورنمنٹ

کی اصلاح کی صلاحیت رکھتے ہیں یا نہیں اور ان میں فی الحقیقت کوئی سچا قومی جوش موجود ہے اس لیے کہ عموماً لوگوں کا خیال تو یہ ہے کہ ایرانی بہت ہی ذلیل اور نالائق لوگ ہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ایک شالہ اور مہذب ملک میں جہاں کسی قسم کا خطرہ یا اندیشہ نہ ہو۔ حب الوطنی کے نعرے مارنا بہت آسان ہے۔ لیکن یہہ دیکھنا چاہیے کہ ستر مسلمان ممبر پارلیمنٹ جنکو ہر لحظہ دشمن کی بے انداز فوج کے حملہ کا ڈر لگتا ہو کہ نہ معلوم کیا انجام ہوگا اور ایک زبردست سلطنت کے جاسوس علانیہ ہر طرح کی سازش رشوت اور دہکلی دے رہے ہوں ایسی حالت میں ان لوگوں کا انکار کرنا کہ روسیائیم نہ منظور کریں گے اور اپنے قوم کی عزت اور حکومت ہاتھ سے نہ دینگے۔ غالباً اس مسئلہ کو بخوبی حل کر دیتا ہے کہ آیا ایرانیوں میں کوئی قومی جوش ہے یا نہیں۔

جس شخص نے ان لوگوں کی مصیبت کو دیکھا ہے وہ کہے

سکتا ہے کہ بے شک اہل ایران اس قابل ہیں کہ ان کیساتھ

محبت و ہمدردی کیجائے۔

ان لوگوں میں بعض نقص بھی ہیں مگر وہ محض ملک کے رسم و رواج کی پابندی کی وجہ سے جو لوگ ایرانیوں پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ حکمرانی کی قابلیت ہی نہیں رکھتے ان سے بحث کرنا ہی بیکار ہے۔

جواب جاہلان باشد خموشی

البتہ یہ بات ہی تسلیم کرتا ہوں کہ ایرانی دستوری حکومت کے صحیح مہول اور سیاست عملی سے ناواقف تھے مگر انھیں پورا حق حاصل تھا کہ اپنے ملک کے رسم و رواج - اپنے خصائص اور میدان طبع کے لحاظ سے اس میدان میں ترقی کر کے اپنے تئیں اہل بناتے۔ ایک قوم کی زندگی کیلئے پانچ برس کی مدت کوئی چیز نہیں اتنے قلیل عرصہ میں تو ایک متشغس بھی اپنی اصلاح نہیں کر سکتا لیکن یہ دیکھنا چاہیے کہ صرف پانچ برس میں ایرانیوں نے باوجود ایسی دشواریوں اور پریشانیوں کے جو ان دو سلطنتوں کی بددیش آئین کیسی کامیابی کے ساتھ اپنے ملک اور اپنی آزادی کو اس عالم کے پنجہ سے بچایا جس نے کئی دفعہ چھین لینے کی کوشش کی۔ افسوس ہے کہ دو پورہ میں سلطنتیں دنیا کے سامنے یہ بیان کرتی ہیں کہ ایرانی بالکل نالائق نااہل ذلیل لوگ ہیں۔ ان سے اپنے ملک کا انتظام نہیں ہو سکتا۔

مگر جب ایران کے زوال حکومت کے حقیقی واقعات لوگوں کو معلوم

ہوں گے تو منکر سے منکر اشخاص کی نظر سے بھی لاعلمی کا پردہ اٹھ جائیگا اور یہ صاف ظاہر ہوگا کہ بچارہ ایران بعض یورپین سلطنتوں کے بازیچہ گاہ میں افسست سٹکار ہوا۔ ان سلطنتوں نے برسوں کی شوق کے بعد اس کھیل میں یہ تہارت پہنچائی ہے کہ کمزور قومیں اس بازی میں آسان نوالہ ہو جاتی ہیں۔

انٹھوان باب

گورنمنٹ ایران کے ساتھ میرے تعلقات۔ تبریز، رشت اور انزالی میں روسی فوج کے ہاتھوں قتل عام۔ طہران میری روانگی

جب سے صمصام السلطنت کی کینٹ نے پہلی دسمبر کو مجلس میں یہ تجویز پیش کی کہ روس کا الٹیمیم منظور کر لینا چاہیے اس وقت سے میں نے دیکھا کہ وزرا کا برتاؤ میرے ساتھ بالکل بدل گیا ہے۔ بظاہر انٹھوان نے یہ قصد کر لیا تھا کہ روس کے کسی مطالبہ کو نامنظور نہ کرنا چاہیے اس لیے وہ چاہتے تھے کہ میں فی الفور استعفا دیکے ان کے لیے یہ

طرز عمل آسان کر دوں اور انھیں کسی معاملہ میں مجلس کی منظوری کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔

مجھے بذات خود استعفا دینے میں کوئی عذر نہ تھا مگر کسی نے مجھے یہ خیال اس وقت تک نہیں دلا یا جب کہ مجلس نے دو مرتبہ بعلبہ آرا کبنت کی تجویز کو نامنظور کیا ایسی حالت میں میرا استعفا دینا بمنزلہ اس کے تھا کہ مجلس کے حقوق ایک ایسے اہم معاملہ میں تصفیہ کرنے کیلئے جو ملک کی خود مختاری سے تعلق رکھتے ہوں سلب کرنا ہے۔ تاہم میں نے اس بارہ میں مجلس کے بڑے بڑے مشہور اراکین اور دوسرے عمدہ داروں سے متواتر مشورہ کیا اور ان سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں ایران میں محض اس لیے آیا تھا کہ گورنمنٹ ایران کو مدد و دلہذا اگر میرا استعفا دینا گورنمنٹ کے لئے مفید ہو تو میں بخوشی تیار ہوں۔ سب نے اسکا جواب بھی دیا کہ میں مجلس کا ملازم ہوں لہذا ایسی حالت میں میرا استعفا دینا مجلس کے اختیارات سلب کرنا ہے اور یہ چیز بالکل خلاف معاہدہ ہوگی۔ ہر قسم کے لوگ بکثرت روزانہ میرے پاس آتے تھے۔ اور مجھ سے التجا کرتے تھے کہ کسی حالت میں میں استعفایہ نہ دوں اس لیے کہ ان کی رائے میں میرا استعفا دینا ایران میں دستور کی حکومت کا خاتمہ کرنا تھا۔

قانون کی رو سے صمصام السلطنہ کی کبنت کا وجوہی پہلی

پہلی دسمبر کو دوپہر ڈھلے ختم ہو گیا تھا۔ جو وقت مجلس نے اُن کی تجویز کو بغلمہ
 کرنا منظور کیا۔ چونکہ بختیاری سردار بوجہ اپنے سرغنہ کے کئی مہینہ تک وزیر اعظم
 رہنے کی حکومت کے عادی ہو گئے تھے۔ اس لیے وہ سرکاری خدمتوں سے
 علیحدہ ہونا نہ چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ بختیاری سرداروں اور سفارت
 روس میں کچھ سمجھوتہ ہو گیا تھا۔ جس سے یہ صاف ظاہر تھا کہ روس اُن سے
 اپنے حسبِ منشاء کام لینا چاہیے۔

جب مجلس نے باقاعدہ طور سے روسی الیٹیم کو منظور کیا جسکی گورنمنٹ
 روس کو امید نہ تھی تو اسوقت بعض روسی افسر اور روسی جاسوسوں نے طہران
 میں اور رائج سے یہ کوشش کی کہ کم از کم روسی الیٹیم کی ایک ظاہری
 منظوری تو ہو جائے۔ ایسی تشویش اور پریشانی کے ایام میں گورنمنٹ روس
 نے غربا میں بہت سارے روپیہ صرف کیا کئی مسجدوں میں جہاں بہت سے لوگ
 جمع تھے (جیسا کہ عموماً موسمِ خزاں میں وہاں عاداتاً جمع ہوتے ہیں بالخصوص اگر
 شہر میں روٹی کا قحط ہو) اسوقت ہزار ہا ایرانیوں کو روس کی طرف سے کھانا
 تقسیم ہوا اور اُن سے یہ کہا گیا کہ روس اپنے روپیہ سے یہ انتظام کر رہا ہے
 اور محض مجلس کی مخالفت اس قحط کا باعث ہے۔ یہ کہا جاتا تھا کہ روس نے
 غربا کو کھانا تقسیم کرنے میں ایک لاکھ ربل خرچ کئے۔

پہلی دسمبر کی سہ پہر کو پرنس علاء الدولہ کے مارے جانے کے بعد جب

مجلس نے کینٹ وزیر کو معزول کر دیا اُس وقت مجھے یہ خبر ملی کہ بعض بختیاری
 سردار جو میرے زیادہ مخالف اور دشمن ہیں۔ اُن کو امیر مجاہدانہ سردار جنگ
 اور اس دعا باز امیر مضمحل نے اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ اتابک
 پارک میں میرے دفتر پر حملہ کر کے خزانہ کو چھین لیں۔ کل کاغذات اور کتابچوں
 کو جلا ڈالیں اور اہل امریکہ کو ملازمت سے علیحدہ کر دیں اسکی وجہ یہ تھی کہ
 گذشتہ موسم بہار میں امیر مجاہدانہ اور دوسرے بختیاری سرداروں نے فوجی
 تیاری کیلئے بہت سی رقمیں مجھ سے وصول کی تھیں اور میں اُن سے حساب
 طلب کر رہا تھا۔

جب یہ خبر مجھے پہنچی تو میں نے ایک ایرانی دوست کو ان بختیاریوں کے
 پاس بھیج کر یہ کہلا بھیجا کہ اگر فی الحقیقت ایسی طاقت کرنا چاہتے ہیں تو ذرا
 اس پر کمر غور کر لیں۔ اس سے میری غرض صرف یہ تھی کہ انھیں معلوم ہو جائے
 کہ میں ان کی کارروائیوں سے غافل نہیں ہوں۔ اس کے بعد میں نے
 اتابک پارک کے فوجی پہرہ میں پچاس جوان اور اضافہ کر دیئے اور اب کل
 فوجی جوان ایک سو پچاس وہاں موجود تھے۔ بختیاریوں کو کبھی وہاں آنیکی
 جرات نہیں ہوئی۔ اس واقعہ کے چند ہی روز بعد یفرم خان اور بختیاری
 سرداروں میں جھگڑا ہو گیا اور کسی دن تک یہ اندیشہ رہا کہ یفرم خان کی
 فوجی پولیس سے تلوار چل جائیگی۔ یفرم خان نے اسوقت شہر کی کوتوالی سے

استغفا دید یا تھا۔ یہہ افواہ گرم تھی کہ بختیاری جن پر روز بروز روس کا اثر
 بڑھ رہا ہے۔ یفرم خان کی پولیس سے ہتھیار لے لینے کی فکر کر رہے ہیں
 اور ان کا ارادہ ہے کہ قزاق بریگیڈ کی مدد سے طہران میں پولیس کا انتظام
 کریں اور روسی کرنل ڈو پولسکی کو ان کا افسر قرار دیں۔ اس افواہ سے شہر میں
 بہت بے چینی اور ابتری پھیلی۔ اور خوزنیزی کا اندیشہ تھا۔ دوسرا فداوی
 اس بات پر متلے ہوئے تھے کہ اس معاملہ میں وہ ضرور لڑیں گے مگر کس طرح
 یفرم خان اور بختیاریوں کی نزع کا نصفیہ ہو گیا اور یفرم خان نے پھر اپنی ہمت
 کا جائزہ لے لیا۔

روسی افسر کا تابک پارک کے گرد گشت لگایا کرتے تھے۔ چنانچہ چوتھی
 دسمبر کو ایک صاحب نے پھانک کے محافظین کو برا بھلا بھی کہا۔
 وثوق الدولہ وزیر امور خارجہ اور ان کے بھائی قوام السلطنت و وزیر
 داخلہ ان دونوں کا برتاؤ اب میرے ساتھ بالکل بدل گیا۔ گو اس سے پہلے
 یہہ دونوں میری دوستی کا دم بھرتے تھے۔ اُن کے برتاؤ میں یہہ تغیر
 اس وقت واقع ہوا جب انھوں نے سنا کہ میں نے مسٹر لیکافرے کو تبریز
 اس لیے بھیجا ہے کہ وہ ان کی سرکاری مالگزاری میں جو تغلب و تصرف ہو
 اسکی تحقیقات کریں۔ اس صوبہ کی آمدنی دس لاکھ تومان تھی۔ مگر میرے جائزہ
 لینے سے کئی ہینہ پیشتر اور کل موسم سرما بھر جبکہ میں صدر المہام خزانہ تھا ایک

جب بھی وہاں سے گورنمنٹ کو وصول نہیں ہوا۔ یہ چیز بہت ہی عجیب تھی اسلئے کہ موسم گرما مالگزاری وصول ہوینکا وقت ہے۔ خانگی طور سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ شکس کلکٹر نے خوب اپنی جبین بھری ہیں اور وہ نہ میری اور نہ گورنمنٹ کی کچھ پروا کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ ہم لوگ اس کا کچھ نہ کر سکیں گے اس لیے کہ وہ ان دونوں وزراء (وٹوق الدولہ اور قوام السلطنت) کے پربزرگوار ہیں۔ چنانچہ یہی سبب تھا جکی وجہ سے یہ لوگ مجھ سے کشیدہ ہو گئے تھے۔

ایران میں سازشیں ایسی گہری ہوتی ہیں اور ذاتی اغراض کا اتنا خیال کیا جاتا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ یہ دونوں وزراء روسی الٹیمٹم منظور کرینکی تائید میں تھے محض اس لئے کہ اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مسٹر لیکافرے فی الفور ایران کی ملازمت سے علیحدہ کر دیے جائیں۔

یہ واقعہ میں نے اس لئے بیان کیا تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ مجلس شوریٰ برخواست ہونے کے بعد میرے اور کبنت و ذرا کے تعلقات کیسے تھے۔

مجلس نے میرا تقرر کیا تھا اور اسی مجلس نے اس معاہدہ کو منظور کیا تھا جکی رو سے ملک کے مالی انتظامات میرے تفویض ہوئے اور مجلس نے ۱۳۔ جون کو ایک قانون پاس کر دیا تھا جسکا مقصد یہ تھا کہ میں اپنے فرائض کی انجام دہی میں کسی کبنت کے زیر اثر نہ رہوں۔ چنانچہ اسی وجہ سے اول

مجلس برخواست کرنیکی کوشش کی گئی اور۔ بعینہ یہی وجہ عہدہ داران قرض عثمانیہ سے ہٹائے جانے کا باعث ہوئے تھے۔

جب مجلس بزور برخاست کر دی گئی تب ہم اہل امریکہ کی حالت ہی دوسری ہو گئی اسلئے کہ جس نے ہمیں نوکر رکھا تھا اسی کا وجود باقی نہ رہا۔ اب اگر ہم رہنا چاہتے تو خواہ مخواہ کینٹ وزیر کی حکومت کو تسلیم کرتے مگر مجھے اسکی خواہش نہ تھی۔ مجلس برخاست ہوئی ہے ہمیں کوئی امید نہ رہی کہ اب اہل ایران کی یہودی کیلئے ہم اپنے فرائض کو اچھی طرح انجام دے سکیں گے اور میں نے یہ خیال کر لیا کہ اب کام کا خاتمہ ہے۔

۲۴۔ دسمبر سے پہلے کینٹ وزیر نے کئی دفعہ میرے پاس کہلا بھیجا تھا کہ میں استعفا دیدوں۔ بلکہ وزیر نے بذات خود مجھے یہ لالچ دلایا کہ علاوہ اس معاوضہ کے جواز دے معاہدہ گورنمنٹ سے مجھے ملنا چاہیے۔ وہ شیر و خورشید کا اعلیٰ متوجہ جو بڑے بڑے جلیل القدر لوگوں کیلئے مخصوص ہے مجھے دلائین گے جس سے اس امر کی تصدیق ہوگی کہ میں نے اہل ایران کی خدمات کیسے انجام دیئے اور نیز مجھے اپنا جانشین نامزد کرنے کا اختیار دیا جائیگا اور اس کے علاوہ دوسرے مختلف اعزاز عطا ہوں گے میں نے ان سب باتوں کا یہ جواب دیا کہ جب تک اراکین مجلس کی طرف سے رگوفر سرکاری طریقہ پر ہے، اس امر کی تصدیق نہ ہو لے گی کہ میرے استعفا دینے سے انہیں

کوئی نقصان نہ پہنچے گا اُس وقت تک میں استعفا نہیں دلیکنا اب رہا شیرم
 خورشید کا مریض تمغہ اور دوسرے عطیات جنکا لالچ مجھے دلایا جاتا ہے۔ اگر
 یہ بھی مجلس کی طرف سے مجھے عطا ہوں تو مصالحت نہیں ورنہ میں ان چیزوں کی
 پروا نہیں کرتا مجھے معلوم ہوا کہ درائے کبنت میرے اس جواب سے
 ناخوش ہوئے۔ ۲۴ دسمبر سے پہلے کبنت نے میرے ساتھ طانیہ مخالفت
 شروع کر دی تھی اور بختیاری سرور ان نے یہہ و حکیمان دین کہ میرے مکان پر
 حملہ کر کے خزانہ لوٹ لیں گے۔

مجلس کی بدخاشکی نے ایران میں دستوری حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

دوسرے روز سہ پہر کو جو کہ سمس کا دن تھا۔ وزیر امور خارجہ محمد موسیٰ
 آئے اور فارسی میں ایک خط پیش کیا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

بخدمت آنرہیل سٹرشوٹرا

آپ واقف ہیں کہ ۹ ذی الحجہ ۱۳۲۹ء کی شام کو مجلس کی طرف سے ایک
 کمیشن مقرر ہوا تھا اور اُسے یہہ اختیار دیا گیا تھا کہ گورنمنٹ روس کی طرف
 سے جو ایٹیم پیش ہوا ہے اُسکا تصفیہ کرے چنانچہ سلخ ذی الحجہ کو کمیشن نے
 بتایہ مجلس وزیر ایہہ طے کیا کہ ایٹیم منظور کیا جائے اور اس فیصلہ کی اطلاع
 سفارت روس کو بھیج دی گئی۔

۱۰ کوئی باقاعدہ کمیشن مقرر ہوا تھا اور اسے اس تصفیہ کا اختیار تھا تاہم کے پاس اس وقت کے

نتیجہ ہونا۔

جلس کے بہت سے اراکین ایک جگہ جمع ہو کے اس امر کا اعلان کر نیوالے
تھے کہ مجلس بالکل بیقاعدہ برخاست کی گئی ہے۔ نائب السلطنت نے اپنے
حلف کے خلاف عمل کیا۔ اور دوسرے وزراء کا رووغا باز مین۔ اگر لیفرم خان
کی پولیس اور طہران مین وہزار بختیاری موجود نہ ہوتے تو سارے شہر مین ایک
بلوہ عظیم بپا ہوتا۔ لیفرم خان نے اپنے پولیس اور ان بختیار یوں کے پہرے
جا بجا تعینات کر دیئے اور اہل طہران کو بلوہ کرنے سے باز رکھا۔ لیفرم خان اور
وزرا بالخصوص وثوق الدولہ نے اپنے مکانات کے گرد بہت سے پہرے تعینات
کئے تھے مگر اس پر بھی لوگ ان حکمران و ذرا پر حملہ کر نیسے باز نہ آتے اگر قزاق
برگیڈ اور روس کی ایک فوج کثیر خاص شہر مین اور شہر سے صرف اسی میل کے
فاصلہ پر قزوین مین موجود نہ ہوتی۔

ان وجوہ سے مین نے یہ تصفیہ کیا کہ اب میرا فرض ہے کہ اس جھگڑے
سے علیحدگی اختیار کروں اور اب ایران مین اہل امریکہ کا زیادہ رہنا بالکل بیکار
ہے چنانچہ مین نے ۲۶ دسمبر کو اس تحریر کا جواب دیا۔

”بجواب مراسلہ مجلس وزراء انگارش ہے کہ اس حکم کی تعمیل باقاعدہ اسوقت
کی جائیگی جب مجھے یہ اطلاع ہو کہ مین اپنی خدمت کا چارج کس کو دے گا اور
میرے چودہ امریکن مددگار کا تصفیہ جس کے متعلق یہ لکھا گیا ہے کہ کونسل مجھے

بعد کو اطلاع دی گئی کیا ہوگا اس وقت جو خاص امر زیر غور ہے وہ میرے امریکن
مددگاروں کی آئندہ ملازمانہ حیثیت ہے۔“

گر سس کے کچھ دن پہلے مجھے یہہ اطلاع دی گئی کہ کل امریکن اور ایرانی
عہدہ داران پولیس خزانہ عج سے ملنا چاہتے ہیں یہہ واقعہ اس وقت کا ہے
جب کہ کسی کو یہہ گمان بھی نہ تھا کہ کینٹ وزیراعلیٰ کو برخاست کرنے والی ہے
یہہ لوگ کر سس کے دن سے پہر کو عج سے ملنے آئے اور میں سب سے
ملا کیونکہ میں اس بات سے واقف ہو چکا تھا کہ طہران میں لوگ افواہ اڑانے لگے
بڑے شائق ہیں اور ایک دن پہلے کینٹ وزیراعلیٰ پر جو جوش ہوا تھا
اس کی خبر تمام شہر میں پھیل چکی تھی۔ میں نے احتیاطاً ان سب کو متنبہ کیا کہ
آپ لوگ محض مالی انتظامات کے حکم کے عہدہ دار ہیں آپ لوگوں کو چاہیے
کہ پولیس معاملات یا پولیسکل مباحثوں سے احتراز کریں۔ جو وقت میں اپنے
عہدہ داروں سے یہہ کہہ رہا تھا بہت سے لوگ اور دوسرے لوگ بھی وہاں
موجود تھے۔ تاہم جس بات کا مجھے ڈر تھا آخر وہ ظہور میں آئی۔ میں نے تو ان
لوگوں سے نصیحتاً یہہ گفتگو کی مگر اس کی افواہ یہہ پھیلی کہ میں نے خزانہ کی فوجی
پولیس کو تیار رہنے کا حکم دیا ہے اور میرا ارادہ ہے کہ ان کے ذریعہ سے
مجلس کو پھر بحال کروں۔ چنانچہ چند گھنٹہ بعد مجلس وزیرانے اسی مضمون کا
ایک مراسلہ بھیجا۔

۲۲۔ دسمبر کو گورنر تہرہیز کے پاس سے یہ خبر آئی کہ روسی فوج نے جودھان
 تعینات تھی باشندوں کو قتل کرنا شروع کیا ہے اس کے بعد معلوم ہوا کہ
 مارکاٹ دیے گئے اور خبر کا آنا موقوف ہو گیا اور بہت سی روسی فوج جلفہ
 سے تہرہیز کو آ رہی ہے۔ تہرہیز میں لڑائی کا اصل سبب نہ معلوم ہوا البتہ
 یہم کہا گیا کہ چند روسی سپاہی ۲۰۔ دسمبر دس بجے رات کو پولیس کے بڑے
 تھانہ کی چھت پر چڑھے کہ ٹیلیفون کا تار درست کریں اُس وقت ایرانی پہرہ
 والوں نے انہیں لوٹا جبکہ انہوں نے گولی سے جواب دیا اس کے بعد صبح
 ہوتے ہی لڑائی شروع ہو گئی اور کئی دن تک جاری رہی۔ گورنر تہرہیز نے
 یہہ اطلاع دی کہ روسی فوج نے بڑے مظالم کیے۔ سیکڑوں ہنگناہ عورتوں
 اور بچوں کو مٹر کون پر ہلاک کر ڈالا اس وقت تہرہیز کے گرد چار ہزار روسی فوج
 مع دو توپ خانوں کے موجود تھی۔ تہرہیز کے ایک ہزار فدائیوں نے قدیم قلعہ
 ارک میں پناہ لی۔ اُن کے پاس نہ توپ خانہ تھا اور نہ عمدہ ہتھیار تھے روسیوں
 نے اس قلعہ پر گولہ باری کی اور بہت سے فدائی مارے گئے۔ روسی فوج کی
 کثیر تعداد اور توپ خانہ نے بالآخر اس جگہ کو فتح کر لیا اور پھر اس کے بعد ایسا ظلم
 کیا کہ کسی ایرانی کی آبرو یا جان کو نہ چھوڑا۔

ایک دفعہ موسیو پوکلیو سکی کو ذیل وزیر سفارت خانہ روس متعین
 ملہران نے روسی فوج کے جنرل کو یہہ تارویا کہ تہرہیز میں لڑائی موقوف کی جائے

اس لیے کہ پایہ تخت میں معاملات طے ہو رہے ہیں۔ مگر اس خبر نے یہ جواب دیا کہ
 میں ویسے اسے کوہ قاف کے حکم کا تابع ہوں۔ آپ کے حکم کو نہیں مان سکتا۔
 غرہ جنوری کو جس روز محرم کی دسویں تاریخ تھی اور اہل ایران کے مذہب
 میں یہ ایک نہایت رنج و الم کا دن تھا روسی خبر نے تبریز کے دارالامارہ
 پر روسی جھنڈے چڑھا دیے اور تبریز کے ایک بڑے مجتہد شوکت الاسلام
 کو مع اور دو مجتہد اور پانچ علمائے شہر کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ ان پانچ علمائے
 میں کئی اعلیٰ عہدہ دار گورنمنٹ ایران بھی شامل تھے۔ روسیوں کی اس ظالمانہ
 حرکت اور بھرتی کا ایرانیوں پر ویسا ہی اثر ہوا جیسا کہ اہل انگلستان پر ہو سکتا
 ہے اگر آپ بشب آف کنٹربری کو گڈ فرائڈے کے دن پھانسی دی جائے
 یہ تشبیہ میری نہیں ہے بلکہ ایک بڑے انگریزی نامہ نگار کے الفاظ ہیں اُس
 وقت سے برابر ایرانیوں کو پھانسی دینا یا گولی سے مارنا جاری رہا اور تبریز
 میں روسی جس کسی کو دستوری حکومت کا موید سمجھتے تھے اُسے فوراً پھانسی دے
 دیتے تھے یا گولی سے مار دیتے تھے جب پہلو پہلو ومان لڑائی شروع ہوئی
 ہے تو اس وقت سینٹ پیٹرس برگ میں فارن آفس کے ایک معزز عہدہ دار
 نے اخبار کے ایک نامہ نگار سے یہ بیان کیا کہ جب تک دستوری حکومت
 والوں کا بالکل قلع و قمع نہ ہو جائے گا اُس وقت تک قتل عام جاری
 رہے گا۔

بہت سے لوگ اخبار میں اس واقعہ کو پڑھ کے کانپ اٹھے اور انہیں
 روس کے وہ مظالم یاد آ گئے جو اسکو بیلاروس نے ترکستان میں ۱۸۸۱ء میں بچاؤ
 بے بس ترکمانوں پر کیے تھے۔ اس ظالم نے آٹھ ہزار ترکمانوں کو صرف یہ
 کہکے ہلاک کر دیا کہ ایشیا میں امن کا قیام مقتولین کی تعداد پر منحصر ہے لوگوں کو
 غریب چینوں کی غمناک داستان بھی یاد آ گئی جو بچاؤ سے دریائے امور کے
 کنارے ولادوٹسک میں بے تھرستلہ ۱۹۰۷ء میں روسیوں نے اُن سے
 کہا کہ فوراً وہاں سے چلے جائیں اور جب اُن بچاروں نے یہہ عذر کیا کہ کوئی جہاز
 یا کشتی یہاں موجود نہیں ہے جو ہمیں دوسرے مقام پر پہنچا دے تو روسیوں نے
 اُن سے کہا کہ دریا میں چلے جاؤ اور محض اتنے کہنے پر کتفا نہیں کیا بلکہ سنگینوں کی
 ٹوک سے کل باشندوں کو دریا میں ڈبو دیا۔

یہہ واقعات معلوم ہونے کے بعد اب روس کے نیم سرکاری اخبار نوڈو
 ورمیا کا یہ بیان بخوبی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ ایسی حالتوں میں اس طرح کا ظلم
 عین رحم ہے۔ تبریز کے کل باشندے گویا خطا دار تھے۔ اور اُن کو سزا دینا
 ضرور تھا۔ مگر روسی زیادتیوں کی بھی ایک حد ہونی چاہیے۔

تقریباً یہ بات ثابت کر دی ہے کہ گورنمنٹ روس با اختیار ہونے کے
 بعد ایسے معاملات میں جو کچھ کہتی ہے اُسے پورا کرنے میں کوئی تسمہ نہیں اٹھا
 لے کھتی۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تبریز کے کل مظالم دینا پر کبھی ظاہر نہ ہوں گے

اور روس نے بھی بنی اس بات کو سمجھ لیا ہے۔ بنی نوع انسان کو گولی سے مارنا پھانسی دینا اور طرح طرح کے مظالم کرنا۔ توپ کے منہ سے اڑا دینا بگینا، ورتوں اور بچوں کو شہر کی گلیوں میں ذبح کر ڈالنا یا اس سے بھی بڑھ کر اور زیادتیوں کے مرتکب ہونا ایک ایسی قوم کی فوج اور اس کے افسروں کے لئے بہت ہی خوش نما فعل ہے۔ جبکہ بادشاہ امن کا مدعی ہے اور اپنے تئیں بنی نوع انسان کا دوست کہتا ہے۔

ایک صریح واقعہ یہ ہے کہ جس وقت تبریز میں لڑائی شروع ہوئی روسی فوج نے رشت اور انزلی میں جو کئی سویل وہان سے تھا۔ ایرانی پولیس اور وہان کے بہت سے باشندوں کو ہلاکی اطلاع یا اشتعالک کے گولی سے مارنا شروع کر دیا اور لطف یہ ہے کہ یہ واقعہ اُسدن ہوا جسے وزیر کینٹ وزراے ایران نے سفارت خانہ روس کو اس امر کی باقاعدہ اطلاع کر دی تھی کہ روسی الیٹیم منظور کر لیا گیا۔ گورنمنٹ برطانیہ نے اہل ایران کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ اگر الیٹیم منظور ہو جائے گا تو اس صورت میں روسی فوج جو حملہ آور ہو رہی ہے فوراً واپس ہو جائیگی اور گورنمنٹ روس نے بھی گورنمنٹ برطانیہ کے اس اعلان کی تصدیق کی تھی البتہ یہ کہا تھا کہ سروسٹ کچھ فوج روک لی جائیگی تاکہ کوئی اور نیا واقعہ نہ پیش آئے۔

رشت

ایسی حالت میں کیا یہ ممکن ہے کہ بیچارے بکیں ایرانیوں نے تبریز

اور انزلی میں روس کی کثیر المتداد فوج پر حملہ آوری کی سبقت کی جو۔

۲۵۔ دسمبر سے ۱ جنوری تک مکمل طور پر وزیر کے خلاف لوگوں کا غصہ

ترقی کرتا رہا۔ وہ یہہ کہتے تھے کہ ان مکمل طور پر امن نے ہمیں غیروں کے ہاتھ

فروخت کر ڈالا اس عرصہ میں ملک کے تمام اضلاع اور صوبہ جات سے تار پر

تار آتے رہے کہ نائب السلطنت اور کبنت وزیر نے جو دستور حکومت

حکم کیا ہے اسکی انہیں سزا دینی چاہیے۔ میں نے وزیر کے پاس بار بار

یہہ کہہ دیا بھیجا کہ میری علیحدگی کے حکم سے خزانہ کے معاملات بالکل اتر ہو رہے

ہیں اور اگر فی الفور کوئی انتظام نہ کیا جائے گا تو میں اپنے مددگار مسٹر کیرس

کو اپنی خدمت کا جائزہ دیکر پھر ان سے چلا جاؤں گا۔ کبنت وزیر اور نائب السلطنت

نے یہہ منظور کیا کہ مسٹر کیرس میرے جانشین ہوں۔ اگرچہ مسٹر کیرس بھی یہاں

رہنے پر راضی نہ تھے مگر سفارت برطانیہ اور سفارت روس نے ایرانیوں کو

ڈانکا کہ اگر سوائے مسٹر مارنارڈ ڈنٹھم محصول خانہ جات چنگی کے اور کسی شخص کو

میری جگہ پر مقرر کرینگے تو سخت سزا دی جائیگی۔ دو ہفتہ تک میں اس کوشش

میں رہا کہ کبنت وزیر کوئی مناسب انتظام کرے مگر کچھ نہ ہوا۔ تب میں نو ساتویں

جنوری کو اپنی خدمت کا جائزہ مسٹر کیرس کو دیدیا اور دو دن پہلے میں نے

کبنت وزیر کو اس امر کی اطلاع بھی کر دی تھی کہ اگر ہم گھنٹہ کے اندر کوئی انتظام

میری سبکدوشی کا نہ کیا جائیگا تو میں ایسا ہی کروں گا۔

چنانچہ دو پہر تک مین نے اپنا دفتر مسٹر کیرنس کو سپرد کر دیا اور ضروری
رئسیدات وغیرہ لے لئے اور وزیر اویٹیک کو اس کی اطلاع کر دی۔ مسٹر
میگاسکی کو مین نے اپنی طرف سے مختار عام مقرر کر دیا کہ اگر کسی معاملہ میں
سرکاری کاغذات یا حسابات وغیرہ کے متعلق کچھ باز پرس ہو تو میری طرف سے
جواب دی کریں۔

چھ گھنٹہ بعد وزیر کے ایک وکیل نے مجھے ٹیلیفون دیا کہ وہ ایک ضروری
مراسلہ میرے پاس لا رہے ہیں اسٹے مین وہ تشریف لائے اور نائب السلطنت
و وزیر کی طرف سے ایک حکمنامہ پڑھ کر سنایا جس میں یہ لکھا تھا کہ مسٹر
مارنارڈ منصرم صدر المہام خزانہ مقرر کئے گئے۔ مین نے یہ تحریر مسٹر کیرنس
کو دیدی جنھوں نے میری خدمت کا جائزہ لیا تھا۔

اس طرح کی کارروائی کرنا خاص ایرانیوں کا ڈھنگ ہے۔ وزیر
خوب جانتے تھے کہ مین کبھی مسٹر مارنارڈ کو اپنی خدمت کا جائزہ نہ دوں گا
اس لیے کہ مین اس شخص کی بیضابلیگیوں اور غبن سے خوب واقف تھا اور
یہ شخص ایران میں بہت بدنام بھی تھا۔

مسٹر کیرنس نے فوراً وزیر کو اطلاع دی کہ وہ خزانہ کا جائزہ دینے پر
تیار ہیں اور وہ مع اپنے تیرہ امریکن مددگاروں کے جھکے ساتھ گورنمنٹ ایران
بدعہدی کی ہرے ملک سے چلا جانا چاہتے ہیں۔

نوبین جنوری کو نائب السلطنت نے میرے پاس کہلا بھیجا کہ وہ مجھے
خدا حافظ، کہنا چاہتے ہیں اور نو عمر شاہ بھی اس امر کے خواہشمند ہیں کہ مجھے
ملین اور میری خدمات کا اعتراف کریں۔ مجھے کہا گیا کہ دوسرے روز میں
وہاں جاؤں۔

چنانچہ میں دوسرے دن گویا آخری دفعہ گاڑی میں سوار ہونے کے دربار کو
گیا۔ جہاں اعلیٰ حضرت شاہ ایران مجھے ملنا چاہتے تھے۔ میں در دولت پر
پہنچا اور معمر افسردہ دل اہل دربار۔ عہدہ دار اور نوکروں کی لمبی لمبی قطار میں ہونے
گذرا۔ شاہ بہت ہی مرعوب معلوم ہوتے تھے۔ جیسا کہ عموماً ایک خانگی ملاقات
کے موقع پر اس طرح کا اثر ہوتا ہے۔ انھوں نے ایک مترجم کے ذریعہ سے
گفتگو کی اور میرا بہت شکریہ ادا کیا کہ میں نے اُن کے ملک کی اصلاح و نظام میں
بہت کچھ کوشش کی۔ میں نے اُن کو دعا دی اور یہ کہا کہ خدا آپ کو کامیاب
کرے اور آپ کا ملک آباد اور آسودہ رہے۔ گو میں جانتا تھا کہ اس بیچارے کو
کبھی امن نصیب نہ ہوگا۔

اعلیٰ حضرت نے بطور یادگار اپنی ایک خاص تصویر بھیجنے کا وعدہ فرمایا۔ گو
مجھے توقع نہ تھی کہ وہ مجھ تک کبھی پہنچے گی۔

وہاں سے میں رخصت ہو کر نائب السلطنت کے پاس گیا۔ اور
کئی گھنٹہ تک باتیں کرتا رہا۔ انھوں نے بھی میرے جانے پر بہت اظہارِ شاکس

اور یہ کہہا کہ معلوم نہیں اب آئندہ ملک کا کیا انجام ہوگا۔

اس ہفتہ میں مسٹر کیرنس سفیر روس اور سفیر برطانیہ سے مراسلت کرتے رہی

اور دونوں سفرانے اس بات سے اتفاق کیا کہ الٹیمیم منظور ہونے سے اہل

امریکہ کے مبادیات کی بد عہدی ہوئی ہے لہذا انھیں ملک سے جانکا پورا حق

حاصل ہے۔ چونکہ مسٹر کیرنس کو معلوم تھا کہ وڈراسے ایران مجھض سفیر روس کے

حکم کی تعمیل کرتے ہیں لہذا انھوں نے بیکار وقت ضایع کرنے سے مناسب

یہی سمجھا کہ بال راستہ کل معاملات سفیر روس کے ذریعہ سے طے کر لیں۔

میں نے اپنے سفر کی تیاری شروع کی اور جمعرات کے دن امر جنوری

مین علی الصبح آٹابک پارک سے انزلی کو روانہ ہوا نائب السلطنت نے میرے

لیے ایک نئی موٹر بھیج دی جو ابھی حال میں شاہ اور خود ان کے استعمال کیئے

آئی تھی۔ ہمارے ساتھ مسٹر شوٹر تھیں۔ ہماری دو چھوٹی لڑکیاں۔ ان کی معلمہ

اور مسٹر ایڈورڈ بل سکرٹری سفارت خانہ امریکہ متبعینہ طہران بھی تھے۔ جو تھوڑے

دنوں کے لیے پریس جارہے تھے۔ ہمارے اسباب کے صندوق پیشتر سے

روانہ ہو گئے تھے اور اب مسئلہ غور طلب ضرورتاً یہہ تھا کہ آیا ہم ان بلند پہاڑی

گھاٹیوں سے گزر جائیں گے جو طہران اور بھرکسپین کے درمیان حائل ہیں

اور قبل اس کے کہ بوجہ برف باری کے وہ دشوار گزار ہو جائیں۔

یہ صبح بہت ہی سہانی تھی۔ طہران کی پشت پر برف پوش پہاڑ نظر آ رہے تھے

آفتاب طلوع ہو چکا تھا اور ہوا بہت ہی خوشگوار تھی۔ قدرت نے تو یہ ظاہری
سامان سرت جیسا کر دیے تھے مگر چارے دل رنجیدہ تھے اس لیے کہ ہم
جس کام کیلئے ایران آئے تھے اور ہمیں اُمید تھی کہ بہت کچھ کر دکھائیں گے
اسکا انجام ایسا ناگوار ہوا۔

جوقت میں اہل امریکہ اور اپنے ایرانی احباب کے بیچ میں کھڑا تھا۔
جن کی صورتیں نگین نظر آتی تھیں اور چاہتا تھا کہ موٹر میں سوار ہو جاؤں اُقت
مجھے وہ شام یاد آئی جب میں آٹھ چھینے پہلے اسی مقام پر اُترا تھا اور وہ سارا
سمان آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ افسوس ہے کہ ایسے متحمل ستم رسیدہ اہل سلام
جو دنیا میں اپنی حالت کو درست کرنا چاہتے تھے۔ اُن کی ساری اُمیدوں کو
ایسی بیرحمی کے ساتھ ایک قوم کی فوج نے پامال کیا جو اپنے تئیں مہذب
اور عیسائی کہتی ہے۔

ہم ساڑھے نو بجے تک طہران کے چھاٹک سے باہر ہو گئے۔ مسٹر
وارنٹ شاہ کافر ایسی شو فر موٹر چلا رہا تھا۔ میں کبھی اُس حالت کو نہ بھولوں گا
جو طہران کی ہجوم سڑکیں اور گلیاں چھوڑ کر باہر سنسان شاہراہ پر آئیسے چھپر
طاری ہوئی۔ گزشتہ آٹھ مہینوں کے واقعات مجھے یاد آنے لگے کسی انسان کا
دل ایسے یاس و حسرت کے نظارے سے بھر آئیگا۔ میری یہ دلی آرزو تھی کہ
اہل ایران کی خدمت کر دوں گا۔ جب اہل طہران کو میری روانگی کا دن معلوم

ہوا تو انھوں نے اپنے کئی وکیل میرے پاس بھیجے کہ بہت سے لوگ مجھ سے
 ملنے اور خدا حافظ کہنے کو آنا چاہتے ہیں۔ میں نے یہ جواب دیا کہ اس طرح کا
 اظہار جوش مناسب نہیں ہے اور میں نے سنا کہ جب کینٹ وزرا کو اس کی خبر
 ہوئی تو انھوں نے بذریعہ پولیس مختلف گروہوں کے سرغنانون کے پاس
 کہلا بھیجا کہ اس طرح کا مجمع نہ کیا جائے۔ جب ہماری موٹر باغ شاہ کی بارک کے
 پاس سے گزری تو ہم نے دیکھا کہ خزانہ کی فوجی پولیس وہاں قواعد کر رہی ہے
 یہ لوگ سب بہت اچھے جوان تھے اور اگر میری غورہ تجویز پوری ہو جاتی تو
 اس میں شک نہیں کہ ایران کے بہت سے اہم مسائل بہ آسانی حل ہو سکتے۔
 اُسدن سم پر کو ساٹھ مین بیجے ہم قزوین پہونچے اور شہر میں سے
 ہو کے گذرے۔ ہم نے دیکھا کہ ہر طرف روسی فوج پڑی ہوئی ہے جو قوت
 ہم شہر کے دوسرے چھانک سے گزر رہے تھے تو وہاں پچاس ساٹھ روسی
 سپاہی کھڑے تھے ان میں بعض نے جھک کر تھراٹھائے مگر چونکہ
 ہماری موٹر بہت تیزی سے جا رہی تھی ان کی تنگ انداز میں سے کچھ نقصان
 نہ پہنچا۔ بجز اس واقعہ کے اور کسی قسم کی کج خلقی ہمارے ساتھ راہ میں نہیں
 کی گئی۔

جب ہم بوٹیناک پہنچے جو قزوین سے ۵۰ میل پر ایک چھوٹا سا سفر
 بنگلہ ہے تو برف کا طوفان شروع ہوا اور سڑک منٹ تک ایسی سخت برفباری

ہوئی کہ سڑک بالکل چھپ گئی۔ جیور اہین اس چھوٹے سے جنگی جھوٹے مین
 ٹھہرنا پڑا۔ اور رات وہیں گزار دی۔ دوسرے دن صبح کو یہ معلوم ہوا کہ سڑک
 بالکل مسدود ہے اور گھاٹیوں کے راستے سے گزرنا ممکن نہیں۔ موٹر کے
 انجن مین تمام برف جم گئی تھی اور اس کے گھٹنے کے پے دو گھنٹہ درکار تھے
 ہم ساڑھے دس بجے پھر روانہ ہوئے اور جب ایک گھنٹی کی بلندی پر پہنچے
 تو دیکھا کہ سڑک پر چار چار فٹ برف جمی ہے۔ سڑک کے مزدوروں کی مدد سے
 کئی دفعہ برف کو ہٹا کے ہم آگے بڑھے اور سٹروارنٹ ساہو شیا ر موٹر چلائی والا
 اگر نہ ہوتا تو دشوار تھا کہ پچاس گھنٹہ دن کی قوت کی موٹر آسانی کیساتھ اس دشوار
 گزار سڑک سے گزر سکتی اور ہم اسی دن شام کو پانچ بجے پہنچ سکتے دوسرے
 دن سہ پہر کو پانچ گھنٹہ کی مسافت طے کر کے ہم انزلی پہنچے راہ میں بہت سی
 روسی نو حین جا بجا مارچ کرتی ہوئی ہکولین۔ ایک روسی جنگی جہاز بندرگاہ
 میں موجود تھا اور شہر پر روسی سفیر کی حکومت تھی۔ دوسرے دن ہم اجنور کو
 روسیوں کا سال نو تھا۔ اسلئے جنگی جہاز سے توپوں کی سلامی سر ہو رہی تھی۔
 اسیدن سے پہر کو ہم باکو سے روسی جہاز طہران نامی پر سوار ہوئے اور ساڑھے
 پانچ بجے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ چونکہ برف باری کی وجہ سے ایسا
 تیرہ دن تھا کہ ایران کا ساحل اور انزلی کی قلعہ میں ہماری نظر سے جلد
 اُجھل ہو گئیں۔ چنانچہ اس قدیم ملک ایران میں اہل امریکہ کے مالی انتظامات

کی تاریخ کا مختصر باب یوں ختم ہوتا ہے۔

نوان باب

نائب السلطنت اور دوسرے مختلف عہدہ داران گورنمنٹ اور

مجلس کے خضائیل۔ اہل ایران کی قابلیت اور اُن کے خضائیل

موجودہ نائب السلطنت ایران ابوالقاسم خان ناصر الملک ضلع ہمدان کے

باشندے ہیں۔ انھوں نے آکسفورڈ یونیورسٹی میں تعلیم پائی اور سر ایڈورڈ گریس

موجودہ فارن سکریٹری دولت برطانیہ کے ہم سبق تھے۔ وہ لارڈ کرزن کے

بھی بڑے دوست ہیں۔ مظفر الدین شاہ کے زمانہ میں ناصر الملک وزیر مال

مقرر ہوئے اور امین الدولہ مرحوم کے عہد وزارت میں چھ مہینہ تک اس

خدمت پر رہے اس کے بعد گورنر کردستان مقرر ہوئے اور اس خدمت کو

انھوں نے چار سال تک انجام دیا۔ جب ایران میں دستوری حکومت قائم

ہوئی تو ایک سال کے بعد وہ صدر نشین کونسل و زرا بنائے گئے اور وزارت مال

بھی تعلق انھیں سے رہا۔ انھوں نے اس صیفہ میں بعض ضروری اصلاحات

شروع ہی کیے تھے کہ محمد علی شاہ نے انھیں قید کر دیا اور قریب تھا کہ وہ قتل

کئے جائیں۔ مگر سفارت برطانیہ نے بیچ میں پڑ کے اُن کی رہائی کرائی۔ وہ



ABU'L-QASIM KHAN, NASIRU'L-MULK, THE PRESENT REGENT OF PERSIA.

چھوٹے ہی یورپ کو روانہ ہو گئے اور وہاں اس وقت تک رہے جبکہ محمد علی
تحت سے اُتار گیا اور ۱۹۰۹ء میں پھر دستوری حکومت کا تسلط ہوا۔ تب
وہ طہران واپس آئے مگر کسی خدمت کو قبول کرنے سے قطعی انکار کیا لیکن
اپنی قوم اور وزرا و اراکین مجلس کو مشورہ سے مدد دیتے رہے اُس کے بعد
وہ پھر یورپ چلے گئے اور اس دفعہ محض اپنی اور اپنے فرزند کی صحت کیلئے
یہ دوسرا سفر کیا۔ جب سابق نائب السلطنت آزاد الملک نے انتقال کیا
تو مجلس نے انھیں پھر نائب السلطنت مقرر کیا اور آٹھویں فروری ۱۹۱۱ء کو
وہ پھر طہران واپس آئے اور اس خدمت کا جائزہ لیا۔

جب سے مجھے انکی خدمت میں نیاز حاصل ہوا وہ میرے و نیز دوسرے
اہل امریکہ جو مال کے عہدہ دار تھے۔ بہت مداح رہے اور برابر مہربانی کیساتھ
پیش آئے۔ میں آٹھ مہینہ طہران میں رہا مگر اس مدت میں سے دسمبر کا مہینہ
نکال دینا چاہیئے۔ اس لئے کہ اس مہینہ میں مجھے گورنمنٹ ایران سے
کوئی خاص تعلق نہ رہا تھا۔ ان آٹھ مہینوں میں مجھے بارہا اُن سے ملنے اور
مختلف مسائل ملکی پر آزادی کیساتھ بحث کرنے کا موقع ملا۔ نائب السلطنت
ایک نہایت خلیق اور دُعا دار آدمی ہیں۔ انگریزی اور فرنیچ بہت عمدہ
طرح سے بولتے ہیں۔ اس کے علاوہ اُن کی لیاقت اور تجربہ اتنا وسیع ہے
کہ ان وقتوں کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں جو اہل ایران کو ایک دستوری حکومت

قائم کرنے میں پیش آئی ہیں اور انھیں لوگوں کو ہموار کرنے میں ایک خاص ملکہ
 ہے اور اپنے ہموطنوں کے نقائص اور اُن کی ضرورتوں پر بہت قابلیت کے
 ساتھ گفتگو کر سکتے ہیں۔ میں نے اُن کی نسبت ایک عام رائے یہ قائم کی کہ
 وہ ایک ذکی الطبع۔ وسیع المعلومات اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص ہیں۔ مگر یہ رائے
 اُن سے ابتدائی ملاقات کے بعد قائم ہوتی تھی لیکن بعد کو جب متواتر اُن سے
 ملنے اور بحث کرنا موقع آیا اور میں نے یہہ کوشش کی کہ ان کی مدد اور اُن کے
 رویہ سے بعض تجاویز اصلاح صیغہ مال جاری کروں تو اسوقت میں نے
 دیکھا کہ وہ پچھلے مدد دینے اور سہولت پیدا کرنے کے دشواریاں اور دشواریاں
 پیش کرنے کے بہت شایق تھے۔ اکثر اوقات اُنکی باتوں سے مجھے یہ محسوس
 ہوا کہ گویا میں ایک جان بلب طیب سے گفتگو کر رہا ہوں جو اپنے مرض کی
 آپ تشخیص کر رہا ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ اُن کی تشخیص قابل توفیق
 ہے۔ مگر اس بات پر افسوس ہوتا ہے کہ تشخیص کنندہ چند روزہ جہان ہے
 ایک دفعہ اُن سے دو گھنٹہ تک ایک معاملہ میں گفتگو رہی اور آخر کار میں
 بیدل ہو کے وہاں سے چلے آیا۔ مگر جو کچھ انھوں نے بیان کیا تھا میں اسکو
 متعلق کوئی اعتراض نہ کر سکتا تھا۔ اُن کی باتیں کچھ عجیب گو گو ہوتی تھیں جو
 تسلیم ہی کیجا سکتی تھیں اور نہ اُن کی تردید ممکن تھی۔ میں نے اور بہت سے
 یورپین اور ایرانیوں سے بھی یہی سنا کہ ناصر الملک کے متعلق وہ میرے

ہم خیال ہیں۔ غالباً سب سے بڑا نقص نامہ الملک میں یہ تھا کہ انھیں ہمیشہ اس بات کا ڈر لگا تھا کہ مختلف خفیہ جماعتیں طہران میں قائم ہیں جن کی وجہ سے اُن کی جان اور اُن کی خدمت خطرہ میں ہے۔ ایک دفعہ انھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ جب وہ دوسری دفعہ یورپ گئے ہیں تو اُن کا ارادہ نہ تھا کہ پھر واپس آئیں گے۔ آزاد الملک کے نائب السلطنت مقرر ہونے سے پہلے اُن سے کہا گیا تھا کہ نائب السلطنت کی خدمت کو قبول کریں مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا تھا اور اب یہ قصد کر لیا تھا کہ اس میدان میں قدم ہی نہ رکھیں۔ اُس وقت اراکین مجلس نے باتفاق آراء انہیں نائب السلطنت مقرر کرنا چاہا تھا۔ آزاد الملک کے انتقال کے بعد ستمبر ۱۹۱۷ء میں جب مجلس کی طرف سے پھر یہ تجویز ہوئی کہ وہ نائب السلطنت مقرر ہوں تو اس وقت مجلس کا اعتدال پسند گروہ اس کے موافق تھا۔ مگر جمہوری پسند گروہ اس کا مخالف تھا۔ آخر الذکر گروہ نے ایک اور شخص مستوفی الممالک کو اس خدمت کیلئے تجویز کیا تھا جو نہایت نیکنام تھا اور اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے۔ مگر کچھ بحث کے بعد مجلس کے دونوں گروہ متفق ہو گئے۔ اور نامہ الملک نائب السلطنت مقرر ہوئے۔ نامہ الملک اہل یورپ میں بہت ممتاز مشہور تھے بالخصوص سراپا دروگرے انکی بہت قدر کرتے تھے جس کی وجہ سے یہ خیال تھا کہ اُن کے نائب السلطنت ہونے سے ایران کو فائدہ پہنچے گا اور یورپین سلطنتیں ایران کو دوستانہ دروینگی۔ قبل

اسکے کہ وہ طہران واپس آئیں اُن کے پاس بعض گمنام خط پہنچے جن میں یہ لکھا تھا کہ اگر واپس آؤ گے تو مارے جاؤ گے اس سے اُن کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اُنھوں نے اپنی روانگی ملتوی کر دی اور اس پس و پیش میں تھے کہ ایران واپس جائیں یا نہ جائیں۔ آخر کار جب اُنھوں نے لندن اور پیرس سے طہران کی راہ لی تو کئی مقامات سے مجلس کے نام بڑے بڑے تار بھیجے جن میں بعض شرائط پیش کیے اور یہ لکھا کہ وہ شرائط منظور ہونے پر خدمت کا جائزہ لین گے۔ منجملہ ان شرطوں کے ایک خاص شرط یہ بھی تھا کہ مجلس اپنے متین چند گروہوں میں تقسیم کرے اور جس گروہ کو غلبہ حاصل ہو وہ کینیٹ مقرر کرے۔ اور یہ کینیٹ اس وقت تک اس گروہ کے ماتحت سمجھی جائے جب تک کہ اُسے غلبہ حاصل رہے اور اس کی تجویزات کی تعمیل کرے۔ اس میں شک نہیں کہ اصولاً ناصر الملک کی یہ تجویز درست تھی جس کو مجلس نے منظور بھی کر لیا۔ دستوری حکومت کیلئے اس طرح کی تجویز بہت ضروری تھی۔ لیکن اہل ایران عجب طرح کے لوگ ہیں اور چونکہ انہیں دستوری حکومت کا بالکل تجربہ نہیں۔ اس لیے جب اُن میں تفریق واقع ہوئی تو آپس میں سخت رقابت اور ذاتی خصوصیت پیدا ہو گئی۔ یہاں تک کہ اعتدال پسند گروہ جمہوریت پسند گروہ کا دشمن ہو گیا۔

اس تفریق سے پہلے مجلس کے اراکین کو آپس میں اکثر مختلف الرائے تھے

مگر اپنے تئیں ایک سمجھتے تھے اور فدائی یا دستوری حکومت کے طرفدار کہلاتے تھے۔ اور ان کی ساری کوشش سچی حب الوطنی پر مبنی ہوتی تھی اور جو کوئی معاملہ پیش آتا تھا اس کے سٹے کرنے میں سب ایکدل ہو جاتے تھے۔ آپس میں بوجہ اختلاف رائے کوئی خصوصیت نہ ہوتی تھی۔ ایرانی پارلیمنٹ میں جو مہوٹ پڑی اس کے بانی ناصر الملک تھے۔ یہ بات ان کی نسبت اعتراض نہیں کہی گئی بلکہ صرف ایک تاریخی واقعہ کی حیثیت سے جو کچھ انہوں نے کیا اس میں شک نہیں کہ نیک نیتی سے کیا مگر ان کو یہ خیال کرنا چاہیے تھا کہ ان کے ہیومن ابھی ایسے لائق اور واقف کار نہیں ہیں۔ اور ان میں نقص اور کمزوریاں موجود ہیں۔ یہ طرز عمل یعنی مجلس میں دو گروہ پیدا کر دینا گورنمنٹ کیلئے عملاً مفید ہوگا یا مضر۔ میں نے بارہا انھیں مجلس کی رقابت اور سخت مخالفت کی نسبت شکایت کرتے سنا اور وہ یہ کہتے تھے کہ انھیں وجہ سے ملک میں ترقی نہیں ہونے پاتی۔ افسوس یہ ہے کہ خود انھوں نے اس نفاق کا بیج بویا مگر یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔

جب وہ یورپ سے ملہران روانہ ہوئے اور قزوین تک پہنچے تھے کہ انھیں اس بات کا ایسا سخت گمان پیدا ہوا کہ وہ عنقریب کسی پولیسکل قاتل کے ہاتھ سے مارے جائیں گے۔ چنانچہ جب وہ راہ میں تھوڑی دیر آرام کرنے کیلئے ایک ڈاک بیگلہ میں اترے تو ایک بڑے ماسٹر سپرول کو زور سے

ہاتھ میں دبائے رہے حالانکہ انھیں اس کا چلانا بھی نہ آتا تھا۔

اپنی خدمت کا جائزہ لینے کے بعد انھوں نے مجلس کو بہت سے پیغامات بھیجے جن میں اکثر عمدہ تھے اور جن سے اُن کی قابلیت ہتکتی تھی مثلاً انھوں نے یہ کہلا بھیجا کہ نائب السلطنت کے اختیارات بالکل برائے نام کرنے میں کوئی دشمندی نہیں ہے تاہم دستوری حکومت نے جو اختیارات اُن کے لیے معین کیئے ہیں اُن پر وہ پابند رہیں گے اور مزید اختیارات حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں گے۔ چنانچہ جب تک وہ نائب السلطنت رہے انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اگر کوئی اور زبردست یا شہرت پسند آدمی ہوتا اور اُسے ایسی وقعت حاصل ہوتی یا یورپ میں اتنا بااثر ہوتا جیسے کہ ناصر الملک تھے تو نہ معلوم وہ کیا کرتا۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ وہ باسانی ملک کا اصلی حکم بن جاتا جسے طہران آکے تھوڑا زمانہ ہوا تھا کہ ایک دن نائب السلطنت نے یہ کہہ کر کہ وہ یہاں نہیں رہ سکتے۔ اُن کے دشمن ایسی سخت مخالفت کر رہے ہیں کہ انھیں کچھ کرنے ہی نہیں دیتے لہذا اُن کا ٹھہرنا بیکار ہے۔ مناسب یہ ہو گا کہ انھیں یورپ جانے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ ڈول یورپ کے سامنے ایران کا سکہ پیش کریں۔ مگر عام رائے یہ تھی کہ اُن کا جانا مناسب نہیں ہے۔ اُن کے چلے جانے سے موجودہ حالت پر بہت ہی برا اثر پڑے گا۔ گو وہ میری روانگی تک طہران میں موجود تھے مگر اس آٹھ مہینے کے عرصہ میں ہمیشہ

یورپ جائیکا تقاضہ کرتے رہے بعض دفعہ تو ان کا اصرار ایسا سخت ہوتا تھا کہ قابل افسوس اور مضحک واقعات پیش آتے تھے۔ مثلاً کبھی وہ بہت سے ممبران مجلس کو اپنے مکان پر بلاتے تھے اور ان سے کئی گھنٹہ تک یہ بحث کر کے کہ ان لوگوں کی نااہلی کی وجہ سے ایران کے سارے معاملات اتر ہو رہے ہیں۔ وقتاً اُن سے اپنا ارادہ یہ ظاہر کرتے تھے کہ یورپ چلے جائیں گے۔

آخر ماہ ستمبر میں قبل اس کے کہ یفرم خان اور بختیار یون کی فوج پرنس سالارالدولہ کو شکست دے یہ نائب السلطنت نے ایک دن بہت سے ممبران مجلس جن میں زیادہ تر جمہوریت پسند لوگ تھے اپنے مکان ”چھل حوض“ پر بلا یہ مکان طہران کے باہر واقع تھا اور ان کا ایک بہارستانی تفرج گاہ تھا اول آنھوں نے ایک لمبی تقریر کی جیسے کہ عموماً کسی نائک میں اسٹیج پر کیجاتی ہے۔ بعد ازاں اپنا مدینہ برصہ کر کے یہ کہنے لگے کہ آپ لوگ مجھے کیوں نہیں مار ڈالتے۔ اگر آپ نہیں ماریں گے تو میں خود اپنے تئیں ہلا کر لون گا یہ کہہ کر دوسرے کمرہ کی طرف پستول لانے کو چھپے مگر لوگوں نے انھیں پکڑ لیا اور اس وقت تک مضبوط پکڑے رہے جب تک کہ اُنکے حواس کو سکون نہ ہوا۔ اسی عہدہ میں ایک دفعہ پھر آنھوں نے چند ممبران مجلس کو اپنے مکان گلستان پر جو طہران میں واقع ہے۔ دس بجے رات کو بلایا اور روسی اخبار اسکی سلوڈو کا ایک مضمون پڑھ کے سخت شکایت

شروع کی۔ اس مضمون میں اُن پر نکتہ چینی لگی تھی۔ کہنے لگے کہ جمہوریت پسند
 لوگوں نے اُن پر بُہتان لگائے ہیں۔ اتفاق سے پرنس سلیمان مزارکن کریم
 جمہوریت پسند وہاں موجود تھے انھوں نے اپنی جیب سے ایک اخبار نکال کے
 دکھایا کہ نائب السلطنت کی نسبت جمہوریت پسند لوگوں کے جو خیالات ہیں وہ
 اس میں درج ہیں۔ انھوں نے کہا کہ یہ کافی نہیں ہے۔ آپ کو چاہیے کہ روہی
 اخبار کے مضمون کی باضابطہ تردید کریں۔ سلیمان میرزا نے جواب دیا کہ یہ تو
 میں کبھی نہ کروں گا اس لیے کہ ہم لوگوں کا یہ کام نہیں ہے کہ غیر ملک کے اخباروں کی
 تردید کرتے پھریں۔ اس پر نائب السلطنت اپنی جگہ پر اُچھلے اور چلا کے سینہ
 پیٹ کے روڑے کے یہ کہنے لگے کہ آپ لوگ مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں پھر کیوں
 نہیں مار ڈالتے۔ میں آج ہی شب کو چلا جاؤں گا۔ غرض کہ دو گھنٹہ تک اسی
 قسم کی بے لطف گفتگو رہی جسکو باہر سب نوکر اور پہرے والے بھی سنا کیے
 تب نائب السلطنت نے اپنے منشی کو بلا کر اُس سے اپنا استعفا لکھوایا اور آخر
 میں یہ لکھا کہ میں اس لیے استعفا دیتا ہوں کہ جمہوریت پسند لوگ میرے
 اُخلاف ہیں۔ اور مجھ سے نفرت کرتے ہیں؟ اس کے بعد انھوں نے کہا کہ آپ
 لوگ اس پر دستخط کریں اور اس بات کے ضامن ہوں کہ مجھے صحیح سلامت
 ملک کے باہر کر دیں گے۔ جب اراکین مجلس اور بعض وزراء نے جو وہاں موجود
 تھے دستخط کرنے سے انکار کیا تو نائب السلطنت وہاں سے اُٹھ کے بھاگے

اور اپنے کوچین کو پکارنا شروع کیا مگر پھر لوگ انھیں پکڑ کے گھسیٹ لائے
نعرہ کہ تین بجے تک یہی لغویت ہوتی رہی۔

میری رائے میں ناصر الملک کا انتخاب نائب السلطنت کی خدمت کے
لیے بالکل ناموزون تھا۔ اہل ایران کی حالت اس امر کی مقتضی تھی کہ ایک
بہت ہی زبردست اور قومی الرائے شخص اُن پر حاکم ہوتا۔ نائب السلطنت
کو کیسے ہی لائق ہوں مگر بہت کمزور آدمی تھے۔ بعض معاملات میں تو اُن سے
انصاف بھی نہ ہو سکتا تھا۔ وہ خود ستائی کے عادی تھے اور ہر معاملہ میں انھیں
پہلے اپنی شان اور ذاتی رتبہ کا بہت خیال رہتا تھا مجلس اور وزیر کی نسبت
ہمیشہ اُن کا یہ اعتراض رہا کہ وہ لوگ انھیں پالکس میں پھنسانا چاہتے ہیں
نائب السلطنت کا درجہ مثل شاہ انگلستان کے نہایت محترم ہونا چاہیے اور ہر
شخص اُن کی عزت کرے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھیں ہمیشہ اپنی برتری اور ذات
کی فکر رہی اور جو دشوار کام اُن کے تفویض کیا گیا تھا اس کی کچھ پروا نہ کی۔
ایران میں جتنے دن میں رہا اکثر وزراء کے کنبٹ اور دوسرے اعلیٰ
عہدہ داروں سے سابقہ پڑا۔ بہت شہنشاہ چند لوگوں کے اور سب کو میں نے
نا اہل پایا۔ اس میں شک نہیں کہ ان میں اکثر تعلیم یافتہ اور ملال لوگ تھے
مگر جو کام اُن کے تعلق تھا اس کی اہلیت نہ رکھتے تھے اور یہ نہ جانتے تھے کہ
اپنے ملک کی خدمت کس طرح کرنا چاہیے۔ یہ سچ ہے کہ اگر اس اصول کی

پابندی کیجائے تو دوسرے ممالک میں بھی بہت سے عہدہ دار نا قابل ثابت ہوں گے مگر ان لوگوں میں خود غرضی ذاتی منفعت اور گورنمنٹ کو نقصان پہنچانے کے رویہ حاصل کرنے کی خواہش بہت بڑھی ہوئی تھی۔ یہ لوگ عموماً طبقہ امرا سے منتخب ہوئے تھے اور اس میں شک نہیں کہ ایران کا طبقہ امرا بہت ہی ذلیل اور نالائق تھا۔ یہ لوگ یا تو ملک کی اصلاح کو پسند ہی نہ کرتے تھے یا ان میں قابلیت نہ تھی اس لیے کہ جب کبھی کسی انتظامی اصلاح سے ان کو یا ان کے دوستوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا تھا اسکی مخالفت کرتے تھے۔

اراکین مجلس بالکل دوسرے قسم کے لوگ تھے ان میں کچھ طبقہ امرا یا دولت مند زمینداروں کا جزو بھی شامل تھا مگر عموماً یہ لوگ طبقہ متوسطین سے تھے ان میں اکثر قانون دان یا ڈاکٹر تھے اور بعض منشی یا دفاتر کی چھوٹی خدمتوں پر رہ چکے تھے۔ بہت سے اراکین مجتہد یا ملا تھے۔ خیر کچھ ہو وہ سب کے سب یہہ سمجھتے تھے کہ رعایا نے انہیں منتخب کیا ہے۔ کسی حکومت کے اختیار سے وہ نہیں مقرر ہوئے ہیں۔ پس ان کا فرض ہے کہ اپنے ہم وطنوں کے حقوق کی حفاظت کریں بلکہ ان میں اکثر کا یہہ اعتقاد تھا کہ وہ اہل ایران کے قائم مقام ہیں اور دستور کی حکومت کیلئے لڑنا ان کا فرض صین ہے۔ اس مجلس کی نسبت مختلف رائیں ہو چکی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ برطانیہ اور روس کا تو یہہ

بیان ہے کہ ایک نالائق اور ناواقف لوگوں کا مجمع تھا۔ اور اُن کا یہ کہنا اپنے اغراض کے لحاظ سے حق بجانب ہے اس لیے کہ اُن کے سفر اجولہ ان میں متعین تھے۔ انھیں اس بات کا خوب تجربہ ہو گیا کہ اس مجلس کو جو آشتی و کلامے ملک سے مرکب تھی۔ کوئی حکم یا دھکی دینا ایسا آسان نہیں جیسا کہ شاہان سابق کے کسی درباری رفیق کے کان میں چپکے سے ایک بات کہنا میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کی تاریخ میں کہیں ایسی مثال نہ ملیگی کہ جو لوگ صدیوں سے بادشاہی حکومت کے عادی ہوں۔ وفتاً ایک دستوری حکومت کے اہل ہو جائیں اور اس کے چلانے میں اعلیٰ درجہ کی پولیٹیکل عقلمندی اور قانونی قابلیت ظاہر کریں۔ یہ چیز کسی کے سمجھ میں نہیں آسکتی اور کوئی سمجھدار آدمی اس کو مشکل سے تسلیم کرے گا۔ جس تاریخ سے پارلیمنٹ قائم ہوئی اسکے ممبروں کو پہلے محض اپنے وجود ہی کیلئے لڑنا پڑا۔ محمد علی شاہ کے مقابلہ میں جبکہ ملک پر دو بڑی سلطنتیں تھیں اُن بیچاروں کی کیا ہستی اور کیا بساط تھی۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ کر نل لیا خوف اور اُس کے قزاقوں نے توپوں سے اُس مکان ہی کو اڑا دیا جہاں پارلیمنٹ ہوتی تھی اُن بیچاروں کو ملک کی اصلاح یا انتظام کا موقع ہی نہ ملا اور نہ انھیں اس بات کی کوئی اُمید رہی کہ جو کچھ وہ تجویز کریں گے اُسکی تعمیل کیا جائیگی۔

دوسری پارلیمنٹ جس کے کل ممبروں سے میں واقف تھا اگر اُس کا

مقابلہ برطانیہ کی پارلیمنٹ یا امریکہ کے کانگریس سے کیا جائے تو بیشک اُنکے مقابلہ میں یہ کچھ نہ تھی مگر یہ بات بہت تعجب خیز ہوگی اگر ایک بالکل ناواقف اور نا تجربہ کار گورنمنٹ ایک ایسے ملک میں جہاں صدیوں سے بد نظمی اور اتہری پھیلی ہو ابتدا ہی سے اپنے ملک کا انتظام ایسی خوبی کیساتھ کر نیلگے جیسے کہ دوسری سلطنتیں صد ہا برس کے تجربہ کے بعد انجام دے رہی ہیں ان لوگوں کو دستوری حکومت کی باریکیوں سے جو ناواقفیت تھی ہمیں اُس کیلئے کچھ رعایت کرنی چاہیے۔ اصل سوال یہ ہے کہ آیا یہ مجلس اہل ایران کے جدید خیالات کو مدنظر رکھتی یا نہیں اسکو تو عموماً معمولی نیات سے بہت زیادہ قابلیت رکھتی ہو بلکہ بعض نے تو ایسی دیرینہ سنت اور غیر معمولی قابلیت دکھائی کہ میں متحیر ہو گیا سب کو اس بات کا یقین تھا کہ ان کے ملک کی نجات ان کی کوششوں پر موقوف ہے۔ اگر دستوری حکومت ایک مضبوط اور مستقل بنیاد پر قائم ہو جائے گی تو اس کے ذریعہ سے وہ ملک میں امن پھیلا سکیں گے اور ملک ترقی کر سکیگا۔ اس کے علاوہ اخیاروں کے ہاتھ جو ان کا ملک یک رہا ہے وہ بیچ جائیگا اور آئندہ روس اور انگلستان کی پولیٹیکل دست اندازی موقوف رہے گی۔ دوسری مجلس کے کل اراکین بہ استثنائے چند اس ارادے میں بدل و جان مصروف تھے جو کوئی تجویز ملک کی بہبودی کیلئے ملے سامنے پیش ہوئی اُسے اُنھوں نے بڑے جوش کے ساتھ منظور کیا۔ وہ بیچارے مالی معاملات سے زیادہ واقف نہ تھے اس لیے اُنھوں نے اس نقص کو

سمجھا اور وہ کسی غیر ملکی مشیر پر پورا بھروسہ کرنے کیلئے آمادہ و تیار تھے بشرطیکہ وہ پولیٹیکل سازشوں اور رشوت ستانیوں کا معقول انداز کر سکتا اور اہل ایران کی بہبودی چاہتا۔

صحیح طور پر ہم کسی پارلیمنٹ کو نااہل نہیں کہہ سکتے جبکہ ساری قوم اسکی طرفدار ہو اور اس کے ممبر اپنے اختیارات کو پہچانتے ہوں اور اپنے ملک کی وقعت اور شاہی حقوق کے تحفظ کیلئے اپنی جانین تک دیئے کو آمادہ ہوں۔ تمام امرا اور عہدہ داران کینٹ کی کوششیں ترقی معکوس کی طرف تھیں اور کل ایرانی عہدہ دار رشوت ستانی کے عادی تھے ان سب پر اگر کسی کا ڈیریا دیا دیتا تھا تو وہ یہی مجلس تھی۔ جب تک یہ مجلس باقی رہی لوگ ڈرتے رہے کہ اگر کوئی بے اعتدالی ظاہر ہوگئی تو مجلس میں رعایا کی طرف سے فریاد کی جائیگی مجلس ایک راست اور ترقی پذیر انتظام کی طرفدار تھی۔ جہن یہ مجلس غیر سلطنتوں کے اغراض سے برخاست کیگئی اسروز سے ایران میں دستور کی حکومت کی امید بالکل منقطع ہوگئی۔ جس طریقہ سے یہ مجلس برخاست کی گئی اہل ایران کبھی اسکو جان نہ تسلیم کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مجلس کیسا تھ ان کی آزادی انکو حقوق۔ ان کی قومیت اور ان کے ملک کی آئندہ خود مختاری والبتہ ہے۔

جب تک مجلس قائم تھی۔ کل معاملات بہت جلد طے ہوتے تھے البتہ بعض موقوفوں پر طرفداری کی بو آجاتی تھی۔ مگر اس عیب سے بڑی بڑی قدیم

مجلسین بھی خالی نہیں۔

پولیسٹیکل معنوں میں گو یہ مجلس کل رعایا کی قائم مقام نہ سمجھی جائے اس لیے کہ اندازاً بہت تھوڑے لوگوں نے اس کے ممبروں کے انتخاب میں حصہ لیا تھا مگر اس میں شک نہیں کہ ایرانیوں کی یہ صحیح قائم مقام تھی۔ اور مثل اس کے کوئی اور جماعت اس ملک میں نہیں قائم ہوئی اول تو یہ دیکھنا چاہیے کہ دستوری حکومت کو انتخاب کے معاملہ میں کیسی دشواریاں حائل تھیں اسکے وجود کو جابر تسلیم کرنے کے لیے صرف یہ کافی تھا کہ ایرانیوں کا ایک گروہ کثیر و فاداری کے ساتھ اسکا طرفدار تھا گورنمنٹ روس اور دولت برطانیہ بار بار اپنے سفر ار کو جو طہران میں تعینات تھے یہ ہدایت کرتی تھیں کہ یہ اجارہ حاصل کر دیا وہ اجارہ روک دو مگر انھیں یہ خبر نہ تھی کہ وہ دن گئے جب بارہ ملین بندگان خدا کی جابین اور ان کے حقوق ایک ایسے ظالم کے ہاتھ میں تھے جو آسانی سے ڈرایا جاسکتا تھا یا جو خود بخوشی رشوت لے سکتا تھا جب لوگوں نے یہ پارلیمنٹ قائم کی اور ریل۔ معدن اور دوسرے اجارے دینے کا اختیار پارلیمنٹ کے ہاتھ میں آیا تو ان سلطنتوں کو وہ پرانی سہولت اپنے حب و لخواہ کام نکال لینے کی مفقود ہو گئی یا دوسرے الفاظ میں یون کہنا چاہیے کہ ان دو سلطنتوں کے خفیہ اغراض پورے ہونے میں یہ مجلس سد راہ تھی اور اس لیے دونوں سلطنتیں بار بار یہ شور مچاتی تھیں کہ ایران میں ان کے حقوق خطرہ میں آگئے ہیں۔

اب رہے اہل ایران۔ اُن کی نسبت کوئی عام رائے دینا دشوار ہے۔

ایران میں زراعت پیشہ کسان اور دوسرے قبائل کثرت سے آباد ہیں اور

یہ سب شدت سے جاہل ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہزار ہا ایرانی یورپین

تعلیم پا چکے ہیں یا تعلیم کے بعد دنیا کی سیاحت کر چکے ہیں ایرانی عموماً نہایت خلیق

مہربان اور متواضع ہوتے ہیں۔ غیر ملک والوں کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے ہیں

دولت مند لوگوں میں فریخ اور کچھ کچھ انگریزی بھی بولی جاتی ہے۔ ان لوگوں میں

بعض نے بتا میدے وہ اس بات کا بھی ثبوت دیا ہے کہ اُن میں مغربی تہذیب

اور خیالات اختراع کرنے کی قابلیت ہے ان لوگوں نے باوجود ایسی دشواریوں

باو شہت کو جمہوریت سے بدل دیا اور مساوات کی یہ نوبت پہنچائی کہ کوئی

شخص جو قابلیت رکھتا ہو۔ اعلیٰ سے اعلیٰ خدمت پانے کا مستحق بن گیا۔ حیثیت

ایک قوم کے ایرانیوں نے گزشتہ پانچ برس میں تعلیم حاصل کر نیکی ایسی خواہش ظاہر

کی جسکی مثال نہیں مل سکتی۔ دستوری حکومت کے زمانہ میں صدمہ مدرسے قائم

ہوئے اور راتوں رات حیرت انگیز اخبار جاری ہو گئے اور نڈر نامہ نگار پیدا

ہو گئے جو ہر قسم کی بے انصافی اور ظلم پر خواہ وہ اندرونی ہو یا بیرونی جرات کے

ساتھ قلم فرسائی کرنے لگے۔ ایرانی یہ چاہتے تھے کہ یورپ کے تمدنی۔ مذہبی اور

کاروباری اصول کلیتاً اختیار کر لیں۔ اور ترقی یافتہ قوموں کے مثل ہو جائیں

اُن میں ایشیائی چھپنی کا وہ جوش اُبل رہا تھا جو اب ہندوستان میں بھی پھیل رہا ہے

اور جوڑ کی مین نوجوان ترکوں کو وجود میں لایا اور جس کی وجہ سے ابھی حال
 مین چین مین دستوری حکومت کی بنا پڑی ہے۔ مشرق اب بیدار ہو گیا ہے
 بیچارہ ایران خواب غفلت سے بیدار تو ہوا مگر بہت دیر مین۔ اس نے روشنی
 تک پہنچنے مین ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر ایک ایسی سلطنت نے اُسے بہت جلد
 دبا دیا جسکی قوت کا دار و مدار تاریکی پر ہے۔

دسواں باب

۱۹۱۱ء مین یورپ کا میدان سیاست۔ برطانیہ اور روس کی حکمت
 عملیاں۔ معاہدہ پولٹڈیم اور روس و جرمنی کے درمیان ایک خفیہ
 سمجھوتہ۔ فوجی اغراض کیلئے ایران مضمر کرنیکا خیال۔ صدر المہام خزائن
 پرسرایڈ ورڈ کرے کے اعتراضات۔ معاہدہ روس و انگلستان
 ز تعلیم و تواضع ہائے خصم امین منشور

مکر خرم کردن صیاد آفت با ست مرغازا

جب طرح شتر مرغ دشمن کے تعاقب سے بچنے کیلئے اپنی منڈی ریت
 مین چھپا دیتا ہے۔ اسی طرح مجلس برخاست ہوئی کہ بعد سے ایران مین اسی پانی
 چال پر عمل ہو رہا ہے۔ لہذا ہر روس و برطانیہ نے یہ خیال کیا ہے کہ طہر انمین

کسی بادشاہ کو کاٹھ کا پتہ بنا کر رکھنا مناسب ہے اس میں مصلحت یہ ہے کہ
دینا کے اعتراض سے بچیں گے کہ اس بد بخت ملک میں کیا ہو رہا ہے۔

چنانچہ ایک صاحب نے طہران سے اخبار نیرالیٹ مورخہ ۲۱۔ مارچ ۱۹۱۲ء
میں ایک مضمون لکھا ہے جسکا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

دگورمنٹ ایران کا وجود ہر اسے نام قائم رکھنے سے ان سلطنتوں کا
یہ مقصد ہے کہ ہر طرح کی ذمہ داری سے بچیں اور اس کے ساتھ ہی اپنے
انراض خاطر خواہ پورے کریں۔

میری رائے میں یہ دونوں سلطنتیں جن سے مراد برطانیہ اور روس ہی
بجائے خود کچھ ہی سمجھی ہوں لیکن اب دینا ایسے ہسکنڈون سے خوب واقف
ہو گئی ہے۔ اس طرح کی فریب دہی سے واقعات کا بطلان نہیں ہو سکتا۔ گاندھی
گھوڑے دوڑ کے دینا کی آنکھ میں خاک جھونکنا اور بین الاقوامی قزاقی کو غلط
ثابت کرنا کوئی ذی فہم تسلیم نہ کریگا۔

اصل یہ ہے کہ روس اور برطانیہ اس معاملہ میں قرن وسطیٰ کی چال چل
رہے ہیں۔ کوئی ایسا بیوقوف نہیں ہے جو اس چال کو سمجھ نہ سکے یہاں تک
کہ خود ان کے ایرانی اور یہودی چیلے جو اب دگورمنٹ ایران کے رکن رکن ہیں
اور روس سے رشوتیں لیکر اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں وہ بھی اس بات کو
خوب سمجھتے ہیں۔

بلکہ میرے خیال میں اہل برطانیہ بھی اس سے ناواقف نہیں اس لیے کہ اب اہل انگلستان سرائیڈ ورڈ گریس کی پراسرار سنجیدگی سے تھک گئے ہیں۔ جب کبھی ان سے پارلیمنٹ میں یہ سوال کیا جاتا ہے کہ ایران میں روس کا طرز عمل یا برٹش پالیسی کیا ہے تو وہ صاف صاف اسکا جواب نہیں دیتے اور گزشتہ پانچ سال میں جب کبھی ان سے پوچھا گیا تو یہی جواب دیا کہ حالت نازک ہے۔ یا ماسلت جاری ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اہل برطانیہ کب تک اس طرز عمل کو گوارا کرتے ہیں اور خاموش رہتے ہیں۔ اگر بعض اندرونی معاملات موجودہ لبرل گورنمنٹ کو پیش نہ ہوتے تو اس مسئلہ کا ایک تصفیہ ہو چکا تھا۔ ان دو سال میں سرائیڈ ورڈ گریس نے بحیثیت فارن سکرٹری جو طرز عمل اختیار کیا اور انہیں سیاسی معاملات میں جو کچھ کامیابی حاصل ہوئی اگر نظر تعمق سے دیکھا جائے تو ایک دلچسپ نتیجہ نکلتا ہے۔ باہر کیوں جانیے خود لبرل گروہ سے اسکے متعلق پوچھ لیجئے۔

گزشتہ موسم گرما میں روس نے ایران کی قسمت کا قطعی فیصلہ کر دیا جن یورپین پیچیدگیوں کا عرصہ سے احتمال تھا۔ آخر وہ سامنے آ ہی گئیں۔ اور خرس شمال کو ایشیا میں آزادی کے ساتھ ہاتھ بڑھانے کا پورا موقع ملا۔ آخر کس چیز نے یورپ کے باہمی تعلقات ایسے نازک کر دیے کہ بیچارے ایشیا کا خیال ہی نہ رہا۔ یہ سوال امیر البحر سے پوچھنا چاہیے جو ماہ ستمبر میں ایک دن

صبح کو جرمنی جنگی جہازوں کا بیڑہ ساحل اسکاٹلینڈ کے قریب سے لیجا رہے تھے۔ اور ایک انگریزی جہاز نے محض اتفاق سے انھیں دیکھ لیا۔ امیر البحر مذکور اپنے جہازوں کو لڑائی کی ترتیب سے لیجا رہے تھے۔ سرخوسالی کیلئے جاسوسی جہاز آگے آگے تھے۔ اور تارپیڈ کی تباہ کن کشتیاں سمندر کے اس حصہ سے گزر رہی تھیں جو برطانیہ کا علاقہ تھا۔

یاد رہے سوال اُن دو اعلیٰ انگریز بحری افسروں سے پوچھنا چاہیے جو اس باپ اپنی خدمت سے علیحدہ کر دیئے گئے کہ انھیں چند گھنٹہ تک جرمنی بیڑہ کا پتہ ہی نہ لگا یا زار روس سے یہہ دریافت کرنا چاہیے کہ آیا انھوں نے بمقام پوٹسڈیم یہ وعدہ نہیں کیا کہ اگر جرمنی اور انگلستان میں لڑائی کی نوبت آئی تو معاہدہ روس و انگلستان کی پابندی روس کو جرمنی کے خلاف کسی طرح پر عمل کرنے کی باعث نہ ہوگی۔

ان سوالوں کا جواب اگر صحیح صحیح دیا جائے تو مطلب بخوبی سمجھ میں آجائے گا کہ روس نے گذشتہ موسم خزان میں ایران پر کیوں دفتاً چھاپہ مارا اُس کا پیش کردہ عذر کہ روسی عہدہ داران سفارت کی متک کی گئی تھی اور چونکہ ایران کے صدر المہام خزانہ نے ایک برٹش رعایا کو تبریز میں ٹیکس کلکٹر مقرر کیا تھا اسوجہ اُس نے ایران میں پیشقدمی کی یا بیرحمی کا سلوک کیا۔ محض ایک ڈھکوسلا ہے جب سے محمد علی تخت سے اتار آگیا۔ کارکنان روس کے دستوری حکومت اور ایران کی خود مختاری مٹانے میں جو جو منطالم اور زیا دتیاں کی ہیں۔ اگر وہ سب

لکھی جائیں تو ان واقعات کے لئے کئی جلدیں بھی کافی نہ ہوں گی۔ ایسی حالت میں روس کا یہ عذر بالکل لچر اور پوچ ہے۔

کوئی مجھے بتائے کہ کسی قوم کو یہ حق کب سے حاصل ہوا ہے کہ اگر کسی گورنمنٹ کے ایک افسر سے کوئی غلطی لاعلمی سے سرزد ہو جائے تو اٹھارہ ہزار فوج اس ملک میں اس لیے بھیج دی جائے کہ وہاں کے اس پسند بیگناہ کو گونا گویا اس طرح قتل عام کرے کہ اکثر وں کو گولی سے اڑا دے بہتوں کو پھانسی دیدے اور صد ہا بندگان خدا پر سخت مصیبت ڈھائے اور وہاں کی مقررہ گورنمنٹ کو بالکل پامال کر ڈالے اور لطف یہ کہ ایران کی نسبت یہہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ہمسایہ دوست ہے کیا حیک ٹریبیونل جو اعلیٰ حضرت زائر روس کی کوششوں سے قائم ہوئی تھی اس بات کا جواب دے سکتی ہے کہ جو کچھ روس نے ایران میں کیا وہ انصاف و انسانیت اور قانون بین الاقوام کے مطابق تھا۔ اور کیا کوئی باوقار قوم روس جیسی گورنمنٹ کیساتھ کوئی معاہدہ کر سکتی ہے یا اس کے ٹہانے کے کسی جلسہ امن و مصالحت میں شریک ہو سکتی ہے۔ ۹

یہ ساری خرابی اسوجہ سے ہے کہ گذشتہ پانچ سال میں کوئی ایسا مدبر انگلستان میں نہ ہوا جو مسائل دول خارجہ کو عمدگی سے سمجھاتا۔ سرائیڈ ورڈ گریس ایک عالی حاذق خوش خلق اور عمدہ تعلیم یافتہ شخص ہیں اور اگر سوئٹزر لینڈ یا بلجیم کے سفیر کبیر مقرر کئے جاتے تو بہت موزوں تھے۔ دولت برطانیہ ایک ایسی وسیع

سلطنت ہے جس کے معاملات محض یورپ تک محدود نہیں ہیں جنہیں سر ایڈورڈ گرے سے بزرگ سمجھ سکیں۔ ان حضرات نے کبھی گھرتے باہر قدم نہیں نکالا اور ان کی ساری عمر کی واقفیت صرف یہ ہے کہ آپ نے تجلی کے شکار پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے۔ سلطنت برطانیہ کا بہت بڑا حصہ تو ایشیا میں واقع ہے۔ مگر سر ایڈورڈ گرے کے طرزِ ارأُن پر یہ الزام نہیں لگاتے کہ وہ مشرقی حالت سے ناواقف ہیں۔

جیسے لارڈ لینسڈون نے شہرِ امین انیکلو فرنج اتحاد کی بنا ڈالی برطانیہ کی فارن پالیسی بالکل بد لگئی۔ لارڈ لینسڈون کی یہ رائے تھی کہ انگلستان کو یورپ کے سیاستی امور میں سب سے علیحدہ رہنا چاہیئے۔ شاید اسکا سبب یہ ہو کہ جرمنی نے جنگی جہازوں کا ایک بڑا ہونا شروع کیا تھا۔

جب موجودہ لبرل گورنمنٹ انگلستان میں باختیار ہوئی تو اسے بہت ہی پیچیدہ سیاستی معاملات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ معاملات یورپ اور ایشیا دونوں جگہ پیش آئے۔ جنگ روس و جاپان نے روس کو بہت کمزور کر دیا تھا۔ اُسے روپیہ کی ضرورت تھی کہ اپنی بحری طاقت کو پھر درست کرے تاکہ میں صنعتوں کو ترقی دے اور یلپین بنائے۔ فرانس نے آگے بڑھنے میں ذرا تاخیر کی۔ تب ایک عالمی دماغ تدبیر پیدا ہوا۔ جسکی یہہ رائے ہوئی کہ روس کو قوت دینا انگلستان کیلئے مفید ہے لہذا لندن کا سرمایہ سینٹ پیٹرس برگ میں

بھردیا جائے۔ یہہ کیوں؟ محض اس سلیے کہ جرمنی کی طاقت بڑھ رہی تھی۔ اور
اینگلو فرینچ اتحاد جرمنی کی مداخلت کیلئے کافی نہ سمجھا جاتا تھا۔ شکست یافتہ روس کی
قوت کو درست کرنا اور پھر اس کیساتھ پیمانہ اتحاد باندھنا تاکہ اگر جرمنی سے
لڑائی کی ٹھنی تو وہ شمال میں انگلستان کی ویسی ہی مدد کرے جیسے کہ فرانس نے
جنوب میں مدد دینے کا وعدہ کیا ہے۔ بعض لوگوں نے اس تجویز کی نسبت یہہ
رائے دی کہ جرمنی کے اطراف جال پھیلایا جا رہا ہے۔ بلکہ خود جرمن بھی
ایسا ہی سمجھنے لگے۔

اس منصوبہ کو عمل میں لانے کیلئے کسی عذر کی کمی نہ تھی۔ ایشیا میں روس و
انگلستان کے معاملات تصفیہ طلب تھے بس یہی عذر کافی تھا۔ ستمبر ۱۹۱۴ء
میں معاہدہ روس و انگلستان شائع ہوا اور سیرایڈ ورڈوگرے کو یہہ امید تھی کہ اپنے
نام آدمی قائم کریں گے اور لارڈ ولینڈون کے ایک لایٹ جالٹین ثابت
ہوں گے۔ جب دستور اس بات سے انکار کیا گیا کہ اس معاہدہ میں کوئی
خفیہ شرائط بھی رکھے گئے ہین۔ ممکن ہے کہ نہ ہوں۔

کیا اس معاہدہ سے ایشیا کے اس حقہ میں روس اور انگلستان کا باہمی
تصفیہ ہو گیا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سمجھوتہ کو زیادہ بقا ہے۔

جس وقت اس اتحاد ٹلاڈ کی بنا پڑ رہی تھی جرمنی خواب فرگوش میں نہ تھا
وہ خوب سمجھتا تھا کہ انگلستان کی اس عجیب کارروائی کا اس سے خاص تعلق ہے

جرمنی نے ایشیا ٹرکی میں زیادہ دلچسپی لینا شروع کر دیا۔ یون تو کئی سال سے ایک بڑا مستعد اور ہوشیار جرمن مڈر بسین مارشل وان سپرٹین قسطنطنیہ میں موجود تھا۔ اس نے جرمنی کیلئے بغداد اور یلو سے کا اجارہ حاصل کر لیا بلکہ عرب نہیں کہ کسی وقت دنیا یہ بھی سن لیگی کہ یہی حضرت ڈارڈنیلس کی موجودہ حالت کو بدلنے کے باعث ہوئے اڈمیرل چپٹر اور ان کے شہر کا جو ٹرکی میں ایک امریکن ریل بنانیکے لئے اجارہ چاہتے تھے غالباً وان سپرٹین سے دو بدو ہوئے۔ چند سال پہلے قسطنطنیہ میں برطانیہ کا زور سب سے بڑھا ہوا تھا۔ مگر اب اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اور جرمنی کا زور کل مملکت عثمانیہ میں پھیل گیا ہے تو کوئی اس بات کا یقین ہے کہ جرمنی نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ معرغ زوال میں ہے۔ جرمنی نے ابھی مشرق اوسط میں اپنی کارروائیاں شروع ہی کی تھیں کہ ۱۹۱۴ء کے موسم خزان میں زار سے پوٹسڈیم میں ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات سے معاہدہ پوٹسڈیم کی بنا پڑی جو بظاہر ایک بالکل معمولی بے ضرر دستاویز تھی جیسا کہ اُسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کیا اس دستاویز کے پروے میں کوئی راز بھی چھپے ہوئے تھے؟ نہیں! اس لئے کہ ہم کو معلوم ہے کہ گورنمنٹ روس اور گورنمنٹ جرمن کے فارن آفسوں نے اسکے متعلق صاف صاف اعلان کر دیا۔ چنانچہ سر ایڈورڈ گرے نے بھی پارلیمنٹ برطانیہ کو اطلاع دیدی۔ مگر شروع سے اس دستاویز کے مطلب کے متعلق بہت کچھ کہا جاتا تھا کہ یہ ایک

پیشیدہ راز ہے۔ بلکہ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ اس کا وجود قبل از وقت
ظاہر ہو گیا۔

۱۴۔ جنوری سنہ ۱۹۰۷ء کو بیرن مارشل وان ہیٹین نے ٹرکس گورنمنٹ سے
یہ بیان کیا کہ معاہدہ روس و جرمن محض ملک ایران میں تعمیر ریل کے متعلق
ہے بلکہ عام طور پر مشہور ہے کہ اس معاہدہ میں یہ شرط داخل درج ہیں۔
جرمنی اور روس ہر ایک یہ اقرار کرتے ہیں کہ اگر کوئی سلطنت یا سلطنتیں
اپس میں ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھائیں تو وہ الگ رہیں گے۔

جرمنی تسلیم کرتا ہے کہ ملک ایران کا شمالی حصہ روس کے زیر اثر ہے
اور روس وہاں گورنمنٹ ایران سے ریل بنانے کے لیے کل اجارے
حاصل کر نیکا دعویٰ کر سکتا ہے۔ روس کی اس تجویز کی تائید کی نظر سے جرمنی
اس پیلوے کی تعمیر میں روپے سے مدد دیگا جو طہران سے خالقین کو جائیگی یہ
ریل کچھ جرمن اور کچھ روس کے سرمایہ سے تعمیر ہوگی مگر روسی اجارے داروں کے
اختیار میں رہیگی۔

روس جرمنی کے تجارتی اغراض شمالی ایران میں تسلیم کرتا ہے۔ اور اس
بات کا ضامن ہے کہ وہاں سب کیلئے تجارت کا دروازہ کھلا رہیگا۔

روس جرمنی کے حقوق تسلیم کرتا ہے کہ جو اسے اجارہ بغداد اور پیلوے
کی تعمیر کیے حاصل ہوئے ہیں اور یہ اقرار کرتا ہے کہ اس معاملہ کی تکمیل میں سستی

تائید کرے گا۔

جرمن کے اجارہ دار ایک ریل بغداد سے خالقین تک بنا کر بغداد ریلوے کو روس و جرمن ریلوے سے ملا دینگے جو خالقین سے طہران کو جائیگی یا دوسری ریلوے جو روسی اجارہ دار ایران کے شمالی حصہ میں تعمیر کرینگے ان سے بھی بغداد ریلوے ملا دیا جائیگی۔

اس معاہدہ میں محصول اسباب کے بعض نرخ بھی طے ہوئے ہیں جو بغداد ریلوے اور تجوزہ شمالی ایران کی ریلوے اختیار کرینگے۔ ان ریلوے کی تعمیر سے اور محصول اسباب کے نرخ کے تعین سے یہ آسانی ہوگی کہ جرمن کا مال آسانی شمالی ایران میں آسکیگا اور اسی طرح روس کا مال عراق اور بحر قزقم کو جاسکیگا۔ معاہدہ میں مشرق قریب کی موجودہ حالت کے بقا کی ضمانت ہے جسکا مقصد یہ ہے کہ روس اور جرمنی کی ان کارروائیوں پر ٹرکی کو کوئی بدگمانی نہ ہو۔

سوائے سلیڈ ورڈ گریس کے اور کوئی یقین نہ کرے گا کہ یہ شرائط کھل پہلوؤں پر حاوی ہیں جو اس معاہدہ میں بیان کئے گئے ہیں۔

معاہدہ مذکور کے جو فقرات ظاہر ہوئے ہیں صرف وہی اس امر کی تصدیق کیلئے کافی ہیں کہ روس اتحاد و ثلاثہ میں شریک نہیں ہے جسکو وجود میں لانے کیلئے انگلستان میں اتنا زور دیا گیا تھا اور جس کی بنا پر ۱۹۰۷ء میں معاہدہ

روس و انگلستان مرتب ہوا۔

ہم سب جانتے ہیں کہ روس کا ملک بہت وسیع ہے مگر اس کے پاس کوئی ایسا بندرگاہ نہیں ہے جو جاڑون میں کھلا رہے۔ ایک طرف اُس کے بندرگاہ جو بحر بالٹک کے ساحل پر واقع ہیں۔ بچ بستہ رہتے ہیں اور دوسری طرف بحر جاپان کے کنارے ولاڈیوٹسک جو بندرگاہ ہے وہ بھی انہیں وجہ سے بیکار رکھتا ہے۔ اب اگر ہا وسط ملک میں روسی بندرگاہ جو بحر اسودہ پر واقع ہے وہاں ڈارڈنیلز کے رستہ سے جنگی جہازوں کا آنا جانا اوروں کے شرائط معاہدہ قدیم سد و سدھے۔ پورٹ آرتھر کے مل جانے سے روس کو یہ وقت کیسے برباد ہو گئی تھی مگر جاپانیوں نے پورٹ آرتھر چھین لیا جس کی وجہ سے اسکو پھر تلاش ہوئی کہ کوئی بندرگاہ ڈھونڈے جہاں اُس کے جنگی جہاز لنگر انداز ہو سکیں۔ اب تو یہ حالت ہے کہ مجبوراً اُس کے جہاز سمندر کے بیچ میں خواہ ہوا چلتے رہتے ہیں یا لنگر گاہوں میں ایک مدت غیر معین تک بچ بستہ رہتے ہیں۔

خلیج فارس میں کسی عمدہ بندرگاہ ہیں جو کبھی بچ بستہ نہیں ہوتے۔ سالہا سال سے جرمنی یہ چال چل رہا ہے کہ اوسر تو روس کو آمادہ کیا کہ مشرق اوسط میں پیش قدمی کرے اور اوسر اسٹریٹ کو یہ بہت دلائی کہ مشرق قریب میں مشغول رہے اور فرانس کو یہ رائے دی کہ افریقہ میں ملک گیری کرتا رہے

اصل غرض جرمنی کی یہ تھی کہ یہ قومیں اپنی اپنی فوجوں اور اپنی اپنی دولت کے ساتھ ان مختلف مقامات میں مشغول رہیں اور اُسے بلا اندیشہ ترقی کر کے ایک بڑی عظیم الشان یورپین طاقت بننے کا موقع ملے۔

بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ بیمارک کی یہی تجویز تھی اور اب بھی اس پر عمل ہے چنانچہ ایشیا میں جہاں کہیں روس پیش قدمی کرتا ہے اس میں جرمنی کی خفیہ تائید ضرور ہوتی ہے۔

اب فرض کیجئے کہ پوٹسڈیم میں جو کچھ دوستانہ طور پر طے ہوا اس کا مفہوم یہ ہو کہ باوجود معاہدہ روس و انگلستان مورخہ ۱۹۱۹ء جبکہ اخلاقی یا عام اثر کچھ ہی ہو روس جرمنی کو کسی طرح پر پریشان نہ کرے گا اگر جرمنی اور انگلستان میں لڑائی چھڑ جائے اس کے معاوضہ میں جرمنی روس کے اثر کو نہ صرف شمالی ایران بلکہ کل ایران میں تسلیم کرے گا اور روس کو وہاں اپنا پورا اختیار قائم کرنے میں ہر طرح پر مدد دے گا۔ چونکہ ان دونوں سلطنتوں کا اس میں فائدہ ہے اسلئے روس اور جرمنی ضرور بغداد اور یلوے کو خائفین سے ملا دیں گے اور پھر جرمنی ایک ریل خائفین سے ہمدان تک لیجا بیگا اور وہاں سے جنوب کی طرف خرم آباد و قارون کی گھاٹی۔ احواز اور محمرہ ہوتا ہوا خلیج فارس تک پہنچے گا۔ روس اقرار کر لیا ہے کہ ایران سے اس ریل کیلئے ضروری اجارہ حاصل کر لے گا۔

کیا یہ باتیں انگلستان کیلئے بہت دلچسپ نہ ہوں گی۔ اگر معاہدہ پوٹسڈیم

بعض فقر و من جو ظاہر نہیں کیے گئے ہیں چھپی ہوئی ہوں۔ گذشتہ فردی میں جب میں لندن میں سر ایڈورڈ گرے کی حب خواہش اُن سے ملا تھا تو بہت ہی پُر لطف باتیں رہیں۔ میں نے اُن کے گفتگو میں اُن سے یہ سوال بھی پوچھا تھا۔ جو کچھ انھوں نے جواب دیا میں اُسے ظاہر نہیں کر سکتا مگر میں سمجھتا ہوں کہ لارڈ ہلٹین جو چند روز بعد برلن تشریف لیگئے غالباً اُن کا جانا اسی معاملہ میں تھا۔ خیر یہم دیکھنا چاہیے کہ معاہدہ روس و انگلستان سے کیا کیا عمدہ نتیجہ ظہور میں آئے ہیں۔ اینگلو فرینچ اتحاد کا مسئلہ طے ہوتے ہی اس معاہدہ پر دستخط کئے گئے جسکی وجہ سے جرمنی کو تشویش ہوئی اور معاہدہ پولسڈیم کی بنا پڑی۔ اس معاہدہ انگلستان کے وہ سارے منصوبے باطل ہو گئے جو سر ایڈورڈ گرے نے شملہم کے معاہدہ روس و انگلستان پر باندھے تھے اور روس بہت فائدہ میں رہا اس لیے کہ ایران کی تقسیم میں جو حصہ اُسکے زیر اثر آیا ہے وہ بہت بڑا اور نہایت زرخیز ملک ہے اور جو حصہ برطانیہ کے حصہ میں پڑا ہے وہ بہت کم اور زیادہ غیر آباد و ریگستانی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو روس بڑے فزے میں رہا۔ اس معاملہ میں جو سب سے زیادہ اندیشہ کی بات ہے وہ یہ ہے کہ روس نے جرمنی کیساتھ ایک جدید سمجھوتہ کر لیا ہے جسکی وجہ سے جرمنی نے ایشیا میں روس کی پیش قدمی کی تائید کا وعدہ کیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ جرمنی بھی کسی معاوضہ کی توقع رکھتا ہے۔ یورپ میں

جرمنی ہی ایک ایسی سلطنت ہے۔ جس سے روس ڈرتا ہے۔ کیا کوئی وجہ ہے کہ جرمنی روس کی تائید نہ کرے۔ یہ چیز انگلستان کو بہت ناگوار ہے بلکہ اس سے ڈرا رہی ہے۔ اس کے یہہ معنی ہیں کہ اسب خلیج فارس جو بقول لارڈ کرزن کی ملک نہ تھا دوسروں کے قبضہ میں آجائے گا۔ لارڈ کرزن نے ۱۹۰۳ء میں خلیج فارس کے متعلق جو الفاظ سنہ سے نکالے تھے وہ یہہ ہیں۔

خلیج فارس میں برطانیہ کا اقتدار محض اُن معاہدوں پر منحصر نہیں ہے جو برطانیہ کیساتھ ہوئے ہیں بلکہ اس کی بناء اور سبب کچھ ہے۔ خلیج فارس میں بلا شرکت اغیار ہماری ہی تجارت ہے اور سوبس سے ہم وہاں کیلئے اپنی جہازیں لٹا رہے ہیں۔ ہم نے لکھو کھا روپیہ کامرایہ وہاں لگا دیا ہے اور ہم اپنی بحری قوت وہاں قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمیں وہاں ہر طرح کا تمدنی تفوق حاصل ہے اور جو چیز سب سے زیادہ قابل لحاظ ہے وہ یہہ ہے کہ خلیج فارس ہندوستان کی بحری سرحد ہے جس کی حفاظت کو یا ہندوستان کی حفاظت ہے۔

باوجود ان سب باتوں کے معاہدہ پوٹسڈیم کا یہہ مطلب ہے کہ جب بغداد ریلوے بن جائیگی اور ایران کی ریلوے سے ملا دی جائیگی تو جرمنی کیلئے مشرق آنے کو بہت قریب راستہ مل جائیگا۔ اس سے یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ آدم زاد یعنی وہ کچھ جو مثل آدمی کے دو پاؤں پر چلتا ہے

یہ امید کر رہا ہے کہ ہندوستان کے گرد جال پھیلانے کے اُسے
کھینچنا شروع کرے۔

اس سازش سے پچھیدہ چال میں بڑی ہوشیاری بہم لگینی ہے کہ
روس نے ایک ایسی سلطنت سے اتحاد کر لیا ہے جسکی مدد سے اُسے
خلیج فارس تک پہنچنے میں کچھ اندیشہ نہیں اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ
اس معاملہ میں انگلستان کبھی لڑائی نہ سول لیگا۔ اگر روس تنہا حملہ کر کے
خلیج فارس پر کوئی ہندرگاہ تلاش کرتا تو اس میں جنگ کا احتمال تھا۔ مگر
جب اُس نے اس طرح پر ایرانی ریل بنانے کے اجارہ میں جرمنی کو اپنا
شریک کر لیا ہے تو انگلستان بالکل مجبور ہو گیا ہے۔ اب اگر وہ لڑتا ہے
تو اُسے روس اور جرمنی دو سلطنتوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ ایسی جنگ کے
خیال سے تو اہل برطانیہ کے بدن میں رعشہ پڑ جائے گا۔ اب جان بُل سچا
خود یہ سمجھ لے کہ یہ ساجھے کی ہانڈی کیسی رہی۔

گورنمنٹ آف انڈیا نے ایران میں برٹش پالیسی کے متعلق ۲۱ - ستمبر
۱۹۹۱ء کو سکریٹری آف اسٹیٹ کے نام جو مراسلہ بھیجا ہے اس کا خلاصہ
ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ بہت دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائیگا۔

مقام شملہ ۲۱ - ستمبر ۱۹۹۱ء

ہم آپ کو اس معاملہ میں لکھنا چاہتے ہیں کہ ایران کے ساتھ برطانیہ کے

تعلقات کیسے ہونا چاہئیں اور آپ کے ذریعہ سے ہر مچھٹی کے گورنمنٹ کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہیں۔

ایران میں برطانیہ کے تمدنی اغراض اس لیے اہم ہیں کہ ہندوستان کو اس سے خاص تعلق ہے۔ ہندوستان کی موجودہ سرحدیں قائم ہونے سے بہت پہلے بلکہ وسط ایشیا میں روس کی سلطنت قائم ہونے سے پہلے جو اب کسی مقام پر ہندوستان کی سرحدوں سے ملتی ہے۔ ایران کو اس وقت ہندوستان سے اس قدر قریب نہ تھا تاہم گورنمنٹ ہند کو ایران کی تحفظ کا بہت زیادہ خیال تھا۔ موجودہ صدی کے شروع میں جب فرانس کے ارادے بہت خطرناک ہو رہے تھے۔ اس وقت ایران ہی کے ذریعہ سے برٹش حکومت کو صدی پہنچانیکی فکر کی گئی تھی اور ہندوستان پر ایک حملہ کی تجویز ہوئی تھی۔ جب سے اب تک کسی دفعہ اس طرح کا خیال ظاہر ہو چکا ہے۔ جب سے افغانستان کی سرحدیں معین کر دی گئیں اور برطانیہ اُن کے تحفظ کی ذمہ داری یہ سرحدیں سیکڑون میل تک ایران کی سرحدوں سے ملی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ ایران کا ایک حصہ کسی سو میل تک بلوچستان سے ملا ہوا ہے بلوچستان برطانیہ کی ایک ریاست محفوظ ہے بلکہ اُس کا انتظام زیادہ تر گورنمنٹ آف انڈیا کے عہدہ داروں سے متعلق ہے۔ مزید برآں بحر عرب جو ایران کے جنوبی سواحل سے ٹکراتا ہے اُس سے بحر ہند ملا ہوا ہے اور گزشتہ صدی میں ہم نے جو کچھ کوششیں کی ہیں

اُن کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان کے اغراض اور ہندوستان کا اثر و اتار بڑھ گیا ہے۔ پس ان وجوہ سے ایران کے تمدنی تعلقات ہندوستان کیساتھ بہت اہم ہو گئے ہیں۔ اگر محض ایران کا لگاؤ ہوتا تو چندان پرواہ نہ تھی۔ مگر دقت یہ ہے اُن پڑھی ہے کہ ایک اور سلطنت جس کے اغراض ایشیا میں ہمیشہ ہمارے ساتھ مطابقت نہیں کرتے ایران اور افغانستان کو دو باہمی ہے اور خلیج فارس پر دوسری رقیب سلطنتوں کی نظر میں پڑنے لگی ہیں۔

جب مراکش کا مسئلہ چھڑا ہے اور جوقت میجر اسٹوکس کی ملازمت کا معاملہ پیش ہوا ہے تو سرائیڈ و رڈوگرے نے گذشتہ اگست میں معاہدہ روس و انگلستان میں جو دلچسپ معنی پھھائے ہیں اُنھیں سن کر برطانیہ ہند کے متوفی مدیرین جھون نے ایسی دورانیشی کی بات کہی تھی اپنی قبر میں بچپن ہو گئی ہو گئی اب یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ برٹش فارن آفس ایک خیال سے زیادہ کوئی دوسرا خیال اپنے دماغ میں نہیں رکھ سکتی۔ چنانچہ فارن آفس سے یہی فتویٰ نکلا کہ ایران کو چولے میں جھونکو اور بحرِ جرمین کی حفاظت کرو۔ روس تو اسی موقعہ کی تاک میں تھا۔ ادھر سینٹ پیٹرس برگ کے نیم سرکاری اخبار نے سینک ہائو ادھر لندن میں ایک مضمون چھپ گیا۔ بس قلمی کھل گئی اور روس کا مطلب نکل آیا۔

اس ساری کارروائی کا نتیجہ یہ ہے کہ کوہ قاف اور ہندوستان کی

جنوبی مغربی سرحد کے درمیان کوئی حد فاصل ریاست باقی نہ رہی اور اب روس کو ہندوستان آنے کے لیے راستہ صاف ہو گیا۔ اس کے علاوہ خلیج فارس میں بھی برطانیہ کا اقتدار معرض خطر میں آگیا۔

دوسرا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کے ساتھ کرور میں لاکھ مسلمان جو ہمیشہ ہندوؤں کے مقابلہ میں گورنمنٹ برطانیہ کا ساتھ دیتے تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ انگلستان کی رضا مندی سے روس اور یورپ کی دوسری عیسائی سلطنتوں نے مراکش طرابلس اور ایران پر جو اسلامی ریاستیں تھیں حملہ کر کے انھیں تباہ کر ڈالا تو گورنمنٹ ہند کے ساتھ ان کی وفاداری میں بہت فرق آگیا۔ ابھی حال میں ہندوستان کے ایک بڑے مجتہد اسلام نے ایک مشہور برٹش عہدہ دار کے نام خط بھیجا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ ایران کے واقعہ کے بعد اب مسلمانوں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ ہندوؤں کیساتھ کانگریس میں شریک ہو جائیں۔ حالانکہ اب تک وہ کانگریس سے دور دور رہے۔ ایرانی تباہی سے ہندوستانی کے سیاسی معاملات کی اہمیت کم نہیں ہوئی ہے افسوس ہے کہ ساری دنیا میں برطانیہ کی وقعت کو مدد پہنچا ہے اور اہل انگلستان علانیہ اس بات سے ناخوش ہیں کہ وہ اب کمزور قوموں کا ساتھ نہیں دے سکتے۔

ٹرکی میں انگلستان کا اثر تو جاہلی چکا تھا اب ایران کے معاملہ میں جو اُسے

روس سے شکریت کی تو اس سے برطانیہ کی تجارت کو بہت صدمہ پہنچا ہی حالانکہ
برطانیہ کی تجارت ایران میں صفہاں تک حاوی تھی۔

سیاستی لحاظ سے اسکا اثر اور بھی بُرا ہوا۔ انگلستان کا موروثی دشمن اب
بلا کھٹکہ خلیج فارس کی طرف بڑھا چلا آتا ہے اور بہت دن نہیں گزرین گے کہ
وہ ان پہنچ جائیگا تب گورنمنٹ ہند کو اس سرزمین کی جو زیر اثر برطانیہ ہے
حفاظت کرنی ہوگی۔ روس کے مقابلہ میں جنوبی ایران کی حفاظت کوئی آسان
کھیل نہیں ہے۔ گورنمنٹ ہند کو بڑی زیرباری اٹھانی ہوگی۔ اسکا یہ مطلب ہوگا
کہ ہندوستان میں بجائے ایک لاکھ انگریزی سپاہیوں کے پانچ لاکھ انگریزی
فوج رکھنا ہوگی۔ ایران کی خود مختاری سلب کرنے میں برطانیہ کا روس کو مدد دینا
ایک اور پہلو رکھتا ہے گو وہ بین الاقوامی معاملات میں چندان قابل لحاظ نہیں
وہ پہلو یہ ہے کہ اس معاملہ میں انگلستان نے اخلاقی اور انسانیت کے اصول
نظر انداز کیے تیارخ نے ہم کو انگلستان سے جس قسم کی توقع دلائی تھی بالکل اسکے
برعکس ہوا۔ اور گواہل انگلستان اپنی گورنمنٹ کی غفلت اور قصور سے واقف
ہوں مگر یہ بدنامی کا وجہ ہمیشہ باقی رہیگا۔

غالباً سیرائیڈ ورڈ گرمے بھی اس بات کو تسلیم کریں گے کہ سیاست
امور میں دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک اخلاقی اور دوسرا کامیابی کا پہلو۔ مگر افسوس ہے
کہ جو اصول انھوں نے اختیار کیا اس میں ان دونوں پہلوؤں میں سے کوئی

بھی نہیں نکلتا۔ مثلاً جرمنی کو لیجئے اگر ایک سال پہلے اسے کچھ شبہ تھا کہ گورنمنٹ برطانیہ اُس سے ڈرتی ہے تو وہ شبہ اب رفع ہو گیا۔ جرمنی تو سرائیڈ و روڈو گریس کے لیے ایک بھٹو ہے اور انگلستان میں محض جرمنی کی نفرت سرائیڈ و روڈو گریس کو اپنی خدمت پر باختیار کیے ہوئے ہے ورنہ اُن کی سیاستی کارروائی سے جو سخت نقصان پہنچا ہے اُنھیں اب تک کب کا وہاں سے ہٹا دیا ہوتا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ انگلستان ایران میں روس کی پیشقدمی کو کیسے روکتا برطانیہ اعظم ایک بھری قوت ہے اُس کے جنگی جہاز روس کے خلاف کیا کر سکتے وہ کہاں اسپر حملہ کرتے۔ البتہ اگر روس خلیج فارس پر آجاتا تو یہ صورت ممکن تھی۔ انگلستان شمالی ایران میں کامیابی کیساتھ روس کا مقابلہ کرنے میں معذور تھا۔ اگر پاس بڑی فوج اتنی نہیں تھی جتنی کہ اوریوروپین سلطنتوں کے پاس ہے۔ اگر برطانیہ اپنی کل فوج اٹھا کے وہاں بھیج دیتا تب بھی روس کی ٹڈی دل فوج کے مقابلہ کیلئے کافی نہ ہوتی جو روس کو ہ قاف سے ایران میں بھر دیتا۔

اس سوال کا جواب چند ان وشوار نہیں ہے۔ انگلستان دنیا میں اب تک اول درجہ کی قوت مانا جاتا ہے یا نہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے وہ اس وقت تک اول درجہ کی قوت تسلیم کیا جاتا ہے۔ بلکہ روس بھی اُسے ایسا ہی سمجھتا ہے پس گذشتہ جولائی میں جب روس نے علانیہ معاہدہ روس و انگلستان کی خلاف ورزی کر کے ایران کی خود مختاری میں دخل دینا شروع کیا تو اس وقت انگلستان کا

یہہ فرض تھا کہ اُسے اس امر سے متنبہ کرنا کہ اُس کا طرز عمل بالکل معاہدہ کے
 خلاف ہے جس پر روس اور انگلستان نے دستخط کیے ہیں۔ ایسا کرنے سے کم از کم
 ایران اور نیزوینا کی نظر میں برطانیہ کا اعتبار تو باقی رہتا بلکہ عجب نہیں کہ روس
 کو آگے بڑھنے سے روک دیتا۔ جب کوئی سلطنت بخوشی کسی معاہدہ پر دستخط کرنی
 ہے تو اسکا یہہ فرض ہوتا ہے کہ معاہدہ کے شرائط کی دوسرے فریق سے بھی
 پابندی کرائے اور خلاف ورزی کی صورت میں متبادلہ کیلئے تیار رہے جب
 ایسی ضرورت پیش آئے تو انصاف اور مصلحت اس کی تقاضی ہے کہ قومی وقار
 قائم رکھنے کی کوشش کی جائے۔ سرائیڈورڈ گری نے میجر اسٹوکس اور
 شعاع السلطنت کے معاملات میں روس کے طرز عمل پر علانیہ چشم پوشی
 کی اور یہہ یقین دلانا چاہا کہ ایران کی خود مختاری معرض خطر میں نہیں پڑتی۔ انھوں نے
 اپنی ذمہ داری کو یوں ٹالا۔ بعد ازاں سس ایڈورڈ گری نے ایک عجیب
 پہلو یہہ اختیار کیا کہ انگلستان نے ایران کی خود مختاری اور تحفظ کا ذمہ ہی نہیں
 لیا ہے۔ انگلستان کے ایک بڑے محقق نے جسکی رائے ایشیائی معاملات میں سند
 مانی جاتی ہے۔ ۲۲۔ مارچ ۱۹۰۶ء میں ہاؤس آف لارڈس میں ایران کے معاملات
 پر جو بحث کی وہ بہت ہی دلچسپ ہے۔ یہ محقق لارڈ کرزن میں جن کے
 اعتراضات کا کوئی جواب نہ دیکھا۔ ان کی تقریر کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔
 مجھے یقین ہے کہ ایران کی خود مختاری اور اس ملک کا تحفظ جس کیلئے

گورنمنٹ اعلیٰحضرت ملک معظم حب معاہدہ روس و انگلستان سنہ ۱۹۰۷ء میں ضامن ہوئی ہے۔ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ اس کی تائید کرے۔ گولارڈ مورلی لبرل گورنمنٹ کی طرف سے وہاں موجود تھے مگر انہوں نے لارڈ کرزن کے اعتراض کا کچھ جواب نہ دیا۔ المختصر گذشتہ موسم بہار میں روس کے طرز عمل پر یہہ عزرات ایسے لچر اور بے سرو پا تھے کہ خود انگریز شرماتے تھے اور اس پر روس اور ساری دنیا کو معلوم ہو گیا کہ لبرل گورنمنٹ جرمنی سے کیسی خائف ہے۔

دولت برطانیہ نے اس معاملہ میں جو روش اختیار کی اس سے خواہ مخواہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قوم میں یہہ تغیر عظیم کیسے واقع ہوا۔ ابھی کچھ زیادہ دن نہیں گزرے کہ انگلستان کو یورپ اور ایشیا کے معاملات میں تصفیہ کن راے دینے کا اختیار حاصل تھا۔ کیا انگریزی جہازوں کی جنگی قابلیت جاتی رہی یا انگریزی ملاحوں کی جرات و ہوشیاری منقو و ہو گئی یا جنگ جنوبی افریقہ کے خطرناک واقعات سے برطانیہ کی فوج میں اصلاح کی ضرورت پیش آئی۔

ابھی روئے زمین پر بعض طاعونی مقامات ایسے ہیں جہاں قرون وسطیٰ کی غرابیوں کی جڑ باقی ہے اور ہر موجودہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ ان کو دفع کرے یہ لحاظ انسانیت و ترقی علم انگلستان کو بھی اپنا فرض پورا کرنا چاہیے تھا۔

یہہ صاف ظاہر ہے کہ بیچارے ایمان کی خود مختاری اس کی گورنمنٹ یا

اہل ملک کی نااہلی کی وجہ سے معرض خطر میں نہیں پڑی بلکہ ۱۹۱۰ء میں جو داستان پوٹسڈیم میں تصفیہ ہوئی اس میں اس کی تباہی کا اول ہی ذکر ہو چکا تھا۔ جب روس کو جرمنی کی تائید کا یقین ہو گیا وہ موقع کا انتظار کر نیلگا۔ معاہدہ روسنگلستان ایک بیکار ردی تھا جس کی روس کو چندان پروا نہ تھی۔ روس کو اپنی اعلان کردہ بخونیز کی تکمیل منظور تھی وہ یہ کہ ایران پر قبضہ کرے اور اس سمندر پر ہاتھ ڈالے جو ایران کے سواحل سے ملا ہوا ہے۔ وہ موقع کی تاک میں لگا تھا جب مراکش کے معاملہ میں یورپ کا باہمی کھینچاؤ بڑھتا تب اسے موقع مل گیا اور اس نے اس موقع سے پورا فائدہ اٹھانا چاہا۔ سرائیڈ ورڈ گریڈ سے کاسپین لگے اور انھیں بحیرہ قسمر کے ڈریڈ ناٹس کے اور کچھ یاد نہ رہا۔ روس اس بات کو سمجھ گیا اور بازی لے گیا اس کے بعد ایران کی دستوری حکومت جو ۲۴ دسمبر ۱۹۱۱ء میں برآمد کی گئی اور اس کیلئے روس نے جو حید تراشے وہ محض اس لئے تھے کہ سرائیڈ ورڈ گریڈ کو برٹش پبلک کے الزامات سے بچایا جائے۔

اب ایران میں روس کی حکومت ہے اور سارے ملک میں اس کا عمل ہے۔ کل ملک ایران آج اسکا ایک صوبہ ہو گیا ہے اور روس وہاں قید کے مصائب پھانسی اور قتل کے ذریعہ سے حکومت کر رہا ہے۔ افراسیاب کی قدیم مملکت میں جو کچھ ہو رہا ہے اسکا کچھ حال نہیں کھلتا۔ سال گذشتہ طہران میں امریکن

۱۰۔ زمانہ حال کے نو ایجاد جنگی جہاز جن کی نسبت یہ خیال ہے کہ وہ بحری جنگ میں تباہ نہیں ہو سکتے

منتظمین مال کا وہاں جانا اور بعض واقعات کا پیش آنا محض ایک اتفاقی بات تھی
خرس شمال نے ایشیا کا ایک اور ٹکڑا ہضم کر لیا۔

سرایڈ ورڈ گرمے نے اکثر اوقات مجھ پر یہ اعتراض کیا کہ مجھ میں یا تو
فراست کی کمی ہے یا میں یہ چاہتا ہوں کہ ایران کی ملازمت میں انگریز بھروسہ
اورین روس و برطانیہ کے واسطے اثر کو تسلیم نہ کریں۔

پہلے اعتراض کا بہترین جواب یہ ہے کہ میں اس مراسلت کو شائع
کر دوں جو میرے اور سفراء روس و برطانیہ کے درمیان اسٹوکس کے معاملہ
میں یا چالیس لاکھ پونڈ قرض کے مسئلہ میں پیش آئی یا تھیارون کے قیمت کے
بارہ میں جو روس نے ایران کے ہاتھ فروخت کئے تھے یا قزاق بریگیڈ کیلئے
رقومات دینے کے متعلق ہوئی۔ میں اس مراسلت کو شائع نہ کرتا اگرچہ یہ
اعتراضات نہ کئے جاتے۔

اب رہا دوسرا التزام جو محض اس بات پر مبنی ہے کہ میں نے مختلف اوقات
میں تین انگریزوں کو محکمہ خزانہ پر مقرر کیا۔ یہ لوگ پہلے سے طہران، صہبہان
اور شیراز میں تعینات تھے۔ جب مجھے ایسے آدمیوں کی ضرورت ہوئی جو جو
طریقہ حساب سے واقف ہوں اور ملک کی زبان بھی جانتے ہوں اور وہاں کے
رواجات سے بھی آگاہ ہوں تو یہی لوگ مجھے اس کے اہل ملے۔ اس طرح پر
میں نے دو اہل بلجیم کو بھی مقرر کیا اگر اس طرح کی ضروری قابلیت کا کوئی روسی

مجھے ملتا تو میں بخوشی اُسے بھی نوکر رکھ لیتا۔ جب سر ایڈورڈ گری نے مجھ پر پوسٹل تعصب کا بے بنیاد الزام لگایا تو میں نے ایران کی بھلائی کے خیال سے مجبوراً تینوں انگریزوں کو جن میں مسٹر لیکافرے بھی شامل تھے موقوف کر دیا۔ صرف مسٹر جارج نیو باقی رہ گئے جن کے ساتھ مجلس سے معاہدہ ہو چکا تھا۔

تیسرا الزام سب سے زیادہ لچر اور غیر واجبی ہے۔ جب ۱۹۰۷ء میں معاہدہ روس و انگلستان کی اشاعت ہوئی تو خود گورنمنٹ ایران نے باضابطہ ان دونوں سلطنتوں کو اطلاع دی تھی کہ وہ اس معاہدہ کو تسلیم نہ کریں گی اور نہ کسی طرح پر اسکی پابندی کی ذمہ داری ہے۔ مجلس نے ابتدا ہی سے مجھے تاکید کی تھی کہ روس و انگلستان نے جو دائرے اثر ایران میں قرار دیئے ہیں انہیں کسی طرح نہ تسلیم کروں۔

چنانچہ میں نے مجلس سے وعدہ کیا کہ ایسا نہ کروں گا۔ اگر میں اس کے خلاف کرتا تو گورنمنٹ کیساتھ جس نے مجھے نوکر رکھا تھا اور مجھ پر پورا اعتبار کیا تھا۔ خلاف وعدگی ہوتی۔ میرا انکار روس کی اصل مخالفت کا باعث ہوا اور اُس نے میرے کام میں دست اندازی شروع کی۔ روس اور انگلستان نے بلا وقت اہل بلجیم کو تو اپنے جھوار کر لیا تھا۔ مگر مجھ سے اس قسم کی خلاف ورزی ممکن نہ تھی۔

تاہم حتی الامکان میں نے یہ کوشش کی کہ ایران میں غیر ملکیوں کے

جائز حقوق تسلیم کیے جائیں اور دونوں سلطنتوں کی سفارتوں سے یہ پوچھتا رہا کہ ایران میں اُن کے خاص اغراض سے کیا مراوہے اور معاہدہ روس و انگلستان کی عبارت کا کیا مطلب ہے۔

ڈاکٹر ڈی۔ لان جو ایک روکھے سیاسی اہل قلم ہیں انھوں نے معاہدہ پوٹسڈیم پر ایک مضمون لکھا ہے جس کے چند الفاظ حسب ذیل ہیں۔

”اگر آپ غیر گورنمنٹوں پر اعتبار رکھنا چاہتے ہوں تو بہت ہوشیار رہیے کیونکہ سیاسی زبان اصلی خیالات ظاہر کرنے کیلئے نہیں ایجاد ہوئی ہے اور نہ کوئی ایسی بوٹی ہمارے پاس ہے جس کے ذریعہ سے وہ خیالات دریافت ہو سکتے ہوں۔“

۱۹۱۱ء کے موسم بہار میں سرائیڈ ورڈوگرے جو عجیب معنی معاہدہ روس و انگلستان کے صاف صاف الفاظ میں روس کی ہدایت سے پنہا ہے تھے غالباً ڈاکٹر ڈیلان کو اس کی پہلے سے اطلاع تھی۔

مجھ سے جہاں تک ممکن ہو امین نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا کہ اس معاہدہ کا اصلی منشاء دریافت کروں اور روس و انگلستان کا اس کی عبارت سے جو مطلب ہوا اسے سمجھوں۔

میں نے لندن میں پریسیا کمیٹی کے سامنے ۲۹ جنوری ۱۹۱۲ء کو جو لکچر دیا اس کا خلاصہ مضمون درج ذیل ہے۔

اب میں اپنی مخالفت کے متعلق ایک بات کہنا چاہتا ہوں گو پہلے سے میرا ارادہ نہ تھا مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ ایران کے متعلق جو مباحثہ ہوئے ہیں ان میں میں غلطی پر تھا یا حق پر لیکن جو خاص الزام مجھ پر لگایا گیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط۔ پہلا الزام جو میری نسبت کمی فراست کا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے کیا مطلب ہے۔ سیاسی معاہدوں کو پڑھنے اور سمجھنے کیلئے غالباً کوئی خاص خفیہ طریقہ ہے جس کا مجھے علم نہ تھا۔ اگر یہ سچ ہے تو اس معاملہ میں میں بیشک اپنی لاعلمی کا اظہار کرتا ہوں اگر گورنمنٹ روس و برطانیہ بہہ چاہتی تھی کہ میں اس معاہدے کے کوئی خاص معنی جو عبارت سے پیدا نہ تھے سمجھوں تو نہیں لازم تھا کہ مجھے ان کے سمجھنے کیلئے وہ خاص طریقہ بنا دیتے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ طہران آنے کے تھوڑے عرصہ بعد مجھے اور سفیر روس و برطانیہ سے اچھے مراسم ہو گئے تھے اور میں انھیں نہایت باوقار اور انصاف پسند اصحاب سمجھنے لگا اور میرے دل میں ان کی بہت وقعت تھی۔ میں اس سے زیادہ اور کچھ کہنا نہیں چاہتا کہ جب سے میں طہران پہنچا اور پھر جب میں وہاں سے روانہ ہوا اس عرصہ میں کبھی کوئی بدگمانی بحث یا کج خلق بات ان سے نہیں ہوئی بیشک کہ کسی امر میں کوئی سنگین اختلاف بھی نہ ظاہر ہوا۔ وہ دونوں طہران میں سفیر کبیر تھے اور اگر ان کیساتھ میں کسی امر میں بحث کر کے نتیجہ نکالنے میں قاصر رہا ہوں تو بیشک میں لازم ہوں اور اگر میں نے ان چیزوں کا جو وہاں واقع ہو رہی ہیں

عام طور پر اعلان کیا اور جن چیزوں کا اہل ملک کو جن سے انھیں خاص تعلق تھا یا دنیا کو ان کا علم نہ تھا اگر ایسی باتوں کا شایع کرنا غلطی پر معنی ہو تو میں گنہگار ہوں خیر جو کچھ میں نے کیا وہ کیا ان باتوں کا میری نوات سے یا میرے پیام ایران سے کچھ زیادہ تعلق نہ تھا۔ بلکہ ملک ایران کے حقوق معرض خطر میں تھے۔ جب میں نے اہل ایران کے قائم مقاموں سے مشورہ کیا اور ان سے یہ پوچھا کہ آیا وہ ایک اندھیری کو ٹھہری میں قتل ہونا پسند کرتے ہیں یا ایک عام شاہ راہ پر تاکہ دینا کو جرم کا علم ہو جائے۔ تب انھوں نے یہی جواب دیا کہ شاہ راہ کو ترجیح ہے۔

اخبار لندن ٹائمز جو برٹش فارن آفس کا مشہور آلہ ہے میرے اس ایڈریس کے کئی دن بعد اس نے میرے بیانات کی تردید کرتے ہوئے یہ لکھا کہ غالباً میں یہ چاہتا تھا کہ روس اور انگلستان بلا لحاظ اپنے اغراض کے میرے اُن سجاوین کو منظور کریں جو میں ایران کی مالی اصلاحات کیلئے جاری کر رہا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مالی اصلاح کیلئے جو باتیں میں نے تجویز کی تھیں وہ روس یا برطانیہ کے بعض اغراض کے خلاف تھیں۔ دو ایک دن بعد میں نے لندن ٹائمز کے ایڈیٹر سے ملکر پوچھا کہ میری تجویز سے برطانیہ یا روس کے کن اغراض پر اثر پڑتا تھا۔ مہربانی کر کے اس کی توضیح فرمائیں تاکہ پبلک کو اس مسئلہ پر زیادہ غور کرنے کا موقع ملے۔ مگر انھوں نے کچھ جواب نہ دیا اور ان کے سکوت سے صاف ظاہر ہے کہ میرے سجاوین سے کسی غرض کو نقصان نہ پہنچتا تھا

یا اگر کوئی غرض تھی بھی تو وہ اسطر کلی تھی کہ اظہار نہ ہو سکتی تھی۔ اصل یہ ہے کہ ۱۹۰۶ء میں جو قانون مال مجلس سے پاس ہوا اس میں کوئی بات ایسی نہ تھی جس سے ایران میں کسی غیر ملکی کا کوئی جائز حق تلف ہوتا ہو۔ بخلاف اس کے اس قانون کے نفاذ سے برطانیہ روس بلکہ ہر سلطنت کے جائز حقوق کو فائدہ پہنچتا۔

اسی اخبار کے اس جملہ سے اڈیٹر کے اندرونی خیالات کچھ ظاہر ہوتے ہیں۔ غالباً سٹرسٹر کے دل میں یہ بات نہ آئی کہ مالی اصلاح کی ایسی تجاویز کی وجہ سے غالباً ان دونوں سلطنتوں کے خاص اغراض پر کیا اثر پڑے گا۔ اب پھر وہی سوال پیش ہے کہ یہ خاص اغراض کیا تھے کہ یہی ان کی تعریف نہیں بیان کی گئی۔ ان اغراض کا اظہار کہاں اور کیونکر کیا گیا۔ معاہدہ روس و انگلستان مورخہ ۱۹۰۶ء میں تو کہیں ان کا ذکر نہ تھا۔ اب امر متوقع طلب یہ ہے کہ آیا قانون مذکورہ بالا یا اس کی تعمیل سے عہد نامہ کے شرائط یا بعض اصحاب سیاست کے مبہم الفاظ میں یہ کہنا چاہیے کہ عہد نامہ کے اصل معنی کی خلاف ورزی ہوتی تھی۔ فرض کر لیا جائے کہ عہد نامہ کے اصل معنی کچھ اور ہی تھے گو اس کی عبارت صاف صاف تھی جس میں کسی قسم کی تاویل نہ ہو سکتی تھی تو ایسی حالت میں گورنمنٹ ایران یا اس کے عہدہ داروں کو اصل معنی کا علم کیسے ہو سکتا تھا۔ جہاں تک یہ تعلق ہے میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اس عہد نامہ کو بہت غور سے

کئی دفعہ پڑھا اور اس کیساتھ برٹش فارن آفس کی کتب آبی کو بھی ملاحظہ کیا مگر مجھے کہیں ”اصل معنی“ نہ ملے۔ اب دشاویز کے اصل معنی سمجھنے کیلئے صرف ایک ذریعہ اور باقی رہ گیا تھا۔ اس کے اصل معنی سمجھنا ضرور تھے اس لیے کہ اہل ایران کی مستقبل کا اسی پر وار و مدار تھا۔ پروفیسر براؤن کی مشہور کتاب انقلاب ایران کے صفحہ (۱۹۰) میں ایک خط کی نقل چھپی ہے جو پانچویں ستمبر ۱۹۰۷ء سرسپیل اسبرگ ریس سفیر برطانیہ شیعینہ طهران نے وزیر امور خارجہ ایران کے نام لکھا تھا۔

یہ ایک نہایت ضروری اور دلچسپ مراسلہ ہے جس سے عہد نامہ روس و انگلستان کے اصلی معنی کا کچھ تہہ چلتا ہے اور بالتفصیل سرکاری طور پر اہلی معنی کی شرح لگ گئی ہے۔ پروفیسر براؤن جیسے محقق کی کتاب میں اس مراسلہ کا وجود ہیکل کے نزدیک اس کے معتبر ہونیکا شاہد تھا اور اس مراسلہ سے دونوں سلطنتوں کے اصلی خیالات عہد نامہ کی نسبت ظاہر ہوتے تھے۔ چند ہی روز پہلے دونوں سلطنتوں نے اپنے اپنے انغراض کے لحاظ سے اس عہد نامہ پر دو قحط کیے تھے۔ یہ سچ ہے کہ برٹش فارن آفس کی بکوبک میں مجھے یہ مراسلہ نہ ملا مگر میں نے سرسپیل اسبرگ ریس کے اس مراسلہ کو بہت غور سے پڑھا اور اب مجھے یقین ہے کہ ان دونوں سلطنتوں کے اصل انغراض کیا ہیں یہی ہیں جو عہد نامہ کی عبارت سے ظاہر ہوتے ہیں اور کوئی بات ان میں پوشیدہ نہیں ہے۔

چنانچہ میں نے امریکہ سے روانہ ہونیکے پہلے معاہدہ روس و انگلستان

مورخ ۱۹۰۷ء کا مطلب اور اصل معنی بخوبی سمجھ لینے تھے جو اس مراسلہ میں سرکاری طور پر ظاہر کیے گئے تھے۔ یا جو اس نیک نیتی کے کہ مین نے اپنے تئیں ایران کی عام پولیٹیکل حالت سے آگاہ کر لیا تھا۔ اسپر ہی فچر یہ الزام لگا یا گیا کہ مین نے ایران کی نازک حالت کے سمجھنے میں بہت غلطی کی اور پہلے ایران کے معاملات کو اچھی طرح سمجھ نہ لیا لہذا عجیب الزام یہ تھا کہ مین یا تو عہد نامہ کے اصل معنی سے ناواقف تھا یا مین نے بالقصہ کچھ خیال نہ کیا۔ لطف یہ ہے کہ پارلیمنٹ برطانیہ کے اندر بڑے بارسوخ حضرات نے فچر اس طرح کے الزامات لگائے مگر چودہ دسمبر ۱۹۰۷ء کو جب پارلیمنٹ کے ایک ممبر نے فارن سکریٹری صاحب سے ایک سوال کیا تو اس کے جواب میں انھوں نے یہ کہا کہ انھیں اس مراسلہ کا بالکل علم نہیں ہے جو سر سیل اسپرنگر ایس نے گورنمنٹ ایران کو لکھا تھا اور جس کا عوالہ دیا جاتا ہے۔ پھر غصے معلوم ہوا کہ اس کے دوسرے ہی دن ایک ممبر پارلیمنٹ نے فارن آفس کو خط بھیجا جس کیساتھ سر سیل اسپرنگر ایس کے اصل مراسلہ کا ایک عکس منسلک کر دیا۔ فارن آفس نے اس کا یہ جواب دیا کہ فارن آفس کو اس مراسلہ کی بالکل اطلاع نہیں چھ ہفتہ بعد غرہ فروری ۱۹۱۲ء کو فارن آفس نے انہیں ممبر صاحب کو لکھا کہ سر سیل اسپرنگر ایس کے مراسلہ کا اصل انگریزی ترجمہ ابھی

فارن آفس میں آیا ہے اور جو ترجمہ پروفیسر براؤن نے اپنی کتاب میں چھاپا ہے بالکل صحیح ہے۔

چنانچہ جو وقت بھیجے یہہ الزام لگایا گیا کہ میں عہد نامہ کے اصل معنی سونا وقت ہوں میں کئی مہینہ پہلے اپنی تین گورنمنٹ روس اور برطانیہ کے اصل منشاء سے واقف کر چکا تھا اور عہد نامہ کی جو سرکاری شرح سفیر کبیر برطانیہ متعینہ طور پر ان کے کی تھی اس سے بخوبی واقف تھا۔ لطف یہہ ہے کہ خود عہدہ داران فارن آفس جنھوں نے مجھ پر لاعلمی یا غفلت کا الزام لگایا وہ خود لاعلم تھے اور انھیں اپنے مشہور مراسلہ کی خبر تک نہ تھی۔ کیا یہہ بات ممکن ہے کہ گورنمنٹ کا ایسا ضروری محکمہ اس طرح کے اہم معاملات میں اتنی غفلت کرے یا فی الحقیقت ان واقعات سے جو میرے زمانہ میں ایران کے مالی انتظامات کے متعلق پیش آئے ایسا ناواقف ہو۔ حالانکہ گورنمنٹ برطانیہ کے اسی محکمہ نے بلاپس و پیش جلدی سے روس کے ساتھ میری خدمت صدر الہامی خزانہ سے علیحدگی کیلئے دستخط کر دیئے تھے۔

انگلستان اور روس نہ اس وقت بیان کر سکے اور نہ اب بیان کرنے کو راضی ہیں کہ ایران میں ان کے اصل اغراض کیا ہیں۔ جو طریقہ انھوں نے اختیار کیا وہ یہہ ہے کہ اگر گورنمنٹ ایران یا اس کے عہدہ داروں کا کوئی فعل جو

اس سے برٹش فارن آفس کی بے پروائی یا لاعلمی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

جو ملک کے اندرونی انتظام کیلئے ہو اگر ان کی مرضی کے خلاف ہو تو فوراً بزور
 اُن سے یہ کہہ کر روک دیں کہ انھیں اس طرح کی دخل دہی کا پورا حق ہے۔ اور پھر
 کہا یہ جاتا ہے کہ ایران ایک خود مختار سلطنت ہے کیا کسی خود مختار سلطنت یا
 ریاست محفوظہ کے اختیارات ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ
 یہ واقعات عہد نامہ کی عبارت اور سرسلسل اسپرنگر ایس کے سرکاری مراسلہ کے
 مضمون سے کہاں تک مطابق ہیں۔

ایران کے جدید معاملات میں گورنمنٹ برطانیہ کا ابتدا سے اب تک جو طرز
 عمل رہا اس کی نسبت اخبار نشین میں جو مضامین چھپ چکے ہیں اُن سے بہتر کوئی
 عمدہ رائے نہیں ظاہر کی جاسکتی۔ یہ اخبار گولڈن ٹائمز کی طرح نیم سرکاری
 اخبار نہیں بلکہ لبرل پارٹی کا ایک مشہور اور با وقعت اخبار ہے جسکی ادبی قابلیت
 سب مانتے ہیں۔

کیا یہ ہوان باب

ایران میں محصلوبندی کا طریقہ۔ اصلاح مال کیلئے میرے تجاویز۔
 بعض ریلوں کی تعمیر کا امکان۔ ایران میں دولت اور زرخیزی ذرائع کے
 ایران میں محصلوبندی کا عام طریقہ وہی اب تک جاری ہے جو غالباً قیاس کے

وقت میں ہوگا۔ پیداوار کا دسواں حصہ لیا جاتا ہے۔ ماگزازی میں کل روپیہ ہی نہیں وصول کیا جاتا بلکہ جنس بھی لی جاتی ہے۔ یعنی ایران کے کاشتکاروں اور زمینداروں سے سرکار گیہوں۔ جڑ۔ روئی۔ چانول اور دوسری پیداوار بھی لیتی ہے۔ اس پر اے اصول کی پابندی کی وجہ سے کسی قسم کا باقاعدہ حساب رکھنا بہت دشوار ہے یا صحیح طور پر معلوم کرنا کہ ہر ضلع۔ قصبہ یا موضع کی آمدنی سال میں کس قدر ہوتی ہے۔ علاوہ برین جب کل صوبوں میں ٹیکس کلکٹروں اور نائب ٹیکس کلکٹروں کے ذریعہ سے جنس سرکار کے قبضہ میں آجاتی ہے تو اس وقت اسکو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لیے اور ابنار خانوں میں جمع کر نیکے لیے سرکار کو انتظام کرنا ہوتا ہے کبھی سرکار اسکو فروخت کر لیتی ہے اور کبھی سرکاری اخراجات کیلئے بجائے نقد کے یہی جس تقسیم کردی جاتی ہے ایران میں کبھی کوئی حسابی رجسٹر نہیں رکھا گیا جس سے اگر بالکل مکمل نہیں تو کم از کم یہ اندازہ تو معلوم ہو سکتا کہ ملک میں آمدنی کے ذرائع کیا ہیں محصول بندی کے اغراض کے لیے ایران شترہ اٹھارہ اضلاع میں تقسیم ہے اور ہر ضلع کا ایک بڑا مقام انتظامی کا نام ہے صدر مانا جاتا ہے۔ مثلاً صوبہ آذربائیجان جو نہایت زرخیز اور مشہور صوبہ ہے۔ وہاں کی سالانہ آمدنی نقد و جنس ملا کر دس لاکھ تومان یا نو لاکھ ڈالر ہے۔ میرے زمانہ ملازمت میں تبریز میں جو صوبہ آذربائیجان کا پایہ تخت ہے اور کل مملکت ایران میں گویا دوسرا مشہور شہر کہلاتا ہے وہاں

وہاں ایک ٹیکس کلکٹر یا پیشکار مقرر تھا۔ ہر ایک صوبہ کئی اضلاع پر تقسیم ہے اور ہر ضلع میں ایک نائب ٹیکس کلکٹر مقرر ہے۔ یہ اضلاع پھر چھوٹے چھوٹے قصبوں میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ جہاں ٹیکس انجینٹ مقرر ہیں۔ ان چھوٹے چھوٹے قصبوں میں سیر قصبہ مالگزار سی تحصیل کرتا ہے۔ پیشکار اس بات کا ذمہ دار ہے کہ نقد و جنس تحصیل کر کے سرکار میں داخل کرے۔ بغیر چند صدر مستوفیوں کے جو سرکاری محاسب کہلاتے ہیں۔ طہران میں اور کسیکو یہ علم نہیں کہ بڑے بڑے اضلاع سے کس قدر رقم سرکار کو وصول ہونی چاہیے۔ مثلاً صوبہ آذربائیجان جہاں کی آمدنی دریافت کرنے کے لیے گورنمنٹ اور مالگزار کے درمیان بجز اس پیشکار کے جو تبریز میں تعینات ہے اور کوئی ذریعہ نہیں۔ یہ شخص صرف یہہ جانتا ہے کہ کس قدر روپیہ و جنس ہر نائب کلکٹر کو داخل کرنا چاہیے مگر اسے اس بات کا کچھ علم نہیں کہ ذرائع آمدنی کیا ہیں اور نائب کلکٹر کس طرح پر نقد و جنس تحصیل کر کے داخل کرتے ہیں۔ پیشکار کے پاس ایک چھوٹی سی پٹی ہوتی ہے جسے کتابچہ کہتے ہیں اس طرح ہر نائب کلکٹر کے پاس ایک کتابچہ رہتا ہے۔ ان کتابچوں میں عجیب طرح فارسی میں حساب لکھا جاتا ہے یہ کتابچے جلد نہیں ہوتے بلکہ پوٹے چھوٹے کاغذ کے ٹکڑے ان میں رکھ دیے ہوتے ہیں اور یہ کتابچہ عموماً ٹیکس کلکٹر کی جیب میں رہتے ہیں۔ حساب بالقد اس طرح مغلط لکھا جاتا ہے کہ کسی معمولی ایرانی کو اسکا سمجھنا نہایت دشوار ہو

ایران میں پشت با پشت سے ایک خاص فرقہ ان لوگوں کا چلا آتا ہے جو
 مستوفی کہلاتے ہیں۔ اکثر حالتوں میں مستوفی کی خدمت سوردنی ہو کرتی ہے۔
 یعنی باپ کی جگہ بیٹے کو ملتی ہے ان لوگوں کو کتابچہ لکھنے کا خاص طریقہ معلوم
 ہے اور یہی لوگ معمول بندی کا پیچیدہ طریقہ سمجھتے ہیں۔ اب ان میں خواہ کوئی
 کسی صوبہ کا پیشکار ہو یا کسی ضلع کا کلکٹر ہو وہ کتابچہ کو سچاے سرکاری کاغذ کے اپنی
 ذاتی ملک سمجھتا ہے۔ اگر کوئی ان کتابچوں کو جانچنے کی کوشش کرے یا یہہ
 دریافت کرے کہ آمدنی کی طرح وصول ہوئی یا اس آمدنی میں کلکٹر نے اپنی لینے
 کس قدر حصہ لیا تو وہ بہت ناراض ہوتا ہے۔ جب میں طہران پہنچا تو دریافت کرنے
 سے مجھے معلوم ہوا کہ وزارت مال کے دفتر میں ایک شاخ ہے جسے صد مستوفی
 کا دفتر کہتے ہیں۔ اس شاخ میں اسی قسم کے سات آٹھ آدمی تھے جن کے تحت
 میں دو یا اس سے زیادہ صوبہ یا اضلاع دیئے گئے تھے ان کا یہہ کام تھا کہ تمام
 ملک میں ٹیکس کلکٹروں پر نگرانی رکھیں اور یہہ دیکھیں کہ سرکاری رقم جو واجب الادا
 ہو برابر وصول ہو۔ یہہ لوگ گورنمنٹ کے سب سے زیادہ مستقل عہدہ دار تھے
 کیونکہ ملک کے پیچیدہ طریقہ معمول بندی کا انہیں کو علم تھا۔ ہمارا آنا انہیں ابتدا ہی
 سے سخت ناگوار ہوا اور وہ سمجھنے لگے کہ اب چین سے بالائی یافت نہ ہو سکیگی
 ان کی ذمہ داریوں کے مقابلہ میں تنخواہیں بہت ہی قلیل تھیں۔ طہران میں مستوفی
 کی تنخواہ زیادہ سے زیادہ ایک سو پینتیس ڈالروا ہوا نہ تھی۔ مگر چند سال کی ملازمت

میں وہ بہت سی دولت جمع کر لیتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ دولت تنخواہ پس انداز کرنے سے جمع نہ ہو سکتی تھی۔ ان لوگوں نے میرے ساتھ سرکشی شروع کی اور اپنے فرائض کے متعلق اطلاع دینے سے انکار کیا۔ میں نے قانون مورخہ ۱۳۷- جون ۱۹۱۸ء کے تحت ہی ان لوگوں کے ہاتھ سے کل اختیارات لے لئے اور وزیر اعظم و کینٹ و ذرائع کے تحت سے ملک میں کل ٹیکس کلکٹروں کے نام بذریعہ تار احکامات جاری کیے کہ آئندہ سے کل پیشکار راست صدر المہام خزانہ کیساتھ مراسلت کریں اور جو ہدایات صدر المہام خزانہ کے دفتر سے جاری ہوں ان پر عمل کریں۔ اب مستوفیوں کو اپنی غلطی معلوم ہوئی اور کتا بچوں کی ورق گردانی کرنے لگے۔ میں نے ان کو مشعل دوسرے بیکار اہل دفتر کے متعین نہیں کیا۔ بلکہ اپنی جگہ پر رہنے دیا۔ کیونکہ میں چاہتا تھا جب ان کے ہوش بجا ہوں تو انہیں کام میں لاؤں اور اپنی تجویز تقسیم اضلاع اور طریقہ حصول بندی کے لئے ایک قانون بناؤں جس میں بعض ضروری باتیں ان سے دریافت کروں۔ لیکن قبل اس کے کہ میں اس طرف کوئی عملی کارروائی شروع کروں شاہ معزول کے اسکی خبر ہوئی جس کی وجہ سے چار مہینہ فوجی تیار لوں میں گزر گئے اور طہران میں برابر پریشانی رہی اس کے بعد اور پولیٹیکل واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے خود مجھ ہی کو ملک سے خیر باد کہنی پڑی اور وہ سارے منصوبے یوں ہی رہ گئے۔

پس ایسی حالت میں یہ صاف ظاہر ہے کہ ایران میں گورنمنٹ کو اپنے

ملک کی آمدنی کا بہت ہی خفیہ معاملہ تھا۔ نہ یہ معلوم تھا کہ کس قدر آمدنی واجب الوصول ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ رعایا سے یہ آمدنی کس طرح وصول کی جاتی ہے اور ان پر ظلم ہوتا ہے یا انصاف۔ پیشکار کے نزدیک یہ کہہ دینا بہت آسان تھا جیسا کہ تمبر کے پیشکار نے متواتر میرے زمانہ میں یہ بیان کیا کہ صوبہ میں شورش اور بد امنی کی وجہ سے آمدنی تحصیل نہ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اتنا کہہ کر وہ آمدنی سرکار میں کچھ نہ داخل کرتا تھا گو گورنمنٹ خوب جانتی تھی کہ یہ بیانات غلط ہیں اور کم از کم کچھ آمدنی تو ضرور وصول ہونی چاہیے مگر ایسا کچھ تدارک نہ کر سکتی تھی۔ گورنمنٹ کو چاہیے تھا کہ کلکٹر کو موقوف کر دیتی یا قید کرتی یا کم از کم اس سے اس بارے میں باز پرس کرتی۔

میرا ارادہ تھا کہ رفتہ رفتہ کل صوبوں میں ایک نائب صدر المہام خزانہ قیام کروں جکا دفتر ایک امریکن یا یورپین کے ریٹرننگرانی رہے اور اس کی ماتحتی میں ایک یورپین انسپکٹر مع ضروری عملہ کے دیا جائے اور ایک یورپین افسر مع فوجی پولیس کے اس کے ساتھ رہے تاکہ اس صوبہ میں مالگزاری تحصیلنے اور مقامی عہدہ داران سرکار کی ماہوارات وغیرہ تقسیم کرنے اور ذرائع آمدنی کی تنقیح کرنے اور بہ لحاظ آبادی اور حرفت وغیرہ کے آمدنی کا تخمینہ تیار کرنے اور حتی الامکان سب کلکٹروں کے کتابچوں پر قبضہ کر کے ان کا انتظام کریں اور ایک عام صوبہ بندی کے کام میں مدد ملے یہ کام دو ایک سال میں ختم ہوتا مگر ایران میں اس کام کو انجام

دسپنے میں کوئی ایسی دشواری نہ تھی جکا تذکر نہ ہو سکتا۔

ایران کے مروجہ طریقہ محصول بندی میں ایک نقص یہ تھا کہ کتابچہ مکمل نہ تھے جن سے محصول بندی میں آسانی ہو۔ اول تو اکثر بہت پرانے تھے بلکہ بعض ایسے تھے جن کو مرتب ہو کے کئی پشتیں گزر گئی تھیں اور اس درمیان میں بہت سے مواضع جواول آباد اور سرسبز تھے اب بالکل ویران ہو گئے تھے۔ اور وہاں کے باشندے دوسرے اضلاع میں چلے گئے تھے۔ مگر کتابچوں میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تھی۔ مثلاً بعض موضع میں صرف چند سو باشندے رہ گئے تھے۔ جہاں پہلے ہزاروں کی تعداد تھی مگر ان سے وہی مالگزاری اسی مقدار میں لی جاتی تھی جو پہلے شخص ہو چکی تھی اور ان بیچاروں کو تگنی یا چوگنی رقم بہ لحاظ سابقہ آبادی کے دینی ہوتی تھی۔ اس طرح کسی دوسرے موضع کیلئے جب کتابچہ بنایا گیا تھا توڑے سے لوگ رہتے تھے اور اب وہاں کی آبادی بہت بڑھ گئی تھی مگر سرکار کو اس قدر رقم وصول ہوتی تھی جو ابتدا میں معین ہوئی تھی۔ حالانکہ ٹیکس کلکٹر کل باشندوں سے پوری رقم وصول کرتا تھا۔

میں نے پہلا حکم یہ نافذ کیا کہ آئندہ سے کل رقمی معاملات ایران کے شاہی بینک سے متعلق رہیں چونکہ اس بینک کی شاخیں تمام بڑے بڑے شہروں میں قائم تھیں اور سرکاری روپیہ اس بینک میں جمع ہوتا تھا اس لیے میں نے بینک کے صدر منجر سے یہ انتظام کیا کہ کل اضلاع میں جب قدر سرکاری

مالگزاری وصول کیجائے وہ سب بینکوں میں جمع ہو اور بذریعہ تار طہران کے
صدر بینک کو اطلاع دی جائے تاکہ وہ رقم سرکاری حساب میں محسوب ہو سکے
اسی طرح جس کیس کو کچھ دلایا جائے وہ چک کے ذریعہ سے نقد داد و ستد
میں نے بالکل موقوف کر دی اور اس طرح ہر ملک کے ہر ضلع میں آمدنی اور خرچ
کا حساب مکمل ہو گیا۔ دوسرے محکمہ جات مثل ڈاکخانہ تار آفس پروانہ ہار ہاری
اور جنگی وغیرہ کو بھی میں نے یہ ہدایت کی کہ اپنے اپنے محکموں کی آمدنی راست
بینک کو بھیج دیا کریں اور صدر دفتر خزانہ کو اسکی اطلاع دیں۔

مجھے فوراً معلوم ہوا کہ بعض پیشکار گو میرے احکامات کی تعمیل میں کوئی غور نہیں
کرتے مگر میرے حسب ہدایت رقم مالگزاری بینک میں جمع نہیں کرتے۔ اس
ان کی غرض یہ تھی کہ جہاں تک ممکن ہو روپیہ کو اپنے پاس رکھیں اور جب تک
زور ان سے نہ لیا جائے اس وقت تک نہ دیں۔ میں نے اس کا انتظام
یوں کیا کہ فوراً دو ایک سرغنہ پیشکاروں کو جن کے ذمہ یہ الزام تھا موقوف
کر دیا۔ جب دوسروں کو اس کی خبر ہوئی تو وہ راہ پر آگئے اور باوجود اس اتبری
کے جو تمام ملک میں بالخصوص صوبہ فارس میں شاہ معزو لکی والپی کی وجہ سے
پھیلی ہوئی تھی۔ سرکاری مالگزاری برابر جمع ہونے لگی۔ البتہ صوبہ آذربائیجان
ایسی خراب اور ابتر حالت میں تھا کہ وہاں سے ایک جہ بھی وصول نہ ہو سکا اسکی
وجہ یہ تھی کہ روسی فوج برابر وہاں آ رہی تھی اور شہسوانیوں نے بلوے شروع

کے تھے۔ شہسوانیوں کے سرداروں کو روسی حمایت پر بھروسہ تھا۔ اس صوبہ بجائے اس کے کہ کچھ مالگزاری وصول ہوتی۔ گورنمنٹ کو بہت سی رقم وہاں کے گورنر کو جو تہریز میں تعینات تھا بھیجنا ہوتی تاکہ اس صوبہ میں امن قائم کرنے کیلئے فوجی پولیس کا انتظام کرے۔

جب میں نے اپنی خدمت کا جائزہ لیا تو اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ان پیشکاروں کی تنخواہیں بہت کم ہیں اور وہ سب استقدر قلیل تنخواہ پر بھی خوش ہیں جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ناجائز طریقہ سے روپیہ چل کرتے ہیں۔ لہذا میں نے بہ لحاظ اضلاع کی بزرگی و کوچکی کے ان لوگوں کی مہوارات میں مقبول اضافہ کیا اور ان سے یہ کہا کہ آئندہ ان کی برقراری اور ترقی ان کے کام کے عملی نتائج پر منحصر ہوگی۔ گو بیرونی اباب کی وجہ سے جیسا چاہئے تھا ویسا عمدہ نتیجہ تو نہ نکلا لیکن پانچ مہینہ کے عرصہ میں صدر خزانہ کو باوجود خانہ جنگیوں کے اتنی مالگزاری وصول ہو گئی جتنی گورنمنٹ کو نہ پہلے کبھی وصول ہوئی تھی اور نہ ہمارے وہاں آنے سے ایک سال قبل۔

اب گورنمنٹ کی طرف سے پکائے نقد کے جس تحصیل کرینکا مسئلہ بہت دشوار تھا اور گہون۔ جو۔ روئی۔ اور دوسرے زراعتی پیداوار کا جمع کرنا مشکل کام تھا۔ اول تو جس خصوصاً چھوٹے چھوٹے قصبوں اور دیو راز کے اضلاع میں تحصیل کی جاتی تھی اور یہ مقامات صوبوں کے مرکزوں سے بہت دور واقع تھے۔ چونکہ

یہ پیداوار بہت سے ہاتھوں میں سے گذرتی تھی اور اس کی نگرانی کرنا ہوتی تھی اس کے علاوہ بڑی وقت سے اس کام کیلئے باربرداری کا انتظام کرنا ہوتا تھا۔ چنانچہ بھران صوبوں کے جو طہران سے سویل کے اندر واقع تھے اور مقامات پر انتظام کرنا غیر ممکن تھا۔ اگر چند ٹن گھیون یا جو بھافلت کسی صوبہ میں پہنچ بھی گئے تو یہ ممکن نہ تھا کہ شل نقد روپیہ کے تار کے ذریعہ سے وہ طہران میں منتقل کر دیے جاتے اور اگر ان کو نیلام کرتے تو اصل قیمت سے بہت کم وصول ہوتی یا الہائے گذشتہ میں مختلف اضلاع میں اس طرح پر جو جنس سرکار کی طرف سے تحفیل کی جاتی تھی وہ سرکاری ملازمین کی آدنیکا ایک بڑا ذریعہ ہوتی تھی۔ میرے پاس اس طرح کی بہت سی روپین پیش ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک دن میں ایک ایک لاکھ ڈالر نفع اٹھایا گیا ہے اور ایک ایک صوبہ نے اس جنس کو ناجائز طور پر فروخت کر کے فائدہ حاصل کیا ہے۔

۱۹۱۱ء کے قحط زدہ سال میں جب میں نے طہران میں سرکاری اہل خانہ میں گھیون اور دوسرا غلہ جمع کرنے کا انتظام کیا تاکہ شہر میں روٹی گر ان نہ ہو تو اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ کام کس قدر دشوار ہے۔ میں نے بڑی وقت سے پانچہزار یا چھ ہزار ٹن گھیون اور جو جمع کر پائے۔

اصطلاح مالیات سے جب ذیل ٹیکس یا محصول مراد ہیں۔

۱) اندرونی محصول جن میں زمینات کا محصول بھی شامل ہے۔

(۲) نیو سٹیکس۔

دوسری مختلف آمدنی جو علاقہ صرف خاص۔ معدنیات اور دوسرے مختلف صنعت و حرفت کے کارخانوں سے وصول ہوتی ہے۔ یہ ٹیکس ہمارے یہاں کے گمروارے کے مثل ہے اس کے علاوہ افیون۔ پوشین۔ اور تانت پر بھی محصول لیا جاتا ہے۔ گورنمنٹ ایران کو شراب اور دوسرے مسکرات سے بھی بہت آمدنی ہوتی ہے۔ مگر چونکہ اسلام میں مسکرات کا استعمال ممنوع ہے اس لیے مجلس یا گورنمنٹ ایران کی طرف سے ان چیزوں کے محصول کے لیے سرکار کی طرف سے باقاعدہ طور پر کوئی حکم نہیں دیا جاتا بلکہ انتظاماً دوسرے طریقہ سے اس طرح کے محصول باندھے جاتے ہیں اور وصول ہوتے ہیں اس سے دواغاض پورے ہو جاتے ہیں اول تو منشی چیزوں کی فروخت کا انداد ہوتا ہے دوسرے سرکار کو آمدنی وصول ہو جاتی ہے۔ علاوہ مالیات کے ایران میں دوسرے ذرائع آمدنی یہ ہیں۔

جنگی۔ ڈاک۔ تار اور راہداری۔

جنگی کے انتظام پر تقریباً ستائیس اہل بلجیم مقرر ہیں اور موسیو مارٹارڈ ان کا افسر ہے جو اپنے کئی مددگاروں کے ساتھ طہران میں رہتا ہے جنگی کا محکمہ علاوہ محصول مال کے سرحدی مقامات پر راہداری کی فیس بھی وصول کرتا تھا۔ ۱۹۱۰ء میں جنگی کی حقیقی آمدنی چونتیس لاکھ تومان ہوئی۔ اس سے پہلے ۱۹۰۸ء

اور ۱۹۰۹ء میں (۲۷۳۳۰۰۰) اور (۳۱۵۰۰۰) تومان ہوئی تھی۔ یہہ کل آمدنی گورنمنٹ روس و برطانیہ کے پاس مختلف قرضوں کی ادائیگی میں مکفول تھی۔ جن کے لیے سالانہ کم از کم اٹھائیس لاکھ بتیس ہزار تومان دینے ہوتے تھے۔

جب میں نے اسپرٹیل بینک سے بارہ لاکھ پچاس ہزار پونڈ قرض کا انتظام کیا تو پانچ برس تک سالانہ قسط میں اکتیس ہزار تومان کی کمی ہو گئی لیکن اگر پچھلے چند سال کے محاصل کو بنا قرض دین تو گورنمنٹ ایران کو سالانہ پانچ لاکھ اڑسٹھ ہزار تومان سے زیادہ جنگی کی آمدنی نہیں ہو سکتی اور حسب شرائط و ساد نیز قسط ۱۹۱۰ء میں محکمہ جنگی کی آمدنی گورنمنٹ روس کے پاس رہن تھی اور روسی بینک کی ایک شاخ جو طہران میں تھی یہہ کل آمدنی چھ ہجرتہ تک وصول کر لیتی تھی اور دو سال میں ایک دفعہ گورنمنٹ ایران کو وصول ہوتی تھی۔

اس کے علاوہ اس قرض کا سود وغیرہ روسی سکیم میں ادا کیا جاتا تھا اور روسی بینک کو اختیار تھا کہ جس بٹاؤن سے چاہے وصول کرے اس زیادتی کی وجہ سے گورنمنٹ ایران کو مزید نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔ کیونکہ روسی بینک کبھی نرخ بٹاؤن ایسا نہ مقرر کرتا تھا جس سے اسکو کچھ نقصان ہو۔

ایک اور بڑی رقم جو جنگی کی آمدنی میں محسوب کی جاتی تھی وہ قرض بریگیڈ کی تہتواہ تھی۔ یہہ خرچ خواہ مخواہ ایران کے سرمرٹھا گیا تھا۔ یہ تہتواہ جب تک میں طہران میں رہا ماہانہ تیس ہزار تومان دینا ہوتی تھی اس کے علاوہ بریگیڈ کے کرنیل صاحب

غیر معمولی اخراجات کے نام سے اور بہت کچھ وصول کر لیتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک سال غیر معمولی اخراجات کے نام سے ستر ہزار تومان وصول کئے گئے یہ بہ مشہور بریگیڈ ۱۲۰۰۰ میں ناصر الدین شاہ کے عہد میں قائم ہوا۔ ایک روسی کرنل سسی چرک دسکی اسکا افسر تھا اور اس کی ماتحتی میں کئی اور روسی افسر مقرر تھے۔ ناصر الدین شاہ نے خواہ اپنے تحفظ کے لحاظ سے یا اپنے روسی مشیروں کے مشورے سے غیر ملکین کی فوج اس لیے مقرر کی تھی کہ اگر کبھی بیچارہ می ستم رسیدہ رعایا اس کے مظالم سے تنگ آکر کچھ ہنگامہ کرے تو یہ فوج اس وقت ناصر الدین شاہ کی محافظ ہو۔ جو فوج ایسے بُرے اصول کی بنا پر مقرر کی گئی ہو اس سے جو کچھ بُرائی سرزد نہ ہو کم ہے۔ چنانچہ اس وقت سے اب تک یہی فوج ایران میں ردس کو سازش اور ظلم کرنے کیلئے ایک عمدہ آلہ ہو گئی ہے۔ اس فوج میں پندرہ سو سے سولہ سو تک سپاہی ہونے چاہیے تھے۔ مگر کبھی اتنے نہیں بھرتی ہوئے حالانکہ گورنمنٹ ایران سے اس کیلئے پوری تعداد کی تنخواہ وصول کی جاتی تھی۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ جو وقت میں طہران میں تھا اس تعداد میں کئی سو کی کمی تھی تاہم بیچارہ مفلس گورنمنٹ ایران سے ہمیشہ پوری تنخواہ کا مطالبہ ہوتا تھا اور کل رقم وصول کی جاتی تھی۔ کبھی یہ نہ ہوا کہ تعداد کی کمی کی وجہ سے اس مطالبہ میں کمی ہوئی ہو۔ اور اس کے علاوہ جو بڑی بڑی رقبین کرنیل صاحب یا دوسرے افسر وصول کر لیتے تھے اسکا کچھ حساب ہی نہ پیش ہوتا تھا۔ ایک دفعہ جب محمد علی کے مقابلے کیلئے فوجی

تیار یلین ہو رہی تھیں تو اوس وقت مجھ سے مصمصام السلطنت وزیر اعظم نے یہ کہہ کر اس بریگیڈ کے کرنیل صاحب کو غیر معمولی اخراجات کیلئے رقم دینی چاہیے جسکا وہ مطالبہ کر رہے ہیں۔ میں نے مصمصام السلطنت سے اقرار کیا کہ میں انھیں رقم دون گا۔ چنانچہ میں نے کرنیل کو ایک خط لکھا اور اون سے حسابات کا ایک گوشوارہ طلب کیا تاکہ مجھے معلوم ہو کہ جن اخراجات کیلئے رقم دی جا رہی ہے وہ گورنمنٹ پہلے ادا کر چکی ہے یا نہیں۔ کرنیل صاحب نے حساب دینے سے قطعی انکار کیا۔ اور یہ نہ بتایا کہ جو رقم اون کو وصول ہوئی تھی کس طرح صرف کی گئی۔ بلکہ اوتھون نے سفارت خانہ روس کو یہ شکایت لکھ بھیجی کہ میں ان کے مطالبہ کی ادائیگی سے انکار کرتا ہوں۔

سرکاری مالگزاری تحصیلنے میں ایک خاص وقت جو مجھے پیش آئی وہ یہ تھی کہ خیانت مجرمانہ یا اسی طرح دوسرے جرائم کے لیے کوئی تعزیری قانون نہ تھا۔ جس کی وجہ سے ایک ٹیکس کلکٹر یا کوئی سرکاری عہدہ دار جس کی امانت میں سرکاری رقم رہتی تھی آزادی سے اوس میں خیانت کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ اسے نہ کا کچھ ڈرنہ تھا اور وہ یہ جانتا تھا کہ نہ کسی قسم کی کچھ باز پرس ہوگی اور نہ کیا جائیگا جس حالت میں اس قسم کے جرائم کی کچھ سزا ہی نہ تھی تو ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا اور نقص زیادہ تر خائن عہدہ داروں کی عام رشوت ستانی اور تغلب کی وجہ سے تھا۔ جو ایران کے انتظام ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس سے ناظرین اندازہ کر سکتے

ہمیں کہ اگر موجودہ مہذب مالک میں خیانت جرمانہ اور سرکاری تعذب کے تغیری قوانین منسوخ کر دیئے جائیں تو اسکا اثر کیا ہوگا۔ ایران کی عدالیتیں بھی ایک عجیب طرز معجون تھیں اول تو عدالتوں کی تعداد ہی کم تھی۔ اور اگر کہیں کہیں ان کا وجود بھی تھا تو بہت ہی بے ترتیب اور خراب حالت میں۔ بجائے انصاف کرنے اور انسداد جرایم کے سرکاری عہدہ داروں کے لیے زرکشی کا ایک عمدہ ذریعہ تھیں اور جو لوگ ان عدالتوں میں مقرر ہوتے تھے وہ لکھو کھا کسانوں اور دوسری رعایا پر ظلم کر کے اپنی جیبیں بھرتے تھے۔ اگر گورنمنٹ ایران نے ایسی خائن عہدہ داروں کو سزا دینے کیلئے کچھ کوشش بھی کی تو محض انتظامی کوشش ہوتی تھی یا پولیس کے ذریعہ سے کچھ تدارک کر دیا جاتا تھا۔ اگر مقامی پولیسکل حالت یا رعایا کی طرف سے کسی خاص خائن عہدہ دار کی نسبت شکایت ہوتی یا اس کی وجہ سے کوئی جوش ہوا تو اس وقت گورنمنٹ اس عہدہ دار کی گرفتاری کا حکم دیتی تھی اور شہر میں تشہیر کر کے جیلخانہ بھیج دیتی تھی۔ یہ جیلخانہ عموماً پولیس کا تہانہ ہوتا تھا یہ حالت خاص طهران کی تھی جو میں نے بیان کی۔ صوبہ جات کا ذکر نہیں۔ جہاں گورنروں کو ہر قسم کا اختیار تھا۔ وہاں کسی شخص ملزم کو گرفتار کرنے اور اس کے مقدمے میں تحقیقات کرنے کی عموماً یہ غرض تھی کہ وہ خود یا اس کے اعزا اور دوست اجاب مجبور ہو کے ایک معقول رقم گورنر صاحب کو نذر کریں۔ شریف وکیل سرکار مدعی اور رنج یہہ کل جیشین ایک گورنر صاحب میں ہوتی تھیں۔

اس وجہ سے مجھے اس بات کی سخت ضرورت پیش آئی کہ سرکاری ملازمین کی تہنیت کیلئے یا ناوہند محصول گزار کیواسطے طہران میں حوالات گھر قائم کروں جہاں خزانہ کے عہدہ داروں کا ایک غسل ایسے لوگوں کو حوالات میں بھیج سکے۔

میں نے اپنی خدمت کا جائزہ لیتے ہی کل وزراء کو لکھ بھیجا کہ آئندہ سے کوئی رقم نہ دی جائے گی جب تک کہ ایک تحریری مطالبہ اُس پہنچے ہوئے فارم پر جو میں نے بنایا ہے پیش نہ ہو۔ یہ فارم صدر المہام خزانہ کے نام تھا اور فریخ و فارسی و دونوں زبانوں میں چھپا ہوا تھا۔ اور اس میں ایک خانہ کیفیت کا بھی تھا جس میں رقم مطلوبہ کی شرح درج کی جاتی۔ میری اس تجویز کو کبٹ کے اکثر عہدہ داروں نے پسند کیا۔ غالباً او محفون نے یہ خیال کیا کہ اس کی خانہ پری کر دینا پس اس کے بعد اور کچھ کام نہیں۔ صدر المہام خزانہ رقم دیدیا کریں گے۔ چنانچہ فوراً یہ فارم میرے پاس سے شگنا شروع ہوئے اور کئی ہفتہ تک میرے دفتر میں روپیہ کیلئے ان فارمون کی بوجھ رہی۔ بعض مطالبات عجیب و غریب قسم کے تھے۔

رفتہ رفتہ ان عہدہ داروں کو معلوم ہوا کہ محض ان فارمون کا پیش کرنا صدر المہام خزانہ کے اطمینان کیلئے کافی نہیں ہے جب تک کہ رقم مطلوبہ کے جواز کا کافی اطمینان نہ کرایا جائے۔ بعض مطلوبہ تو ایسے تھے جنہیں دیکھ کر ہنسی آتی تھی۔ چنانچہ تمثیلاً چند بیان کئے جاتے ہیں۔ دو فرامیسی سیاح جو دنیا کی سیاحت کیلئے نکلے تھے اثناء سفر میں طہران بھی آئے اور نائب السلطنت سے ملنے گئے۔ دوسرے دن

میرے پاس وزیر امور خارجہ کا ایک مطالبہ پہنچا جسے دیکھ کر مجھے تعجب ہوا اس میں یہ درج تھا کہ حسب الحکم نائب السلطنۃ ان دو سیاحوں کو سو تو مان بطور انعام دلائے جائیں۔ خیر اس وقت تو میں نے کوئی اعتراض نہ کیا اس لیے کہ خواہ مخواہ ایک بڑی فریخ پبلک کیساتھ ایک بین الاقوامی مسئلہ چھڑ جاتا۔ میں نے سو تو مان تو دیدیئے مگر وزیر امور خارجہ کو آگاہ کیا کہ جدید قواعد کی رو سے خزانہ عامہ کا روپیہ صرف کرنے کیلئے کوئی معقول وجہ ہونا چاہیئے۔ ایک دوسرے موقع پر وزارت امور داخلہ کے مستوفی صاحب میرے پاس تشریف لائے اور بہت سے سلام کر کے ایک مطالبہ پیش کیا جس پر وزیر اعظم کے دستخط تھے۔ اس مطالبہ کا لفظی ترجمہ یہ تھا کہ سعید فتح اللہ کو جو اپنے گدھے سو گر گئے ہیں اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ سو تو مان دیئے جائیں۔ ان بچارے مذہبی حضرت کو جنہیں یہ صدمہ پہنچا تھا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ صدر المہام خزانہ ان کے اس دعویٰ میں کوئی انصاف کی جھلک نہیں دیکھتے تو محضین بہت تعجب ہوا اور وہ رنجیدہ ہوئے۔

ایک دفعہ وزیر دربار دو مطالبہ لیکر میرے پاس آئے جن میں ایک مطالبہ شاہی اڈٹوں کے تیل کے لینے تھا اور دوسرا علیحضرت شاہ ایران کی موٹروں کی گھانس کیلئے۔ یہ مطالبہ دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا۔ سوائے ایران کے اور دنیا میں کہیں اڈٹوں کیلئے تیل اور موٹروں کیلئے گھانس نہ درکار ہوتی ہوگی مگر

یہ دونوں مطالبے بالکل صحیح تھے۔ اس لیے کہ ایران میں ایک خاص قسم کا تیل اوٹون پر ملا جاتا ہے تاکہ اُن کی جلد چکنی رہے اور شاہی موٹر خانہ کے ملازمین کو بجائے نقد کے گھانس منشن میں دی جاتی تھی۔ میں نے یہہ دونوں مطالبے منظور کیے۔

جب ستمبر کے آخر میں اس بات کا یقین ہو گیا کہ محمد علی طہران تک نہ آ سکیگا تب میں نے شمالی حصہ ملک کیلئے ضوابط کا ایک خاکہ کبنت کے سامنے پیش کیا۔ میرے خیال میں بلحاظ وقت ان ضوابط کی بڑی ضرورت تھی۔

اس میں اندیشہ صرف اتنا تھا کہ اگر ہم مجلس سے جبکہ وہ اصلاح و مال کو جوش میں تھی اختیار حاصل کر نہیں کامیاب نہ ہوتے اور پھر ذرائع انجام دینے کی اجازت ہی نہ پاتی تو اس صورت میں

ہمیں منجملہ ان دو باتوں کے ایک بات اختیار کرنا ہوتی۔ اول ہم سال میں چھ مہینہ ایران کی حالت کو مطالع کرنے میں صرف کرتے اس کے بعد تفصیلی قانون کا مسودہ تیار کر کے پیش کرتے جس میں تحصیل مالگزاری۔ نئی آمدنی پیدا کرنے کے ذرائع اور سرکاری محال کا خرچہ و درج ہوتا۔ دوسری صورت یہ تھی جو ہم نے اختیار

کی وہ یہ کہ جلدی سے ایک عام سیدھا سا دھاقانون بنا کے مجلس سے پاس کر لیا جس سے صدر الہام خزانہ کو ایران کے مالی معاملات کا ضروری اختیار مل گیا

اس میں شک نہیں کہ اس دوسرے طریقہ میں بہت سی دقیقین حائل تھیں۔ اس لیے کہ ہم نے بڑی ذمہ داری کا بوجھ اپنے سر لے لیا تھا اور ایسی ابتر اور دشواری

گورنمنٹ کی اصلاح میں دفعتاً ہاتھ ڈالنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر ہمیں پہلے سے کچھ تجربہ ہو چکا تھا اس لیے ہم نے وہی طریقہ اختیار کرنا بہت مناسب سمجھا۔ اصل یہ ہے کہ ایران کی مالی حالت ایسی نازک ہو رہی تھی کہ اگر فوراً کوئی عملی تدارک نہ کیا جاتا تو ملک کے دیوالیہ ہونے میں کوئی کسر ہی نہ باقی تھی۔ اور دیوالیہ ہونے کی صورت میں طہران بلکہ تمام سلطنت میں لوٹ مار شروع ہو جاتی۔ اور ہر قسم کی اتبری پھیلتی۔

چنانچہ پہلا کام یہ تھا کہ سرکاری رقم پر پورا اختیار حاصل کیا جائے۔ تب اس کی مدد سے دوسرے محکموں کی اصلاح کی جائے اور وہاں جو غلبہ جاری تھا اسکا انسداد ہو اس طرح سرکاری آمدنی اور خرچ کا صحیح اندازہ ہو سکے اس کے بعد نئے قانون پر غور کیا جائے اور جدید طریقہ حساب و تنقیح جاری کیا جائے۔

جون ہی مجلس نے ۱۳ جون کو قانون پاس کیا میں نے یہ کوشش کی کہ ایرانی اور غیر ملکی دونوں اس قانون کی غرت اور پابندی کریں یوں تو روپیہ حکومت۔ اختیار اور جرات وغیرہ کی وقعت بہت تھی مگر جو چیز اہل ملک کے حقوق کی حفاظت کے لیے چاہیے یعنی قانون اس کی کوئی پروا نہ کرتا تھا۔ ایران میں قانون اور بالخصوص قانون مال کی طرف سے بالکل بے اعتنائی کی جاتی تھی۔ میرے جائزہ لینے سے کئی عرصے پہلے مجلس نے ایک قانون اس طرح بنایا تھا کہ فرانسیسی قانون کے بہت سے وفات لیکر ایک جگہ جمع کر دیے تھے۔ یہ قانون کئی ہندسے

نافذ تھا مگر کسی عہدہ دار کو نہ اس کا علم تھا اور نہ اس کی پابندی کرتا تھا۔ سب بڑے فخر کیساتھ اس قانون کے وجود کا اعلان تو کرتے تھے مگر لوٹ میں اسی طرح مشغول تھے۔

چنانچہ گذشتہ موسم گرما میں خانہ جنگی کی وجہ سے جو ہنگامہ اور ابتری پھیلی تھی وہ کم ہونے لگی تو میں نے اس غرض سے کہ اہل ایران قانون کی پابندی کریں بعض بڑے بڑے نادہند امرا جیسے علاء الدولہ پرنس فرمان فرما اور سپہدار سے سرکاری محال کی ادائی طلب کی۔

علاء الدولہ کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا اس سے ناظرین بخوبی واقف ہیں۔ جب پرنس فرمان فرمانے دیکھا کہ میں سرکاری محاصل وصول کرنے پر پورا آمادہ ہوں تو وہ کونسل وزرا کے پاس گئے اور دستوری حکومت کیلئے اپنی کارگزاریاں بیان کر کے وزیر اعظم کے شانہ پر منہ رکھ کے ردینگی۔ وزرا کے کونسل اس حرکت سے ایسے متاثر ہوئے کہ انھوں نے نہایت ملائم الفاظ میں مجھے ایک خط لکھا کہ پرنس فرمان فرما سے محاصل کا تقاضہ نہ کیا جائے جب تک کہ مجلس وزرا اس معاملہ میں بخوبی غور نہ کر لے۔ پرنس فرمان فرما خود یہ خط لیکر میرے پاس آئے میں نے ان سے کہا کہ آپ کو اختیار ہے خواہ کل واجب الادا محاصل کل تک ادا کر کے بدستور اپنے دلیرانہ خدمات دستوری حکومت کیلئے انجام دیتے رہیں یا مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے ابنا ر قانون پر قبضہ کر لوں۔ اور آپ کو

ادائی محصول کی رحمت سے بچاؤن۔ میں نے کونسل وزیر کو لکھا کہ اگر وہ جہزانی کر کے گورنمنٹ کے اور دوسرے معاملات کو دیکھتے رہیں تو میں کوشش کر کے تحصیل حاصل کا انتظام کروں گا۔ دوسرے دن پرنس فرمان فرمانے حاصل واجب الادا کا ایک بڑا حصہ ادا کر دیا۔ گو ہم نے اُن کے ایک علاقہ میں بنا ہوا پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ پرنس فرمان فرما وہ حضرت امین جنھوں نے اپنے زمانہ ملازمت میں کئی لاکھ ڈالر جمع کر لیے تھے۔ یہ کچھ عرصہ تک ایک صوبہ کو گورنر خیر رہ چکے تھے اور کبنت وزیر کے ایک رکن بھی تھے۔

نئے معلوم ہوا کہ سپہدار کے ذمہ بہتر نرار تومان بقایا باقی ہے۔ انھوں نے ایک چال یہ چلی کہ سرکار پر دس لاکھ تومان کا ایک مطالبہ پیش کیا اور یہ کہہ کر کہ ۱۹۰۹ء میں جو فوج انھوں نے رشت میں تیا کی اور جس نے خدایوں کے ہاتھ ملکر محمد علی سے طہران چھینا اُس کے لیے اتنے تومان صرف ہوئے تھے اس کے علاوہ خود انھوں نے جو قومی خدمات اس معرکہ میں انجام دیئے اُسکا حق المعادہ بھی اُن میں شامل ہے۔ انھوں نے یہ بیان کیا کہ گورنمنٹ کو چاہیے کہ انہیں اور اُن کی اولاد کو دس پشت تک ہر قسم کے محصول سے معاف کر دے۔ چونکہ سپہدار کے پاس لاکھوں کی دولت تھی اور شمالی ایران میں ایک بڑی جاگیر کا مالک بھی تھا اس کے علاوہ اس وقت اُن کی اولاد اتنی تھی کہ کبھی یہ گمان نہ ہو سکتا تھا کہ اُن کا خاندان حشر تک مفقود ہوگا بلکہ یہ یقین تھا کہ

کہ اڑحائی سو برس کے بعد اُن کی اولاد کی تعداد اتنی ہوگی کہ سارے ایران کی محصول طلب جائدادیں اُنھیں کے قبضہ میں ہوں گی جس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ سرکاری آمدنی کچھ ہی نہ رہیگی۔ آخر کار وہ اپنا محصول ادا کرنے پر راضی ہوئے بلکہ اپنے ایک فرزند کو حکم دیا کہ اپنی جاگیر سے غلہ سنگا نیکیے لے جانا نہ بھیجن اسے میں گورنمنٹ روس کا الٹیٹیٹم پیش ہو گیا جس سے اُنھیں پھر جرأت ہوئی کہ صدر المہام خزانہ کی مخالفت کریں اور سرکاری محصول نہ دیں۔

اگر ۱۳۔ جون کے قانون سے مجھے اختیار نہ ملا ہوتا تو میں کچھ نہ کر سکتا۔ یہ کہہ دینا آسان ہے کہ بغیر اس قانون کے بھی بختیار یون اور دوسری فوجوں کیلئے روپیہ کا انتظام ہو سکتا جو گورنمنٹ کی طرف سے محمد علی اور سالار الدولہ کے مقابلہ کیلئے بھیجی گئیں۔ مگر اختیار ملنے سے یہ ہوا کہ میں ایک حد تک خزانہ کو ان لٹیروں کے ہاتھ سے بچا سکا ورنہ وہ تو وہی مفتوں میں سارا خزانہ خالی کر دیتے نائب السلطنت نے کئی دفعہ مجھے بیان کیا کہ گذشتہ موسم گرما میں میں نے بختیار سی سرداروں اور کینٹ وزرا کے ناجائز اور فضول مطالبات کو جوڑو کا اس کی بدولت سرکار کو علاوہ اُن اخراجات کے جو باغیوں کے مقابلہ میں فوجیں بھجئے اور اُن کی سہرا ہی کرنے میں عائد ہوئے بیس لاکھ تومان پس انداز رہے۔

جب میں گذشتہ فروری میں انگلستان گیا تو اس وقت اجار لندن ٹائیس نے

جو مجھ پر ہر طرح کا اعتراض کر کے ٹھک گیا تھا اب یہہینا اعتراض کیا کہ مجھے
سلطنت روس و برطانیہ سے یہہ توقع ہی نہ رکھنا چاہیے تھی کہ وہ قانون مورخہ
۱۸۶۱ء جون کیساتھ جس کی روسے مجھے ایران کے مالی معاملات میں پورے
اختیارات ملے تھے اتفاق کر دینا کی اس لیے کہ ممکن تھا کہ وہ قانون اُن کے
خاص اغراض کے خلاف ہوتا۔ یہہ اعتراض محض اس امر پر مبنی تھا کہ اُس قانون
میں بعض ایسے دفعات تھے جن سے ان سلطنتوں کے مالی یا دوسرے
قسم کے حقوق پر برا اثر پڑتا۔ حالانکہ یہہ اعتراض اصل حقیقت کے بالکل برعکس
تھا اس لیے کہ کل قرض کے معاملات جو گورنمنٹ ایران اور ان سلطنتوں کے
درمیان ہوئے اُن کی باقاعدہ دستاویزین موجود تھیں اور اُن کی ادائیگی کی
پوری ضمانت کیلگی تھی کسی قسم کا قانون ان ضمانتوں پر کوئی برا اثر نہیں ڈال
سکتا تھا۔

ایران کے مالی معاملات پر پورا اختیار رکھنے کی ضرورت اس لیے نہ تھی کہ
مختلف قرضوں کی ضمانت میں کوئی تبدیلی کی جائے بلکہ اس اختیار سے صدر المہام
خزانہ کی اصل غرض یہہ تھی کہ جو بددیانتی۔ رشوت ستانی اور تغلب ایرانی عہدہ داروں
میں پھیلا ہوا ہے اس کا انسداد کیا جائے اور اندرونی محاصلات سرکار کو
وصول ہوں اس سے قرض خواہوں کا سرسرفائدہ تھا اس لیے کہ اگر کیوقت
وہ محاصل جو کہ کفالت میں مکفول تھے کافی نہ ہوتے تو سرکاری خزانہ سے اقساما

معینہ باسانی ادا ہو سکیں۔

دوسرے الفاظ میں یہ کہنا چاہیے کہ مالی انتظامات پر معقول اختیار رکھنی ضرورت محض اندرونی اسباب کی وجہ سے تھی۔ بیرونی قرضوں سے اسے کوئی تعلق نہ تھا البتہ قرضہ کی ادائیگی میں زیادہ سہولت ہو جاتی۔ اگر اس طرح کا کوئی قانون پاس نہ ہوتا تو مالی اصلاح میں کسی قسم کی ترقی غیر ممکن تھی اور صدر المہم خزانہ مع اپنے مددگاروں کے بیکار سرکاری عہدہ داروں سے لڑتے رہتے۔ جن کی خود غرضی یہہ چاہتی تھی کہ بدستور اتری پھیلی رہے اور کسی قسم کی اصلاح نہ ہونے پائے۔

ایران کے مالی معاملات میں خواہ کیسے ہی سخت اصلاح کیوں نہ کیجاتی اس سے بیرونی قرضوں کو بچانے کی قسم کا نقصان پہنچنے کے ان کے دیون کی اور حفاظت بڑھ جاتی۔

مجھے پہلے جو غیر ملکی صیغہ مال کے عہدہ دار مقرر ہوئے تھے ان کو تجربہ سے معلوم ہو گیا کہ بغیر اختیارات کامل کسی قسم کی اصلاح یا ترقی محال ہے محض عہدہ داروں پر بھروسہ کرنا بالکل بیسود ہے اس لیے کہ وہ ہمیشہ بار بار بدلتے رہتے ہیں۔ اور اپنے تئیں ایران کے مالی معاملات کا مقتدر حاکم سمجھتے ہیں۔

گو ایران میں اب تک کوئی سرکاری بجٹ مرتب نہ کیا گیا تھا تاہم جب ہم لوگوں نے مال کا کام اپنے ہاتھ میں لیا تو چند ہی روز میں ہم نے یہہ دریافت کر لیا

اگر کل آمدنی وصول ہو جائے تب بھی سالانہ ساٹھ لاکھ تومان کی کمی پڑتی ہے۔ سال گذشتہ کی آمدنی میں سبجہ بچاس لاکھ تومان نقد اور پچیس کے دس لاکھ تومان سرکار کو وصول ہوئے تھے لہذا ساٹھ لاکھ کی سالانہ کمی بہت جلد ایک کروڑ دس لاکھ تک پہنچتی اگر ہم زیادہ آمدنی وصول کرنے کی کوشش نہ کرتے۔ اس کے علاوہ مختلف وزارت خاٹون کے اخراجات بہت زیادہ بڑھے ہوئے اور فضول تھے۔ اسپین شک نہیں کہ ایک عمدہ انتظام کیلئے وہ اخراجات چندان زائد نہ تھے مگر اس امر کا لحاظ کر کے کہ رعایا کو ان وزارتوں کے وجود سے کوئی نفع نہ تھا وہ اخراجات بہت زیادہ تھے۔ لہذا یہ امر نہایت ضرور تھا کہ ان اخراجات کو گھٹانے کی کوشش کی جائے اور سرکاری آمدنی اور اخراجات میں جو بڑا فرق ہے کم کیا جائے۔

چنانچہ مین نے کبنت وزرا اور مجلس کے سامنے ایک تجویز پیش کی کہ کل سرکاری و فائرمین حسب ضرورت تخفیف کی جائے۔ مین کسی مہینہ تک مختلف وزرا کیساتھ محنت کرتا رہا اور انھیں آما وہ کیا کہ اپنے اپنے و فائرمین کا بجٹ تیار کریں تاکہ مجھے معلوم ہو کہ جو مطالبات خزانہ پر بھیجے جاتے ہیں۔ ان میں کون سے مدات قابل منظور ہیں مگر وہ سب کسی نہ کسی بہانہ سے ٹالتے رہے اور بجٹ تیار نہ کیا۔ یہاں تک کہ مین نے عاجز ہو کر خود اپنے و فائرمین ہر وزارت کے ضروری اخراجات کا موازنہ بنایا اور یہ کہہ دیا کہ اس سے زیادہ نہ دیا جائیگا خواہ کیسی ہی بڑی شکایت یا ضرورت پیش ہو اور آخر میں مین نے وزارت جنگ کا ایک موازنہ تیار کیا۔

سب سے زیادہ وزیر جنگ صاحب ہی شور مچاتے تھے اور ہمیشہ بلوہ کی دھمکیاں دیتے رہتے تھے۔ مین نے تفصیل وار یہ دیکھا کہ ایک عمدہ پندرہ ہزار فوج کے لیے بیس لاکھ تومان سالانہ کا خرچہ باکمال کافی ہے اس میں پیدل سوار اور توپ خانہ سب عمدہ طور پر مسلح اور باقاعدہ رہ سکتا ہے بلکہ افسروں اور سپاہیوں کو جو تنخواہیں اب دی جاتی ہیں اس سے زیادہ تنخواہیں بھی دی جاسکتی ہیں۔ حالانکہ وزیر جنگ سالانہ ستر لاکھ تومان وصول کرتے تھے مگر ان کے پاس پانچ ہزار فوج بھی ایسی نہ تھی جو عمدہ باقاعدہ فوج کہی جاتی۔ چند فاقہ مست پھٹی ہوئی درویشان پہنے سپاہی تھے بس یہی جرار فوج تھی۔

وزارت جنگ کا تغلب ایسا بین تھا کہ کونسل وزراء کو بھراس کے کچھ چارہ نہ ہوا کہ میرا مجوزہ موازنہ فوراً منظور کرے۔ صمصام السلطنت جو وزیر جنگ تھے اپنے دوسرے اعزہ اور ہمارے پڑانے دوست امیر اعظم نائب وزیر جنگ کے بہکانے سے اس بھٹ کی تعمیل کے متعلق ضروری احکام دینے سے انکار کرتے رہے۔ گو امخون نے متواتر یہ وعدہ کیا کہ اب احکام جاری کریں گے جبکہ نتیجہ یہ ہوا کہ مین نے وزارت جنگ کے مطالبات کا رویہ دینے سے انکار کیا اور جس قدر فوج طہران میں موجود تھی اس کی تنخواہ بلا واسطہ وزارت جنگ خزانہ سے ادا کی۔ مین نے ناموں کی فہرست سے جو وزیر جنگ نے پیش کی تھی۔ تقریباً ایک سو نام نکال ڈالے۔ یہ لوگ جنرل اسٹاف آفیسر فوجی کونسلر۔ ماہرین فنون جنگ۔ فوجی دکناء فوجی مسلم

اور فوجی پروفیسر کہلاتے تھے اور یہ بد معاش ہزار ہا ڈالر تنخواہوں کے نام سے وصول کرتے تھے اور کل محکمہ جنگ میں خاص ابتری کا باعث یہی تھے۔ ان لوگوں نے بہت کچھ شور مچایا اور قہین کھائیں کہ مجھے مار ڈالیں گے اور فوج میں بلوہ کرادیں گے مگر کچھ نہ ہوا اصل یہ ہے کہ جب فوج کو خزانہ سے پوری تنخواہ ادا کر دی گئی تو سپاہیوں کو اطمینان ہو گیا اور گویا ان کی زندگی میں پہلا موقعہ تھا کہ انہیں سالم تنخواہ وصول ہوئی اور اس میں کسی قسم کی وضعات نہ لگیں ایسی صورت میں ظاہر تھا کہ وہ کیوں ہنگامہ کرتے۔

دوسری تجویز میں نے مداخل و غارج کو برابر کرنے کے لیے یہ پیش کی کہ جدید معصولات کیلئے ایک قانون بنایا یہ قانون کونسل و ذرا کی منظوری کیلئے پیش کیا گیا اس میں حسب ذیل تغیرات تھے۔

(۱) افیون کے موجودہ ٹیکس میں اضافہ کیا جائے۔ یہ ٹیکس اگرچہ اصولاً ایران میں ممنوع ہے مگر علاء ممنوع نہیں۔ چنانچہ اس ٹیکس میں اضافہ ہو سکتا ہے اور اس سے سرکاری آمدنی بڑھے گی۔ البتہ اس کیلئے زیادہ عملہ رکھنا ہو گا۔ تاکہ افیون کی تجارت پر کافی نگرانی ہو سکے۔

(۲) شراب پر محصول بڑھایا جائے چونکہ مجلس سے اس کی منظوری ممکن نہ تھی

لہٰذا چونکہ ایران کامرکزی مذہب اسلام ہے اس لیے مجلس شراب پر محصول بڑھانے کیلئے کوئی سرکاری حکم نہ دیکھتی تھی نہ یہاں شراب کا استعمال مسلمانوں میں بالکل منع ہے۔

جس کی تعداد گیارہ لاکھ پونڈ ہے اور دیا جائے اور باقی رقم بعض ایسے کاموں میں صرف کی جائے جس سے ملک کی آمدنی بڑھے۔ اس روپیہ کا کوئی حصہ گورنمنٹ کے معمولی اخراجات میں نہ صرف ہو۔

اس رقم قرض سے جو آمدنی ہو وہ حسب ذیل کاموں میں صرف کی جائے تاکہ آمدنی میں اضافہ ہو۔

(۱) قدامت سڑکیں۔

(۲) محصلہ لبنندی کی غرض سے کل شہروں اور ضلعوں کی مردم شماری کی جائے۔

(۳) جنگلات اور معدنیات کی پیمائش ہو۔

(۴) خالصہ کی پیمائش کی جائے۔

(۵) خزانہ کی فوجی پولیس کے لیے ضروری اسلحہ وغیرہ خریدے جائیں اور بارکین تعمیر ہوں۔

(۶) موجودہ سڑکوں کی مرمت کی جائے اور بعض نئی سڑکیں بنائی جائیں۔

(۷) ایران کے مختلف مقامات میں آبپاشی کے ذرائع مہیا کیے جائیں۔

ان تجاویز کے متعلق دستوری حکومت پر جو سخت اعتراض کیا گیا وہ یہ تھا کہ

دستوری حکومت نے رعایا کے فائدہ کیلئے عملاً کوئی کام نہیں کیا۔

میں نے ایک تجویز یہ پیش کی کہ گورنمنٹ ایک قانون پاس کرے جس کے

رو سے حسب ذیل آٹھ ریلین مناسب وقت پر تعمیر کجائیں یا ان کی تعمیر کیلئے وقتاً فوقتاً
اجارے دیئے جائیں۔

پہلی لائن۔ محضرہ سے خرم آباد اور ہمدان تک۔
دوسری لائن۔ خانیقین سے کرمان شاہ اور ہمدان تک۔
تیسری لائن۔ ہمدان سے قزوین تک۔

چوتھی لائن۔ بندر عباس سے کرمان نیر و اور طہران تک اور وہاں سے
ایک شاخ اصفہان تک۔

پانچویں لائن۔ بوشہر سے شیراز اور اصفہان تک۔
چھٹی لائن۔ جلفہ سے تبریز۔ زندجان۔ قزوین اور طہران تک۔ پھر قزوین سے
ایک شاخ بھرکپین کے بندر گاہوں تک۔

ساتویں لائن۔ زندجان سے ہمدان تک۔
آٹھویں لائن۔ بندر عباس سے شیراز تک۔

مین نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ اس قانون میں ایک فقرہ بھی بڑھا دیا جائے
کہ خانگی لوگوں کو غلہ اور دوسری ضروریات زندگی کی چیزیں انبار خانوں میں جمع
کرنے کی ممانعت کی جائے۔

اگر میری تجویز کے موافق قانون ٹیکس پاس ہو جائے تو مین نے یہ تجویز کیا تھا کہ
ملک کی آمدنی میں سالانہ پچاس لاکھ تومان اضافہ ہوگا اور رعایا کو مطلق بار نہ گزریگا

اس کے علاوہ تمہکات پنشن یا پرامیٹری نوٹ جاری کر بیسے گورنمنٹ کو سالانہ
میں لاکھ تومان کی بچت ہرگی۔

کونسل وزرانے ۲۳ ستمبر ۱۹۱۱ء کو میرے یہہ تجاویز منظور کیے اور مجھ سے
کہا گیا کہ مجلس میں پیش کرنے کیلئے ایک مسودہ قانون تیار کر دن کہ اتنے میں
روس نے اٹیٹیم بھیج دیئے۔

ایران کی مالی حالت کی خرابی منجملہ اور اسباب کے ایک یہہ عجیب و غریب
وظائف تھے جن کیلئے سرکار کو کل ملک میں ایک لاکھ آدمیوں کو تیس لاکھ
تومان نقد اور جنس دینا ہوتے تھے۔

دستوری حکومت کو یہہ زیر باری بادشاہان ماسبق کے عہد حکومت سے
گو یا درفشہ میں ملی تھی۔ گو مجلس نے بھی چند وظائف منظور کئے تھے مگر یہہ وظائف
بعض عہدیدین یا ایسے لوگوں کے نام تھے جنہوں نے قومی خدمت کی تھی یا بعض
لوگوں کے اعزہ کے نام جو دستوری حکومت کے لئے لڑائی میں مارے
گئے تھے۔

اگلے زمانہ میں اگر شاہ اہل و دربار کے کسی لطیفہ۔ شعر یا خوشامدانہ بات سے
خوش ہوتے تھے تو اُسے ایک یا ایک درجن مواضعات کی آمدنی بخش دیتے
تھے یا یہہ حکم دیتے تھے کہ اُس شخص کا نام وظیفہ خوارون کی فہرست میں درج
کر لیا جائے اور اُسے اتنے سو یا اتنے ہزار تومان سالانہ ملا کرین یا اتنے خروار

گجھون یا جو دلایا جائے۔ ان وظیفہ خوارون میں چند ایسے بھی تھے جنہوں نے کوئی سرکاری خدمت بھی انجام دی تھی۔ شاہ کے کل خدمتکار اور خانگی ملازم وظیفہ خوا تھے اور یہہ وظیفہ نسلاً بعد نسل پہلے آتے تھے۔ دہلی میں نو وظیفہ تو محض رعایتی تھے۔ کل امراء کے نام بڑے بڑے وظائف تھے۔ کوئی صوبہ ایسا نہ تھا جہاں وظیفہ خوار نہ ہوں۔ سب سے بڑی تعداد پھر ان میں تھی۔

دستوری حکومت کبھی یہہ کل وظیفہ یا ان کا کوئی جز دادانہ کر سکی۔ وزیر اہمال اور دوسرے بڑے عہدہ داروں کو اس کی وجہ سے خانگی تجارت کرنے اور منفعت اٹھانے کا بڑا موقعہ ملتا تھا۔ ہر سال ان وظیفوں کیلئے سرکاری احکامات تو جاری ہوتے تھے۔ مگر کبھی خزانہ سے ان کا روپیہ نہ وصول ہوتا تھا۔ چنانچہ یہہ وظیفہ خوار لوگ ان احکامات کو فروخت کر ڈالتے تھے اور کبھی اصل رقم سے صرف پندرہ فیصدی قبول کر لیتے تھے۔ بہت سے دوکاندار اور کبھی کبھی دولتمند تاجر ان احکامات کو گویا مفت خرید لیتے تھے اور نیشن کلکٹروں کے حوالہ کرتے تھے جنکا پیشہ یہہ تھا کہ وظیفہ کی رقم تحصیل کریں۔ یہہ لوگ کثرت سے احکامات جمع کرتے تھے اور اس کے بعد بہت سے غریب فلاکت زدہ مردوں اور عورتوں کو کرایہ کے خزانہ پر پہنچتے تھے تاکہ وہاں خوب شور مچائیں اور داویلا کریں۔ یہہ لوگ خزانہ کے دفتر کے گرد جمع ہو کے خوب چختے تھے روتے تھے۔ اپنے سینے کوٹتے تھے اپنے بال نوج ڈالتے تھے اور زمین پر لوٹتے لگتے تھے۔ غرض کہ

اسی طرح کامنڈی حال لاتے تھے اور وظیفہ کے احکامات دکھا دکھا کے یہہ کہتے تھے کہ اللہ انھیں اور ان کے بچوں کو گر سنگی سے بچائے بعض عورتیں اپنے شیرخوار بچوں کو ساتھ لاتی تھیں اور انھیں زمین پر ڈال دیتی تھیں اور ان کیساتھ آہ وزاری میں مشغول ہو کے یہہ دکھانا چاہتی تھیں کہ گر سنگی سے مر رہی ہیں۔ ان تماشائیوں کو اس قسم کا سوانگ لانے سے روزانہ چند فلوکس مل جاتے تھے۔

چونکہ وزرائے مال ایسے تماشوں کے عادی ہو گئے تھے اس لیے وہ کچھ پرواہ نہ کرتے تھے۔ جب تک کہ کوئی اندیشناک واقعہ پیش نہ آئے۔

چنانچہ سال روان اور گذشتہ سینین میں جو احکامات وظیفوں کی ادائی

کیلئے جاری ہوئے تھے وہ ہمیشہ صدر المہکم خزانہ پرے سر پرے اور یہہ بہت دلچسپ کام تھا۔

اکثر وزرائے مال نے خود بہت سے احکامات وظائف میں صدی کی پر

خرید لئے تھے اور اس موقع کے منتظر تھے کہ خزانہ میں کچھ روپیہ آئے تو فوراً

انھیں پیش کر کے نقد وصول کر لیں اس بات سے ایران میں بہت بد امنی

پھیلی اور اکثر عہدہ داروں نے جو اس سازش میں شریک نہ تھے سخت

مخالفت کی۔

گو ان وظائف کی ادائیگیلئے روپیہ آنے کی کوئی امید نہ تھی مگر اتنے

کثرت سے وظیفہ خوار تھے اور ان کا دباؤ اور تقاضہ اتنا زیادہ تھا کہ مجلس کو جرات نہ ہوئی کہ ان وظائف کو تخفیف کرنے کی کوئی تجویز کرے۔

لہذا مین نے گورنمنٹ مین فکٹ وظائف کی تجویز پیش کی۔ اور ایک مسودہ قانون تیار کر کے اپنے خیالات ظاہر کیے۔ کونسل ووزر نے اس تجویز کی تائید کی تب مین نے اراکین مجلس کے پاس اس مسودہ کو بھیجا اور ادھون نے اس کے موافق بحث کی مگر اس عرصہ میں پولیسکل طوفان پھٹ پڑا۔ اس تجویز کو چلانے کیلئے ایک مکمل نقشہ جس میں ملک کا حال، کیفیت رعایا اور پیشہ ورون کے حساب و کتاب درج ہوتے تیار کرنا ہوتا۔

المختصر گورنمنٹ یہ احکامات وظائف ان کی صحت کی تیق کے بعد خود خرید لیتی

اور ان کے عوض میں ہر وظیفہ خوار کے نام پر امیسری نوٹ جاری کرتی جس سے وظیفہ خوار کو پانچ فیصدی سالانہ سود ملتا اور چالیس برس کے بعد اصل رقم ادا کی جاتی اس سے یہ فائدہ تھا کہ چھوٹے چھوٹے وظیفہ خواروں کو سالانہ نصف وظیفہ کے برابر آمدنی ہو جاتی۔ اب رہا بڑے بڑے وظائف ان کیلئے یہ کیا جاتا کہ جو سود ادا ہوتا اس سے اصل وظیفہ کی رقم گھٹ کر ایک چوتھائی رہ جاتی۔

گورنمنٹ کو دو کروڑ پندرہ لاکھ تومان کے پرامیسری نوٹ جاری کرنے ہوتے جن کا سو سالانہ دس لاکھ پچتر ہزار تومان دینا پڑتا حالانکہ اب گورنمنٹ کو سالانہ تیس لاکھ تومان ان وظائف کیلئے دینے ہوتے تھے۔ گورنمنٹ سود کی

رقم بہ آسانی دے سکتی اور اس کا ردوائی سے وظیفہ خواروں کے حق میں بھی کوئی بے انصافی نہ ہوتی اس لیے کہ بجز چند لوگوں کے جو کوئی خاص اثر رکھتے تھے اور کسی وظیفہ خوار کو فی الحقیقت ایک تہائی یا چوتھائی رقم بھی بمشکل وصول ہوتی تھی۔ باقی سب رقم درمیانی لوگوں کے پیٹ میں جاتی تھی۔

ایک اور فائدہ اس تجویز سے یہ تھا کہ ایران میں کثرت سے یہ پرامیسی نوٹ لین دین کے اغراض کیلئے پھیل جاتے جس کی بہت ضرورت تھی کیونکہ معمولی بینک نوٹ یا روپیہ تجارتی معاملات کے لیے کافی اور بکار آمد نہ ہوتا تھا۔

بعض حالتوں میں طہران سے دوسرے اضلاع وغیرہ میں روپیہ بھیجنا بہت دشوار تھا اکثر اوقات آٹھ فیصدی خرچ پڑتا تھا اور ایک فیصدی سے کم خرچ تو ممکن ہی نہ تھا۔ اس کے علاوہ سرکار کو وہ نقصانات پورے کرنے ہوتے تھے جو غیر ملکوں کے بینکوں کو نوٹ یا نقد بذریعہ ڈاک بھیجنے میں پیش آتے تھے۔

اس قسم کے پرامیسی نوٹ جاری ہونے سے لوگوں میں سرکاری ساک قائم ہو جاتی جس کی وجہ سے ایران میں اس طرح کے دوسرے تمکات بھی جاری ہو سکتے اور غیر ملک کے لوگ انہیں خرید کر فائدہ نہ اٹھانے پاتے اور ان کے ساتھ معاملات میں پولیٹیکل وقتیں نہ پیش آتیں۔

ایران میں جو جنگی کے حصول کا مزج اب جاری ہے اس سے ایران کے

شمالی ہمسایہ کی دغا بازی صاف ظاہر ہوتی ہے۔ یہہ نرخ گورنمنٹ ایران اور یورپین
ہمسایہ سلطنتوں کے درمیان بعض شرائط پر معین کیے گئے ہیں اور بغیر ان کی مرضی
کے بدل نہیں سکتے۔ یہہ نرخ موسیوناس کے وقت میں معین کیے گئے تھے
یہہ شخص اہل بلجیم گورنمنٹ ایران کا ملازم تھا۔ موسیوناس شل اپنے دوسرے
ہم وطنوں کے گورنمنٹ روس کا ایک مشہور جاسوس اور بدنام لٹیرا تھا موسیوناس
کی روسی طرف ذرا سی اس نرخ سے صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اس نے جو نرخ معین
کئے ہیں وہ ایران کیلئے بہت نقصان دہ اور روس کیلئے نہایت فائدہ بخش ہیں
دنیا میں ایسے نرخ کہیں نہ ہونگے حالانکہ موسیوناس ایران کا ملازم تھا مگر اس
بے ایمان نے یہہ نرخ معین کرتے وقت اہل ایران کا مطلق خیال نہ کیا۔

ایک بڑا نقص تو یہہ ہے کہ اس نرخ محصول سے روسیوں کا فائدہ ہوتا ہے
اور ایرانیوں کا نقصان۔ یہہ محصول اتنا کم رکھا گیا ہے کہ بمقابلہ آمدنی کے اس محکمہ کا

۷۰ فکری جنگی کے حسابات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ۱۹۰۹ء اور ۱۹۱۰ء میں ایران میں در آمد و بر آمد مال کی
قیمت ۵۴۰ ۵۳۹ ۸۱ تومان تھی جبہ ۲۳۰ ۳۶۳ ۳۶۳ تومان محصول ہوا جس سے صاف ظاہر ہے کہ سارے
چار فیصدی سے بھی کم پڑا۔ اس میں سے جو درآمد و بر آمد مال روس کیسا تھا ہوئی اس کی قیمت ۴۰۰ ۹۱۰ ۹۱۰
تومان تھی۔ چنانچہ جو محصول روسی مال پر لیا جاتا ہے وہ بہت ہی کم ہے جو خاص چیزیں روس سے
ایران میں آتی ہیں وہ شکر اور مٹی کا تیل ہے۔ شکر پر صرف تین فیصدی محصول ہے اور تیل پر
نصف تومان فیصدی۔

خرچ گورنمنٹ ایران پر ایک بڑا بار ہے۔ گو چنگی کی آمدنی بہت معقول ہوتی ہے مگر
 کل تجارتی مال بیرونی یا مقامی پر ایک معقول مساوی محصول لیا جائے تو یہ آمدنی بابائی
 دو چنڈ ہو سکتی ہے۔ غیر ملک کے مالی مشیرون سے مشورہ لینے کا یہ نتیجہ ہے کہ بیچارے
 ناخبر بہ کار ایما دار ایرانیوں پر سن مانے نرخ معین کر دیئے گئے اور جن لوگوں نے
 یہ مشورہ دیا ان کے اغراض کچھ اور ہی تھے انہیں اس کی پرواہ نہ تھی کہ جس ملک
 نمک کھاتے ہیں اس کی بھلائی کا خیال رکھیں۔ موسیوناس نے جو نرخ معین کیئے
 ان سے فی الحقیقت گورنمنٹ روس کی اس خلاصانہ محبت کا پتہ لگتا ہے جس کیلئے
 پندرہ برس سے گورنمنٹ روس ڈھنڈورا پیٹ رہی ہے۔ گورنمنٹ برطانیہ
 کو تجارتی معاملات میں بہت ہوشیار ہے مگر یہ نرخ محصول معین ہوتے وقت
 دھوکے میں آگئی۔ چونکہ برٹش گورنمنٹ کی طرف سے کوئی با اختیار موسیوناس
 وہاں موجود نہ تھا اس لئے گورنمنٹ برطانیہ کو خواہ مخواہ روس کی تیار کردہ نسخہ
 محصول کو پینا پڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود روسی مال ادنیٰ اور خراب ہونے کے
 شمالی ملک ایران کی کل تجارت روسی سوداگروں کے ہاتھ میں ہے۔ روسی مال
 جو ایران آتا ہے اس میں سوائے خشک نمک اور پروردہ مچھلی کے باقی سب
 چیزیں ناقص ہوتی ہیں۔ اسپرٹہ یہ ہوا ہے کہ یورپ سے ایران جو مال آئے
 اسے اپنے ملک میں بجائے گزریں گا ورنہ دار نہیں ہوتا۔ حالانکہ دنیا کے ہر مذہب
 ملک میں یہ طریقہ جاری ہے اور مذہب گورنمنٹوں نے اس کو واجب اور ضروری

تسلیم کیا ہے اُس میں اس طرح کی ذمہ داری کا انتظام نہ ہونے پر یورپ کے تاجر کو
 . بھجوری اپنا مال خلیج فارس بھیجا ہوتا ہے جہاں سے دشوار گزار اور محذوش
 کاروانی راستوں سے وہ ایران بھیجا جاتا ہے ۔ اور برطانیہ یا دوسرے ملک کے
 تاجر کو اپنا مال شمالی حصہ ایران میں بھیجنے کیلئے روس کو چنگی دینی ہوتی ہے اور
 روسی عہدہ داران چنگی کے ناز و نخرہ اٹھانے پڑتے ہیں اور بہت وقت ضائع
 ہوتا ہے ۔

باوجود ایسی سخت زیادتیوں کے روس سے اس معاملہ میں ایک چوک بھی
 ہو گئی ہے جو بہت ہی عجیب معلوم ہوتی ہے ۔ ایک یا دو سال کا عرصہ ہوا کہ گورنمنٹ
 روس دفعتاً چنگی اور اسے معلوم ہوا کہ بین الاقوامی معاہدہ ڈاک پر اس نے بھی
 دستخط کر دیئے ہیں جبکہ روس سے کل پارسل جو ڈاک میں آئیں اور روس کے
 ملک میں سے ہو کے گذرین اُن پر چنگی کا کچھ محصول نہ لیا جائے اور نہ وہ کھولے
 جائیں ۔ اس چوک سے اب یورپ میں مالک کا سامان تجارت بکثرت بندر نیو پارسل
 روس ہو کر ایران آتا ہے جس سے روسی عہدہ دار اور تاجر بہت پیچ و تاب
 کھا رہے ہیں ۔

گذشتہ تیس سال میں بیچارے ایران کو غیر ملک کے ہاتھوں بہت
 نقصانات اٹھانے پڑے ۔ بدعاش اور خود غرض شاہان قاجاریا اُن کے دزارانہ
 اپنی عیش پرستی کے لئے گویا اپنے ملک اور اہل ملک کو نیچ ڈالا ایسے ایسے

معاہدے۔ دستاویزات قرض۔ اجارے اور عہد ناموں پر دستخط کر دیئے ہیں کہ بیچارہ ایران کچھ نہیں کر سکتا۔ روس تو شاہان قاجار کا ہمیشہ قلمبند رہا ہے۔ اور انھیں۔ رزم۔ پلا پلاس کے جو چاہا لکھوا لیا ہے۔ اجاروں پر اجارے حاصل کئے گئے ہیں اور نوبت یہہ پہنچی ہے کہ سارا ملک اجاروں سے ایسا جکڑا ہوا ہے کہ کیسلر دولت کے وسیع ذرائع کام میں نہیں لاسکتا۔

۱۹۱۴ء میں متباکو کے مشہور اجارہ سے ابتدا ہوئی اس کے بعد متعدد اجارے پئے وپئے دیئے گئے۔ بعض تعمیر ریل کے لیے تھے۔ بعض معدنی تیل اور دوسرے معدنیات کیلئے تھے۔ اس کے علاوہ متفرق قرضوں کی دستاویزیں لکھی گئیں۔ اب حالت یہہ ہے کہ اگر ایران کوئی معدن نکالنا چاہتا ہے یا کوئی اور ذریعہ ملک کی آمدنی بڑھانے کا ڈھونڈتا ہے تو شاہ ماسبق کا کوئی نہ کوئی حکم پیش کیا جاتا ہے جسکی وجہ سے مجبوراً دست بردار ہونا پڑتا ہے۔ لاکھوں روپیہ کے نامعلوم دعویٰ اس کے سر منڈھے جاتے ہیں۔ روس کی رعایا ہر قسم کا دعویٰ کرتی ہے اور گورنمنٹ روس ان مطالبات کی باقاعدہ تائید کرتی ہے۔ چالیس لاکھ پونڈ قرض کے معاملہ میں روس کا خاص اعتراض یہہ تھا کہ مین روسی بینک کو جس کی شلخ طہران میں قائم ہے ملک کے اخراجات کا اختیار نہیں دیتا۔ مین یہہ چیز کیسے منظور کر سکتا اس سے تو یہہ مطلب تھا کہ مین روس سے یہہ کہتا کہ وہ گورنمنٹ ایران کو اپنے ہاتھ میں لے۔

جب میں نے ایران کے خزانہ کا جائزہ لیا تو اس وقت علاوہ چار لاکھ چالیس تھالی
تومان کے جو بنیک کو دینا تھے کئی مہینہ سے عہدہ داران سرکار کو تنخواہیں نہیں تقسیم
ہوئی تھیں اور سفر ایران جو غیر مالک میں تعینات تھے انھیں برسوں سے
تنخواہ نہیں ملی تھی۔ میرے پاس برابر خط پر خط آتے تھے۔ اور ان میں نہایت
لجابت کیساتھ ادائی ماہوار کیلئے التجا ورج ہوتی تھی۔ یہ عہدہ دار بیچارے یورپ
میں پڑے ہوئے تھے اور اب تک انھوں نے قرض لیکر کام چلایا تھا۔ جب تک

اس وقت میں نے خزانہ کا جائزہ لیا ہے وہاں ایک جتہ بھی موجود نہ تھا اور ایک معلوم رقم کشمیر
مختلف چکوں سپنڈیوں اور سرکاری احکاموں کی بابت واجب الادا تھی۔ یہ سب سابق وزیر مال
نے جاری کئے تھے سب وجود اس خانہ جنگی کے جو جولائی ۱۹۱۱ء میں شروع ہوئی اور جس کیلئے غیر معمولی
فوجی تیاریوں میں پندرہ لاکھ سے زیادہ تومان صرف ہو گئے اور باوجود کی مالگزاری کے جو سارے
ملک میں ابتری پھیلنے کی وجہ سے ظہور میں آئی تھی۔ میں نے بنیک کا مطالبہ ۴۰۰۰۰۰ تومان کل ادا
کروایا اور گورنمنٹ کے ضروری اخراجات کیلئے سسرانیہ مہیا کر دیا۔ سفر ایران جو غیر مالک میں تعینات
ان کی سب تنخواہیں دیدیں اور کل غیر ملک کے دیون مہیا کر دیئے اس عہدہ میں جو غیر معمولی آمدنی ہوئی
ہوئی وہ قرض کی رقم تھی جو شاہی بنیک سے لیا گیا اور جس سے پہلا قرض اور دوسرے مطالبات جو میرے
آئینے پہلے وقوع میں آئے تھے ادا کر دیئے گئے۔ یہ رقم قرض بعد ان کل ادائیگوں کے بیس لاکھ
تومان تھی جو وقت میں نے، جنوری ۱۹۱۲ء کو اپنی خدمت کا جائزہ دیا اور وقت خزانہ میں نقد ضبط
لاکھ سے زیادہ تومان موجود تھے۔

وہ قرض ادا نہ کرتے ایران واپس نہیں آسکتے تھے اور غرض سیاسی استحقاق کی وجہ سے وہ عدالتی گرفتاری سے بچے ہوئے تھے۔

ایران کی ساکھ دوسرے ممالک میں قائم کر نیکی لیے برسین و رکارتھین۔
مگر جب تک میں وہاں موجود رہا میں نے ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا کہ جب تک روپیہ خزانہ میں موجود نہ ہو میں نے کبھی کسی چک یا حکمنامہ پر اپنے دستخط نہیں کیے میرے دستخطی چک کا روپیہ وصول ہونے میں کبھی کسی کو کوئی دقت پیش آئی اور جب ایرانیوں کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے بجائے بینک نوٹ کے خزانہ کے چک رکھنے شروع کئے اس لیے کہ گورنمنٹ ایران کا کوئی حکم یا مطالبہ فی الفور ادا کروایا گیا۔ صرف خزانہ میں حساب کی کتابیں تھیں جو میں نے ترتیب دی تھیں۔ اس سے پہلے گورنمنٹ ایران کو کبھی ایسے حسابی کتابچوں کا علم ہی نہ ہوا۔ مختلف بینکوں کے ساتھ خزانہ کو جو معاملات رہتی تھی اسکا مکمل حساب ان کتابچوں میں درج تھا اور ہر قسم کی آمدنی یا خرچ کا پتہ ان سے ملتا تھا ایران میں اس سے پہلے کبھی نہ ایسا ہوا تھا اور نہ ایسا کر نیکی کو شمش کی گئی۔

میں نے جائزہ لیتے ہی ایرانیوں کی ایک خفیہ پولیس قائم کی جس نے بہت کام دیا اور خزانہ کے ملازمین نے جب کبھی تغلب و تصرف کا ارادہ کیا فوراً مجھے اسکی اطلاع ہو گئی۔ اس خفیہ پولیس کے ذریعہ سے مجھے سرکاری عہدہ داروں کے سازشی منصوبہ بھی معلوم ہوتے رہے۔

ایران میں سکے کا طریقہ بالکل معمولی ہے۔ ملک میں کوئی طلائی سکہ جاری نہیں
وہاں کا بڑا سکہ قران ہے جسکی قیمت ۱۰۰۰ یا اس سے کم ڈالر ہوتی ہے۔ دس
قران کا ایک تومان ہوتا ہے مگر ملک میں تومان بہت کم رائج ہیں زیادہ تر دو قران
قیمت کا ایک سکہ بہت چلتا ہے۔

شاہی بینک ایران جو ایک انگریزی بینک ہے قران میں بینک نوٹ
جاری کرتا ہے۔

کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ ایران کے بعض صوبہ جات میں قران مسکوک
ہوئے تھے جو نہایت بھدے اور بد نام تھے۔ چاندی کی گولیوں میں کھوٹ ملنے کے
چپٹا کر دیا تھا۔ طہران میں جو شاہی دارالضرب ہے وہاں کی کلیں بالکل کہنہ اور
بے مصرف ہو گئی ہیں۔ ان کلون میں ماہانہ سات لاکھ تومان سے زیادہ نہیں
ڈھل سکتے۔

ایران میں تعمیر ریل کا مسئلہ بہت پیچیدہ ہے۔ روس اور برطانیہ ایسے
راستے بنانا چاہتے ہیں جو ان کے فوجی اغراض کے موافق ہوں یا کسی خاص قسم
کی تجارت کو نفع پہنچائیں۔ انھیں ملک ایران کی اصلاح و ترقی سے کوئی غرض
نہیں ہے۔ عموماً بے غرض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ پہلی ریل جو ایران میں بنائی
جائے گی وہ خلیج فارس سے بھر پور۔ زندجان۔ قزوین۔ ہمدان۔ خرم آباد۔ اور محمرہ
ہوتی ہوئی خلیج فارس تک پہنچے گی۔ یہ گویا شمال سے جنوب تک ایک بڑی لائن

ہوگی جو ملک کے بہت سے زرخیز مقامات سے ہو کر گزریگی اور ایران کو بہت جلد متحمل کر دیگی۔ اس بڑی لائن کی بعض شاخیں بھی ہون گی مثلاً ایک شاخ قزوین سے طہران تک بنائی جائیگی۔ میرا یہ ارادہ تھا کہ گورنمنٹ ایران خود اس بڑی لائن کو بدفعات مختلف حصوں میں تعمیر کرے اور اس کی تعمیر کیلئے روپیہ قرض لینے کا اختیار دے مگر ایسے لوگوں سے جو بالکل خانگی ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لائن اگر اچھی طرح سے چلائی جاتی تو بہت نفع بخش ہوتی۔ دوسری لائن جن کا ذکر آچکا ہے۔ کبھی نہ کبھی بنائی جائیں گی مگر فی الحال وہ ایسی ضروری نہیں

بارہواں باب

ضمیمہ

طہران سے میرے امریکن مددگاروں کے چلے جانے کے بعد جو حالت ہوئی ظاہر ہے۔ جب گورنمنٹ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں تھی جو ملک فروشی پر تلے ہوئے تھے۔ اُن سے کسی قسم کی یہودی کی امید کیا ہو سکتی تھی۔ میری روانگی کے دوسرے ہی دن موسیو مارنارڈ بلجین عہدہ دار خلیجی جرمن اور برطانیہ کے حکم سے خزانہ کا جائزہ لینے کو نامزد کیا گیا تھا۔ مسٹر کیرنس منصرم صدر المہام خزانہ کے پاس آیا اور کینٹ وزیرا کی طرف سے ایک تحریری حکم پیش کیا جس میں یہ دیکھی گئی تھی کہ اگر امریکن لوگوں نے فی الفور جائزہ نہ دیا تو وہ علیحدہ کر دیئے

جائین گے اور انھیں سزا دی جائیگی۔ باوجود اس امر کے کہ مین نے کمی ہفتہ پہلے کینٹ کو اطلاع دی تھی کہ میری خدمت کا جائزہ لینے کیلئے کوئی مناسب انتظام کرے اور مین نے اپنی روانگی سے کئی دن قبل لکھ بھیجا تھا کہ مین فی بالفعل سٹرکیرنس کو جائزہ دیدیا ہے مگر وہ بالکل آمادہ اور تیار ہیں کہ کسی اور کو بھجے کینٹ مقرر کرے فوراً جائزہ دیکر علیحدہ ہو جائیں تو ایسی صورت میں اس قسم کی دھمکی اہل امریکہ کو ہتک دینا تھا۔ چنانچہ اہل امریکہ نے اس کے متعلق اپنی ہفت ناراضگی ظاہر کی۔ جو قوت موسیو مارنارڈ کی موجودگی میں وہ مراسلہ پڑھا گیا تو اہل امریکہ نے عہدہ دار وہان سے اٹھ کے چلے آئے اور یہ کہا کہ وہ موسیو مارنارڈ یا وزیر کینٹ سے کچھ تعلق رکھنا نہیں چاہتے۔ اس کے بعد سٹرکیرنس نے سفیر روس و برطانیہ اور وزرائے کینٹ کے پاس تحریری شکایت بھیجی کہ ایسا گستاخانہ برتاؤ ان کیسا تھ کیوں کیا گیا۔ سفرائے دیکھا کہ یہ جھگڑا طول کھینچا فوراً وزرائے کینٹ کو لکھا کہ اس قسم کی تحریر بالکل نازیبا تھی۔ چنانچہ وزرائے کینٹ نے فوراً ایک دوسرا جلی مراسلہ بنایا اور سٹرکیرنس کے نام بھیجا اس میں یہ لکھا کہ جو مراسلہ سٹر مارنارڈ کے ذریعہ سے بھیجا گیا تھا وہ یہی تھا۔ اس دوسرے مراسلہ میں کوئی دھمکی یا نامناسب الفاظ نہ تھے۔ وزرائے کینٹ نے اس معاملہ میں اپنی پُرانی ایرانی چال چلی۔

جب یہ صلح آئیزن ہارن کی تہ سٹرکیرنس نے سفیر روس اور برطانیہ کیساتھ اہل

امریکہ کی روانگی اور اُن کی ملازمانہ حیثیت کا مسئلہ چھیڑا۔ اس لیے کہ دراصل یہی دونوں سفارتین ایرانی کنبٹ وزیر پر حکومت کر رہی تھیں۔ سفیر روس کی درخواست پر اہل امریکہ خزانہ کے معاملات میں اہل بلجیم کو مدد دینے پر راضی ہوئے مگر یہ خبر ملنے پر اُن کے حقوق ملازمت جو حسب معاہدہ انھیں حاصل ہیں اُن کا واپسی معاوضہ دیا جائے۔ وزیر اُسے کنبٹ سفیر روس و برطانیہ کو خوش کرنے کی غرض سے ایک غلطی تو کر بیٹھے مگر اب ہوشیار ہو گئے اور آمیزہ سے حسب ہدایت سفیر روس تعمیل کرنا مناسب سمجھا۔ چند روز بعد سٹرکیس مع بعض دوسرے امریکن عہدہ داروں کے طہران سے روانہ ہو گئے۔ میرے دوسرے مددگار سٹر میکاسکی جو خزانہ کی شلخ بینک پر معہورتھے ٹھہرے رہے اور انھوں نے بلجیم عہدہ داروں کو کتابچہ اور حسابات سمجھانے میں پوری مدد دی سٹر ڈکی جو شاہی دارالضرب پر تعینات تھے وہ اس بات پر راضی ہوئے کہ جب تک بلجیم سے اُن کا جانشین آئے وہ وہاں رہیں گے۔ المختصر پانچ کے ہسینہ تک کل امریکن وہاں سے چلے آئے صرف کرنل میزیل سفیر روس کی خواہش سے فوجی پولیس کو تعلیم دینے کیلئے وہاں رہ گئے۔

میری روانگی کے دو دن بعد میرے دوس پر جو خزانہ کی فوج پولیس میں قواعد و غیرہ سکھانے کیلئے معلم تھے گولی چلی۔ وہ پارک سے آٹا بک محل کو گھوڑے پر جا رہے تھے کہ ایک مکان کی کھڑکی سے کسی نے ان پر بندوق چلائی۔ انھوں

یہہ تھی کہ ایک نہ ایک امریکن عہدہ دار ضرور مارا جائیگا تحقیقات سے معلوم ہوا کہ جس
 شخص نے بندوق چلائی وہ روسی ارمنی خفیہ جماعت کا ایک رکن تھا۔ اس جماعت کا
 ارادہ تھا کہ اس ذریعہ سے اپنے پولیٹیکل اغراض پورے کریں یہہ شخص مع اور
 تین ساتھیوں کے فوراً طہران سے بھاگ گیا ان کا سرغنہ فوجی پولیس کا ایک
 سابق افسر تھا۔ ایک ہفتہ کے بعد وہ طہران واپس آیا اور اس سازش کا اقرار
 کر کے اپنے تین پولیس کے حوالہ کر دیا۔ اُس نے بیان کیا کہ اس نے بالذات
 میجر پروس پر حملہ نہیں کیا بلکہ اس جماعت کے دوسرے چار ممبروں نے
 حملہ کیا تھا جو بذریعہ قمر اندازی اس کام کیلئے منتخب ہوئے تھے۔ اس نے
 وہ خالی مکان بھی بتایا جہاں سے گولی چلی تھی اور یہہ کہا کہ دو شخص خجوں نے
 دراصل گولیاں چلائیں ان کی ٹانگیں باندھ دی گئی تھیں تاکہ تعاقب کی صورت
 میں وہ بھاگ نہ سکیں اُس نے ایک اور دلچسپ اظہار یہہ دیا کہ وہ خفیہ جماعت
 میجر پروس یا دوسرے امریکن سے کچھ عداوت نہیں رکھتی تھی بلکہ غرض یہہ تھی
 کہ کسی ایک امریکن کو مار ڈالیں تاکہ گورنمنٹ امریکہ کو ایران کے معاملات میں دخل
 دینے کا موقع ملے اور اس کی دخل دہی ملک کیلئے کسی نہ کیسی طرح پر مفید ہو۔ یہ
 شخص فوراً قید کر لیا گیا مگر معلوم نہیں کہ اس کا کیا حشر ہوا اس لیے کہ جب تک
 امریکن وہاں موجود تھے تب تک تو وہ وہاں قید خانہ میں تھا خوش قسمتی
 سے میجر پروس بچ گئے ورنہ ان لوگوں نے تدبیر تو خوب سوچی تھی۔

مجلس برخواست ہو نیکے تھوڑے ہی عرصہ بعد روس نے ٹرنسپشین
ریلوے کا مسئلہ چھیڑا۔ روس کیلئے تو اس تجویز کو پھر پیش کرنا کچھ تعجب نہ تھا مگر حیرت
اس بات پر ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ نے اس تجویز پر کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ بہت
سے انگریز سرمایہ دار سینٹ پیٹرس برگ اس لیے تشریف لیگئے کہ اس ریل
کی تعمیر کیلئے سرمایہ ہیا کریں۔ ان کا وہاں جانا برٹش فارن آفس کی منظوری اور
تائید سے ہوا تھا۔ یہ ریل حسب تجویز ایران کے شمال و مغرب سے جنوب و
مشرق تک بنائی جائے گی اور موجودہ روسی ریل سے بہ مقام جلفہ ملا دی جائیگی
بلکہ سرحد ہندوستان پر ختم ہوگی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تجویز ہر پہلو سے
بڑی نازک اور اندیشناک ہے عام اصول کے لحاظ سے کم از کم یہ چاہیے تھا
کہ اس امر کو روک دیا جاتا اور گورنمنٹ ایران سے اس طرح کا اجارہ ریل بنانے
کیلئے ملتوی رہتا اس لیے کہ جس حالت میں روس اور برطانیہ کی فوجیں تمام
ملک میں بھیلی ہوئی تھیں اور روسی جھنڈے شمالی ایران کے زرخیر صوبہ جات
میں اڑ رہے تھے اور روسی تلوار اور پھانسی تہریر میں اپنا پورا کام کر رہی تھی کم از
کم گورنمنٹ ہند کو لازم تھا کہ اس ریل کی تعمیر روک دیتی۔ گو جیسے لارڈ کھارڈنگ
ہندوستان کے وائسرائے ہوئے ہیں۔ گورنمنٹ ہند کی موروثی پالیسی چند
سال سے اس سلطنت کی حفاظت کیلئے کچھ بدل گئی ہے تاہم یہ غور کرنا چاہیے
تھا کہ روسی ریل کوہ قاف کی فوجی بارکسوں سے سلطنت ہند کی سرحد تک ابھی

اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ گورنمنٹ ہند نے اس ریل کی تعمیر کے متعلق اپنی رضامندی ظاہر کرتے ہوئے کیس قدر احتیاط سے کام تو لیا اور یہ کہ کہا کہ سرحد ہند و ایران کے قریب چھوٹی ٹہری کی ریل بنائی جائے مگر اس سے کیا ہوتا ہے۔ اب فوجی نقل و حرکت کیلئے ایسی آسان ترکیبیں معلوم ہو گئی ہیں کہ فوج اور سامان بہت ہی آسانی کیساتھ ایک ریل سے دوسری ریل میں منتقل ہو سکتا ہے۔ اگر کبھی روسی فوجین مخالفت کی نیت سے ہندوستان کی سرحد کی طرف بڑھائی گئیں تو انھیں بڑی ٹہری سے چھوٹی ٹہری کی ریل میں ٹھیکہ آگے بڑھنے کیلئے کوئی وقت پیش نہ آئیگی۔

اس تجویز سے گورنمنٹ روس اور برطانیہ کی خاص غرض یہ تھی کہ ایران کے کل مالی ذرائع منقود ہو جائیں۔ اور ایران کے وسائل آمدنی کو مکفول کر کے ملک کو بالکل مفلوج کر دیں۔ بلکہ موسیو مارنارڈ نے غالباً کسی دوسری سلطنت کے اشارے سے یہ تجویز بھی پیش کر دی تھی کہ گورنمنٹ ایران اس سرمایہ کے سود کی ضامن رہیگی جو اس ریل کے بنانے کے لئے درکار ہوگا۔ ناظرین اس تجویز کی دلیری اور بیشمری پر تو ذرا خیال کریں۔ اول تو ایران کو ایسی ریل کی ضرورت نہیں۔ یہ ریل محض فوجی نقل و حرکت کیلئے بنائی جا رہی ہے۔ تجارتی لحاظ سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اگر ایران کو مجبور کر کے اس ریل کی تعمیر کے سرمایہ کے سود کی ادائیگی کا ضامن ٹھہرایا تو یہ سمجھنا چاہیے کہ ملک کی آمدنی

ایک سو برس تک اسی میں کھپ جائیگی۔ اس کے علاوہ جیسا کہ دوسرے مقامات پر تعمیل ریل کیلئے کیا گیا ہے۔ روسی اس ریل کیلئے بھی اپنے ملک کا مال مصالحہ بیچارے ایران کے سرزمین کے اور جو قیمت چاہیں گے ان سے لین گے بالخصوص اس حصہ لائن کیلئے جو جلفا اور ہسٹھان کے درمیان ہوگی۔ اس کے لئے تو یقیناً ایسا ہی کیا جائیگا۔ اگر یہ ریل صرف ہسٹھان ہی تک بنے تب بھی اس میں روس کا بڑا فائدہ ہے اور اگر اس کو بڑھا کے ہندوستان کی سرحد تک لائے تو اس صورت میں روس کے فوجی اعراض پورے ہونے کی کوئی حد ہی نہیں اس قسم کی ریل سے ملک کو فائدہ پہنچنے کے لیے صدیاں درکار ہوں گی اس کا وجود محض پولیٹکل ہوگا اور بمقابلہ صرف کے ایران کے کوئی نفع نہ پہنچے گا۔

اسی طرح اور دوسرے بڑے تعمیراتی پروگرام میں جو گورنمنٹ برطانیہ نے گزشتہ تین ماہ میں گورنمنٹ ایران کے سامنے پیش کئے ہیں اور یہہ ارادہ ہے کہ بہت جلد روس اور برطانیہ کی نگرانی میں شروع کئے جائیں سر ایڈورڈ گرے نے ہر چند اہل انگلستان کو مخاطبہ میں ڈانے کی کوشش کی مگر اس کا ردوائی کا نتیجہ اگر غور سے دیکھا جائے تو صرف یہ ہی کہ ان کاٹھ کے پہلوں کو جن سے گورنمنٹ ایران اس وقت مرکب ہے ابھی حال میں گورنمنٹ روس اور برطانیہ نے سات فیصدی سالانہ سود پر دو لاکھ پونڈ قرض دیئے ہیں

کوہ کندن و کاہ بر آوروں کی مثل غمغریب ثابت آئیگی۔ یہ فرض بعض عجیب
 غریب شرائط پر دیا گیا ہے اور وزراء کے کنبٹ نے وہ شرائط منظور بھی کر لیے
 ہیں مگر دیکھا چاہیے اونٹ کس کل بیٹھا ہے جو متحدہ شرائط نامہ ۸ مارچ ۱۹۱۲ء
 کو دونوں سفارتوں کی طرف سے پیش ہوا ہے بہت قابل دید ہے۔ اب
 یہ دیکھنا چاہیے کہ جب سے معاہدہ روس و انگلستان مورخہ ۲۸ اگست ۱۹۰۷ء مرتب
 ہوا ایران نے کہاں تک خود مختاری ترقی اور آسودہ حالی دکھائی۔

دونوں سفارتوں کی آرزوئیں برآئیں۔ یہ متحدہ شرائط نامہ پیش ہونے کے
 دو دن بعد ۲۰ مارچ ۱۹۱۲ء کو ہمارے پرانے دوست سپے اور تجربہ کار وزیر
 امور خارجہ یعنی وثوق الدولہ نے ان دو ہمسایہ سلطنتوں کی نیک نیتی پر بھروسہ
 کر کے شرائط نامہ منظور کر لیا۔ اس شرائط نامہ سے گویا ایران کی گردن میں ایک
 اور زنجیر پڑی جو کم از کم روس کے ہاتھ میں رہیگی۔

روس اور برطانیہ نے ایران کی قومی حیثیت کو جو تباہ کیا یہ واقعہ
 تاریخ میں ایک یا دو کاررہیگا اور یہ افسوسناک کہانی کبھی نہ بھولیگی بعض حالتوں
 میں جب کبھی کسی قوم کی خود مختاری چھینی گئی ہے تو اس کیلئے معقول وجہ بھی
 پیش ہوتے ہیں۔ مثلاً شائستگی کا پھیلنا یا اشتیاقات کی اصلاح وغیرہ مگر ایران
 کیلئے کوئی ایسی وجہ یا مدد نہیں پیش ہو سکتا۔ روس کبھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ
 ایران میں شائستگی پھیلانی یا ملک کو ترقی دی گئی۔

گورنمنٹ ایران اور دونوں سلطنتوں کے بائیں جو کچھ مباحثے یا جھگڑے رہے وہ محض اس بنا پر تھے کہ جو کچھ کہا جاتا ہے وہ اہل ایران کی بھلائی کیلئے ہے مگر جو کچھ کہا گیا یا کیا گیا اس سے صاف ایسی خود غرضی اور بے انصافی شکیں ہوتی ہیں جسے دیکھ کر شرمنا چاہئے۔ محض روسی اغراض یا برطانیہ کی تجارت کیلئے ہزار ہا بے گناہ اہل ایران فوج کر دیے گئے اور لاکھوں بندگان خدا کی جانیں خطرے میں پڑیں ان کے حقوق بے رحمی سے پامال کیے گئے اور ان کی جائیدادیں ضبط ہوئیں مگر کبھی اس کے متعلق ایک حرف بھی منہ سے نہ نکالا گیا۔

ایران کے متعلق برطانیہ کی دو کتب آبی جوا بھی حال میں شائع ہوئی ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایران کی خود مختاری پر کیسے ظالمانہ حملے ہوئے ہیں گواہیات کی کوشش کی گئی ہے کہ ان کتب آبی میں سے بعض مضامین جن سے ان دونوں سلطنتوں کی بدنامی کا اندیشہ تھا خارج کر دیئے گئے ہیں تاہم جو کچھ ان میں درج ہے وہ اس بات کے ثبوت کیلئے کافی ہے ان کتابوں میں کہیں ایک سطر بھی اس مضمون کی نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوا کہ ایران ایک مخلصانہ ملک تھا جسکی بادشاہت اور خود مختاری کے تحفظ کیلئے دونوں سلطنتیں و سببرالائم میں ضامن ہوئی تھیں مگر اُسے یوں تباہ کیا گیا۔

چنانچہ اب ایران میں روس اور برطانیہ کے عمل دخل کا وقت آگیا اس میں شک نہیں کہ زیادہ تر روسیوں کا دخل رہیگا۔ مگر یہ صرف انگلستان کی کمزوری

کیوجہ سے خیر کچھ ہو بیچارے ایرانیوں کے حق میں نتیجہ وہی ہوا اُن کی پولیٹیکل حیثیت
 دینا سے اٹھ گئی اور اب ہمیشہ کیلئے غلامی نصیب ہوئی۔ دنیا ان کی فریاد نہیں
 سن سکتی۔ اس لیے کہ بیچارے کمزور ہیں اور ایشیائی ہیں اس کے علاوہ روس کا
 قدم درمیان میں ہے ایک سال کے عرصہ میں تین اسلامی سلطنتیں مراکش۔
 طرابلس اور ایران خاک میں مل گئیں اور اس کا باعث وہی مذہب عیسائی سلطنتیں
 ہوئیں جو ہمسائیگی کا دم بھرتی تھیں۔ یہہ اندوہناک واقعہ کچھ حسی نہیں ہے دینا
 کے کردار مسلمان اگر ناراضگی ظاہر کریں تو کوئی اُن کو الزام نہیں دلیسکتا۔ کیا وہ
 نہیں جانتے کہ اللہ کے واقعات یورپ کی عیسائی سلطنتوں کی متفقہ
 سازش کا نتیجہ ہیں جنہوں نے یہہ ارادہ کر لیا ہے کہ دنیا میں کوئی اسلامی سلطنت
 باقی نہ رہے۔

ایران کے مسلمان تو عیسائیت کا بہت احترام کرینگے تھے اور روح اللہ
 کی وعظ و تلقین پر نہیں بہت اعتبار تھا۔ انہوں نے مغربی اخلاقی اصول کی تقلید
 شروع کی تھی اور ہمارے تجارتی اور تمدنی طریقوں کو اختیار کرنا چاہتا تھا۔ انہیں خلیل
 مقدس کے دس احکامات خوب معلوم تھے لیکن عیسائی دنیا مسلمانوں کو کیا
 جواب دلیسکتی ہے۔ اگر اس سے یہہ سوال کیا جائے کہ اُن دس احکام میں جو ایک
 حکم یہہ عجیب ہے کہ اپنے ہمسایہ کی چیز مت چڑاؤ۔ اس حکم کی پابندی مراکش۔ طرابلس
 اور ایران کے معاملہ میں کس حد تک کیگئی۔

مصنف کو بین الاقوامی معاملات کی پاسداری کی نسبت کوئی دھوکا یا غلط فہمی نہیں ہے اور نہ اپنے تئیں دھوکا دینے کی کوئی وجہ ہے مگر ایران کے زوال سے ایک نیا سبق جو حاصل ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ مہذب دنیا کو جو برکت بننے کے لیے ابھی منزلیں درکار ہیں۔ پچارے اہل ایران اس گوشش میں رہے کہ اپنے ملک میں اچھا انتظام کریں تاکہ اس سے زندگی بسر ہو اور انھوں نے یہ چاہا کہ ظالم اور بد معاش راشی حکمرانوں کی حلقہ گبوشی سے ازادی اختیار کریں۔ ایسی حالت میں ان کے لیے کیا یہی مناسب تھا جو کیا گیا وہ عبوراً پھر غلامی کے گرہ میں ڈھکیے گئے یا جانوروں کی طرح فوج ہوئے برطانیہ اور روس کے مدبرین نے ایران میں جو کچھ کیا بجائے خود جتنا چاہیں غصہ کریں۔ مگر یہ بات بہت مشکوک ہے کہ دنیا بھی اس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گی

افغانستان کا مشہور ظریف ناول نگار لکھتا ہے کہ ہم مشرق کو درہم برہم نہیں کر سکتے۔ اس کے اس قول میں بڑی دور اندیشی اور حکمت بھری ہے مغربی لوگ اور مغربی کمالات مشرق کو درہم برہم کر سکتے ہیں مگر اس صورت میں کہ مشرقیوں کو یقین ہو جائے کہ اس میں ان کا فائدہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اخلاقی فریاد اور قومی تفاخر و حب الوطنی کا جو شس جیسا مغرب میں ہے ویسا ہی مشرق میں بلکہ مشرق میں بہت گہرا ہے۔ مشرقی جب دیکھتے ہیں کہ کسی بات

میں محض مغربیوں کا فائدہ ہے تو اُسے ایسا جلدی اختیار نہیں کرتے۔
 ایران کی ساری بجات اس میں تھی کہ اپنے مالی اہریوں کی اصلاح کرے
 زمانہ گذشتہ میں البتہ یہ بھی ممکن ہوتا کہ بغیر ان اصلاحات کے ایک قومی مرکز کی
 حکومت قائم ہو سکتی جیسا کہ بعض شاہان ماسبق نے سارے ملک پر ایک
 زبردست حکومت کی مگر زمانہ حال میں وہ وقت نہیں رہا کہ ایران میں بغیر مقبول
 محصول بندی اور دوسرے مالی معاملات کی اصلاح کے ملک میں انتظام
 ہو سکتا۔ چنانچہ اہل ایران بھی اس بات کو بخوبی سمجھ گئے تھے اور سوائے چند
 بدویانت امرا اور ملازمین کے سب یہ چاہتے تھے کہ ہم اپنے کام میں کامیاب
 ہوں۔ روس کو اس بات کی خبر ہو گئی اور اُسے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو
 ہم ایران کی حالت سد ہائین وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ ایران کی حالت کبھی درست
 ہو۔ باقی معاملات تو محض ذیلی تھے۔

پیر میخانہ چہ خوش گفت بدردی کش پش
 کہ گو حال دل سوختہ باخامے چند



۲۸۲

